یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء
تصوف اولیائے مانکی شریف
اور تحریکِ پاکستان
ڈاکٹر عبدالرشید
اولیاء اکیڈمی پاکستان

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان

ڈاکٹر عبدالرشید

اولیاء اکیڈمی پاکستان

تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان

مُصنف — ڈاکٹر عبدالرشید

کمپوزنگ — کتابت، بیورو سروسز
روم نمبر ۱۳۱ - بمبئی ہوٹل - کراچی

پرنٹر — شہر پرنٹرز کراچی

پبلشر — پیرزادہ نبی امین، مانکی شریف

بار اوّل — ۱۲، ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
[illegible] ستمبر ۱۹۹۱ء

دستیابی کتاب:-

(I) ماڈرن بک ڈپو - میلوڈی مارکیٹ - اسلام آباد

(II) یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور

(III) طاہر سنز اردو بازار، کراچی

(IV) علامہ ارشد جمیل - خطیب جامع مسجد برنٹ 31, HOWARD ROAD
LONDON NW2 6DS
Ph: 081-450-8452

(V) مسز جنت حاجی مولا بخش،
ایمسٹرڈیم، ہالینڈ Ph : 020-6900704

ھدیہ = اندرونِ ملک :- ایک صد پچیس روپے

ھدیہ = بیرونِ ملک :- دس امریکی ڈالر

ISBN 969 8150 00 5

تزئین و پیسٹنگ — شفاعت الرسول بھٹی

کتاب نما

تاثرات — **صفحہ نمبر**

باب سوم:

باب چہارم:

باب پنجم:

باب ششم:

PRIME MINISTER

ڈاکٹر عبدالرشید پروفیسر شعبہ اسلامیات کراچی یونیورسٹی کی نئی تصنیف "تصوف اولیائے مانکی اور تحریک پاکستان" کی اشاعت کے موقع پر جناب محمد نواز شریف صاحب وزیراعظم پاکستان کا پیغام ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے یہ جان کر قلبی مسرت ہوئی ہے کہ آپ نے "تصوف اولیائے مانکی اور تحریک پاکستان" کے اچھوتے موضوع پر قلم اٹھایا ہے ۔ یہ موضوع بلاشبہ اہل پاکستان بالخصوص نئی نسل کے لئے روشن چراغ کی حیثیت رکھتا ہے جس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام نے مختلف ادوار میں شجر اسلام کی آبیاری خون دل سے کی ہے ۔ اور پاکستان تو سراسر ان کی دعاؤں ، نواؤں اور مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے ۔ اس حقیقت کو جس طرح آپ نے اپنی تصنیف میں اجاگر کیا ہے وہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور ہماری تاریخ کا ایک تابناک ورق بھی ۔

تاریخ تحریک پاکستان کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جس وقت حضرت قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کا ۱۹۳۷ء میں از سر نو احیاء کیا تو ان کے تن ناتواں میں خون زندگی دوڑانے کا سہرا جن صوفیائے عظام کے سر ہے ان میں سے ایک درخشندہ نام حضرت پیر امین الحسنات مانکی شریف کا بھی ہے ۔

انہوں نے اپنے حلقہ ارادت اور دیگر باشعور حضرات کو برکات پاکستان سے روشناس کرایا اور اس سلسلے میں تمام برصغیر پاک و ہند میں دورے کئے ۔ جو رائے عامہ کو مسلم لیگ ، تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کے حق میں ہموار کرنے میں ممد گار ثابت ہوئے ۔ صوفیائے مانکی شریف کی مساعی کے نہ صرف قائدین مسلم لیگ ، علماء و مشائخ ہی معترف تھے بلکہ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے بھی واشگاف الفاظ میں ان کی خدمات کو سراہا ۔

مجھے امید ہے کہ زیر طبع کتاب نئی نسل کے لئے راہنمائی کا کام دے گی اور اس سے ایک عام قاری کو نظریہ پاکستان کی تفہیم اور ادراک میں مدد ملے گی ۔

محمد نواز شریف
وزیر اعظم
اسلامی جمہوریہ پاکستان

تمنا..... جو پوری ہوئی

کافی عرصہ سے میں اس کا متمنی تھا کہ آستانہ عالیہ مانکی شریف کے اولیائے قادریہ نقشبندیہ کے حالات اور ان کی تعلیمات کو نئی نسل کے لیے محفوظ کیا جائے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ اللہ کے ان ولیوں نے دو صدیوں تک مسلسل انسانیت کی روحانی، علمی، سماجی اور سیاسی اصلاح کے لیے تگ و دو کی اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ یہ شخصیتیں اپنی اپنی ذات میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگیوں کا عملی نمونہ تھیں۔ ان کے مریدین و معتقدین ان کے نقش قدم پر چلنا اپنی زندگی کا عزیز سرمایہ تصور کرتے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ حضرات ناپید ہو رہے تھے جنہوں نے اکابرین مانکی شریف کی صحبتوں سے براہ راست استفادہ کیا تھا اور ان کی کرامات کے عینی شاہد تھے۔

الحمدللہ میری یہ تمنا پوری ہوئی اور اقبال کے مرد کوہستانی محترمی غلام فاروق صاحب خٹک نے آج سے اکیس ماہ قبل ولیوں کی اسی سرزمین کے ایک سپوت، بین الاقوامی شخصیت کے حامل نوجوان اسکالر اور شعبہ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید سے ملاقات کا اہتمام فرمایا۔ یقین جانیے ڈاکٹر صاحب کی عمر کو دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ میں نو کتابوں کے مصنف کے پاس بیٹھا ہوں۔ لیکن گفتگو کرنے کے بعد یقین کامل ہو گیا کہ..... ! ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (ترجمہ) یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے۔ اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ اس نوجوان نے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہ بولتی تصاویر، صوفیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنے کا نہ صرف عزم کر رکھا

ہے بلکہ اسے علمی جامہ پہناتے ہوئے اب تک اس سلسلے میں تین کتب تصنیف کرنے کے ساتھ ساتھ اولیاء اکیڈمی بھی قائم کر چکے ہیں۔

میرے مدعا سے آگاہ ہوتے ہی آپ نے اس پراجیکٹ پر کام کرنے کی حامی بھر لی اور اسی دورے کے موقع پر مانکی شریف تشریف لے آئے اور آج پیران مانکی شریف کی روحانی علمی اصلاحی اور سیاسی خدمات پر تحقیقی کتاب ..... "تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" قارئین کے زیر مطالعہ ہے۔

اس کتاب میں تصوف، اس کی تاریخ، اہمیت و افادیت، عالم اسلام اور خصوصاً برصغیر پاکستان و بھارت میں اس کے اثرات کے ساتھ ساتھ تصوف کی قدیم و جدید اہم کتب کا تجزیہ کرنے کے بعد اولیائے مانکی شریف کے پہلے بزرگ غوث الزماں حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر مرد مجاہد، فاتح ریفرنڈم حضرت محمد امین الحسنات مرحوم پیر صاحب اور موجودہ سجادہ نشین قطب دوران حضرت شمس الامین صاحب کے حالات و افکار بڑی نفاست سے جمع کیے گئے ہیں۔

اولیائے مانکی شریف کے سلسلے کی پہلی کڑی حضرت عبدالوہاب صاحب کے تیرہ لاکھ سے زائد مریدین اور تیس سے زائد خلفاء تھے اور آپ کو رحلت فرمائے ہوئے ۸۰ برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کے بارے میں معلومات یکجا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن مصنف کی عقیدت اور محنت شاقہ نے اسے آسان بنا دیا۔ میں بذات خود ان کے ہمراہ قریہ قریہ گیا اور ہر اس بزرگ سے ملاقات کی جس نے اکابرین مانکی شریف کا دور دیکھا تھا۔ ان درجنوں حضرات کے انٹرویو کے کیسٹ تیار کیے گئے تاکہ اس ورثے کو محفوظ کر لیا جائے۔ مصنف نے تحقیق میں کس قدر دلچسپی لی اس کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلے میں مرحوم پیر صاحب کا ریکارڈ انہوں نے

خود جا کر انڈیا آفس لائبریری، لندن میں مطالعہ کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے خصوصاً مرحوم پیر صاحب جیسے عظیم محسن پاکستان کی خدمات سے عوام الناس کو آگاہ کرتے ہوئے پوری پاکستانی قوم پر احسان کیا ہے جس کے لیے میں ذاتی طور پر ان کا مشکور ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی محبت سے معمور فرما دے اور ان پاکیزہ ہستیوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(پیرزادہ نبی الامین)
آستانہ عالیہ مانکی شریف

این سعادت بزور بازو نیست

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی ہے کہ بین الاقوامی سطح کے حامل، نوجوان محقق ڈاکٹر عبدالرشید، اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنے کی سعی میں مصروف ہیں اور یہ دور حاضر کی اہم ضرورت ہے کیوں کہ اسلام مخالف قوتیں ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتی چلی آئی ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور آج کل تو غیر مسلم محققین کی طرف سے یہ الزام اتنے تسلسل سے لگایا جا رہا ہے کہ خود مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی اس کا شکار ہو کر اس شبہ میں گرفتار ہو گیا ہے کہ جس تیزی سے اسلام پھیلا اور عرب کے ریگستانوں سے نکل کر اس نے ایشیاء اور یورپ کی عظیم سلطنتوں کے دروازوں پر دستک دی وہ مسلمانوں کی فوجی فتوحات کا نتیجہ تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی ترقی و عروج میں تلوار سے زیادہ کردار کار فرما رہا اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اس کردار کے حامل وہ اولیائے کرام تھے جن کے عمل صالح اور دل میں اترنے والی تعلیمات نے انسانوں کے جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت کی اور آج تاریخ ان حکمرانوں کو خراج عقیدت پیش نہیں کرتی بلکہ ان بوریہ نشینوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے جن کی محفل کے چند لمحے سراپا عبادت ہوتے ہیں۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صدسالہ طاعت بے ریا

ڈاکٹر صاحب نے صوفیائے خٹک اور اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد کے بعد تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان تصنیف کر کے جہاں اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنے میں حق ادا کر دیا ہے وہاں اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ مملکت خداداد پاکستان کے حصول میں بھی ان اولیائے

کرام کا اہم کردار رہا ہے اور آج ہم استحکام پاکستان کے عمل کو اسی صورت جاری و ساری رکھ سکتے ہیں جب کہ ہم نفاذ اسلام کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں اور یہی ان پاکیزہ ہستیوں کو زبردست خراج عقیدت ہوگا۔

میں بین الاقوامی اسکالر، ڈاکٹر عبدالرشید کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے تصانیف کے ساتھ ساتھ اولیاء اکیڈمی قائم کر کے اپنے اس مشن کو مزید فعال بنایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ آپ کا یہ عظیم مشن آئندہ نسلوں کے لیے مینارہ نور ثابت ہو۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(شمس الامین)

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ مانکی شریف

۲۶ دسمبر ۱۹۹۰ء

تحریک اولیائے مانکی شریف..... آج کی اہم ضرورت

ہمارے اکابرین نے جو تحریک دو صدی قبل شروع کی تھی اس کی اہمیت آج بھی کل کی طرح اٹل ہے۔ ہمارے جد امجد سید عبدالوہاب نے جہاد کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کی تحریک کی بنیاد منشیات کے انسداد سے کی (تمباکو نوشی) اور آج پوری دنیا انسداد منشیات پر بے پناہ زور دے رہی ہے۔ ہمارے سلسلہ کے دوسرے بزرگ عبدالحق ثانی صاحب نے ڈسپلن اور علمی اجتہاد کو اصلاح کی بنیاد بنایا اور آج وہی قومیں عروج پر ہیں جن میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں، ہمارے دادا جان عبدالرؤف ثالث صاحب نے حصول علم اور مشاہدہ کے لیے سفر و سیاحت کو اپنایا اور آج جدید ترین ٹکنالوجی کے لیے دیار غیر کی سیاحی لازمی ہے۔ ہمارے والد محترم سید امین الحسنات نے دین و دنیا میں توازن کی تعلیم دی اور آزاد سیاست میں اپنا بھرپور کردار ادا کر کے بدعت، رسوم و رواج، جہالت اور غلامی کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ہمیں صاف ستھرا عقیدہ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ رسوم و رواج، جہالت اور غلامی سے نجات دلائی اور آج بھی پوری دنیا انہی فتنوں سے نجات کے لیے تگ و دو کر رہی ہے۔ ہمارے اکابرین کی انہی خدمات کی وجہ سے آج بھی ہمارے آستانے کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ لوگ دینی اور سیاسی رہنمائی کے لیے ہم سے رجوع کرتے ہیں اور ہم تمام بھائی الحمد للہ اکابرین کے اس مشن کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

میں برادرم پیرزادہ نبی امین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے اکابرین کے کارناموں سے عوام کو آگاہ کرنے کے لیے صوبہ سرحد کے ایک سپوت اور بین الاقوامی حیثیت کے حامل نوجوان محقق، ڈاکٹر عبدالرشید کی اس تحقیق کو طبع کرا کے نہ صرف ہمارے خاندان بلکہ پاکستانی عوام پر احسان عظیم کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ برادرم نبی امین اور ڈاکٹر عبدالرشید کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور انہیں دین و دنیا میں سرخ روئی عطا فرمائے۔ (آمین)

پیرزادہ سید روح الامین

اسلام آباد

ستمبر ۱۹۹۱ء

فون: دفتر: ۸۱۳۹۲۸
گھر: ۸۵۱۳۳۶

صدر نشین

ذ - ۱۲۲۶

تاریخ: ۸- اکتوبر ۱۹۹۱ء

"تصوف ، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" کلیہ معارف اسلامی ، جامعہ کراچی کے فاضل استاد ڈاکٹر عبدالرشید کی تصنیف ہے جسے انہوں نے محنت ، کاوش اور تحقیق سے لکھا ہے۔ اس بات سے تو ہم سب واقف ہیں کہ صوفیائے کرام نے عوام کو صراط مستقیم کا راستہ دکھانے میں کیا کردار ادا کیا ہے لیکن اس بات سے کم لوگ واقف ہیں کہ صوفیائے کرام نے ملی و قومی سیاست کو مثبت رخ دینے میں کیا کردار ادا کیا ہے - تحریک پاکستان کے حوالے سے حضرت پیر امین الحسنات مانکی شریف کا نام پیش پیش ہے - ڈاکٹر عبدالرشید نے قلمی و مطبوعہ مواد کو کھنگال کر نہ صرف جناب پیر امین الحسنات کی خدمات کا جائزہ پیش کیا ہے بلکہ سارے اولیائے مانکی شریف کی دینی و روحانی خدمات کا بھی مطالعہ پیش کیا ہے - اس لحاظ سے یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے - میں اس کتاب کی اشاعت پر ڈاکٹر عبدالرشید کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ اسی تن دہی اور لگن سے جاری رکھتے ہوئے دینی و روحانی ادب کو ثروت مند بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے - دعا ہے کہ اللہ انہیں کامیاب کرے -

______ ڈاکٹر جمیل جالبی

مقتدرہ قومی زبان ○ ۱۲- ڈی (غربی) ○ ایف ۱/۶ ، بلیو ایریا ○ اسلام آباد

فون: ۴۰۲۰۶۳ ۴۹۲۰۴۰

ڈاکٹر اسلم فرخی
مشیر علمی و ادبی
انجمن ترقی اردو، بابائے اردو روڈ کراچی ۱

۴۸۶

۱۴ ستمبر ۱۹۹۱ء

مجھے بڑی خوشی ہے کہ ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کی کتاب "تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" کی اشاعت ہو رہی ہے - ڈاکٹر عبدالرشید صاحب لگن اور انہماک سے کام کرنے والے نوجوان عالم ہیں۔میں نے انہیں ہمیشہ کسی نہ کسی علمی تلاش اور تحقیق میں سرگرم دیکھا ہے۔علمی تحقیق اور جستجو کو انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا ہے اور دن رات اسی مشن کی تکمیل میں مصروف رہتے ہیں - آج کے دور میں جب کہ علم کی طرف سے توجہ کم ہوتی جا رہی ہے ڈاکٹر عبدالرشید کا یہ انہماک اور ذوق و شوق قابل تحسین ہے ——

ڈاکٹر صاحب کی تالیف "تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" بڑی اہم کتاب ہے اس میں تصوف کے رموز و نکات بھی بڑی خوبی سے بیان کیے گئے ہیں اور اولیائے مانکی شریف کی خدمات اور تحریک پاکستان سے ان کے ذہنی تعلق کو بھی بڑی خوبی سے واضح کیا گیا ہے۔ڈاکٹر عبدالرشید کی یہ تالیف اہل دل کے لیے فکر انگیز اور تحریک پاکستان کے طالبعلموں کے لیے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے - مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب اہل دل اور اہل علم کے حلقے میں بہت مقبول ہوگی ——

(دستخط)
۹/۹/۹۱

سید محمد ابوالخیر کشفی

پروفیسر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ کراچی میں راقم الحروف کے جان تر رفقا میں سے جن حضرات نے تصنیف و تالیف
کو سنجیدگی کے ساتھ اپنایا ہے ان میں ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کا نام بہت نمایاں ہے۔
اُن کی نئی کتاب " تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان"
پر میں نے بڑی دلچسپی سے نظر ڈالی (ابھی تفصیلی مطالعہ کی منزل باقی ہے)۔
یہ کتاب دراصل دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر عبدالرشید صاحب
نے خاصی تفصیل سے تصوف پر لکھا ہے۔ اسلامی تصوف "مسکینی، فقیری، درویشی کا دوسرا"
نام نہیں۔ [illegible] سے کھیلا ہے۔ صرف حضرت
شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا نام لینا کافی ہوگا۔ اسلامی تصوف کی حقیقت
تین اصطلاحوں سے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ "احسان"، "سلوک" اور "تزکیۂ نفس"۔
خاندانِ مانکی شریف کی کہانی ایسے تصوف کی کہانی ہے جو ملت
کے اجتماعی مسائل سے مربوط رہا ہے۔ بقول اقبال

یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

میری عمر کے لوگ جب پیر صاحب مانکی شریف کہتے ہیں تو اس سے مراد گرامی
حضرت امین الحسناتؒ کی ذاتِ گرامی ہوتی ہے۔ صوبۂ سرحد کے استصواب
میں سب سے اہم اور کلیدی کردار حضرت امین الحسنات نے ادا کیا۔ اُن کی یاد کو زندہ رکھنا
اس قدم پر ایک اخلاقی فرض تھا جسے کسی حد تک عزیز گرامی ڈاکٹر عبدالرشید
نے ادا کیا ہے۔ خدا کرے یہ کام جاری رہے اور آئندہ کے ساتھ ساتھ
حضرت شمس الاصفیا کے وسیلے سے پیرانِ مانکی شریف کے فیوض کا سلسلہ
بھی جاری رہے۔

سید ابوالخیر کشفی

اولیائے مانکی شریف... منبع فیوض و برکات

الحمدللہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیب المصطفٰے و علیٰ انبیائہ واولیائہ المصطفین المرتضٰی، امابعد۔

میں نے کتاب .... "تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" کا مسودہ پڑھا۔ مصنفِ کتاب، علامہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید نے بڑی محنت اور جانفشانی کی ہے اور بہترین انداز میں اولیائے مانکی شریف کے احوال قلمبند کیے ہیں اور ان کی دینی اور سیاسی خدمات پر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ان کی اولاد پر برکات نازل فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کو اور ان کے اہل و عیال کو اپنی نعمتوں سے مالامال فرمادے۔ (آمین)

اولیائے مانکی شریف سے میرا خصوصی اور قدیم تعلق ہے۔ یہ ہمارے پیر ہیں اور میں بذاتِ خود ١٩٦١ء سے اس آستانہ کی برکتوں سے فیضیاب ہو رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے مانکی شریف کی مثال ایک ایسے سایہ دار درخت کی ہے جس کی شاخیں بہت دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ اس آستانہ کے مریدین اور معتقدین دنیا بھر میں موجود ہیں اور یہ مریدین مانکی شریف ہی تھے جنہوں نے ریفرنڈم پاکستان کے حق میں کامیاب کرایا اور اس تحریک کو پروان چڑھایا جو آج سے تقریباً دو سو برس قبل حضرت عبدالوہاب، پیر صاحب مانکی شریف نے اپنے مرشد حضرت اخوند صاحب سوات کے ہمراہ شروع کی تھی۔

اپنے اکابرین کی خدمات کو روشناس کرانے کا سہرا صاحبزادہ نبی الامین صاحب کے سر ہے جنہوں نے بھرپور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اسلاف کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا مظاہرہ کیا۔

(حافظ گل محمد)
مفتی، آستانہ عالیہ مانکی شریف

ایک قابل قدر کاوش

جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی تاریخ کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں علماء و مشائخ نے ترویج دین اور تبلیغ مذہب متین کے ساتھ ہی ساتھ اس دور کی سماجی اور سیاسی زندگیوں میں بھی اہم اور قابل ذکر کردار ادا کیا ہے انہوں نے سماجی برائیوں کے خلاف جہاد کیا اور صرف حق کو عام کرنے کی جدوجہد میں مقتل و زندان کا بھی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ مصلحت اور زمانہ سازی سے ان کو کبھی علاقہ نہیں رہا۔ حق کی تائید و حمایت میں ہمیشہ کمر بستہ رہے یہی وجہ ہے کہ اس خطہ کی تاریخ میں بادشاہوں اور حکمرانوں کا تذکرہ جس قدر اہمیت رکھتا ہے اسی قدر علماء و مشائخ کا تذکرہ بھی وقعت کا حامل ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک اور ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ہر موڑ پر علماء و مشائخ کی خدمات سے تاریخ کے صفحات پُر ہیں۔ خصوصاً تحریک پاکستان کے دوران تو علماء و مشائخ نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا کیوں کہ اس دور میں متحدہ قومیت کے حامی علماء کی ایک بڑی تعداد تحریک پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھی ایسے حالات میں مسلم قومیت کے حامی علماء و مشائخ کی ایک کثیر جمعیت نے آل انڈیا مسلم لیگ کے پروگرام کی تائید کا برملا اعلان کیا اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حق وہی تھا جس کی مسلم قومیت کے حامی علماء و مشائخ حمایت کر رہے تھے۔

تحریک پاکستان کے حوالے سے علماء و مشائخ کی خدمات کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یوپی سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا عبدالحامد بدایونی، سی پی میں مفتی برہان الحق جبل پوری، بہار میں حسین میاں پھلواروی، سندھ میں مولانا ظہور الحسن درس، مولانا غلام رسول قادری اور مفتی محمد ابراہیم ناظم یاسینی، پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا محمد بخش مسلم، پیر قمرالدین سیالوی، پیر غلام محی الدین گولڑوی، صوبہ سرحد میں پیر سید عبداللطیف زکوڑی اور پیر سید امین الحسنات مانکی شریف تحریک پاکستان کی کامیابی کے لیے ہمہ اوقات جدوجہد کر رہے تھے.... اس کے علاوہ علماء و مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد آل انڈیا مسلم لیگ سے بھی تنظیمی طور پر وابستہ تھی۔ مزید برآں ایسے علماء و مشائخ کی ایک کثیر تعداد بھی تحریک پاکستان کی حمایت میں مصروف و مشغول تھی جو مقبولیت کے اعتبار سے ثانوی حیثیت رکھتی تھی.... مرکزی حیثیت رکھنے والوں میں پیر سید امین الحسنات مانکی شریف کی ذات اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے صوبہ سرحد میں نہایت نامساعد حالات میں تحریک پاکستان کے لیے کام کیا۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد تک صوبہ سرحد میں نہ تو آل انڈیا مسلم لیگ کو تنظیمی طور پر کوئی خاص کامیابی حاصل ہوئی تھی اور نہ ہی تحریک پاکستان مقبول ہوئی تھی کیوں کہ اس علاقہ میں جہاں ایک طرف متحدہ قومیت کے حامی علماء کا اثر و رسوخ قائم تھا وہاں دوسری طرف کانگریس اور سرخپوشیوں کا زور تھا جس کی بناء پر مسلم قومیت کے حامی رہنماؤں کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہو پا رہی تھی۔ پیر صاحب مانکی شریف کی حمایت اور تعاون نے اس صوبہ میں نہ صرف مسلم لیگ کو تنظیمی طور پر مستحکم کیا بلکہ تحریک پاکستان کو عوام میں اس قدر مقبول بنایا کہ ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم میں صوبہ سرحد کے عوام نے پاکستان کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔

جامعہ کراچی کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید کا نہ صرف خود صوبہ سرحد سے تعلق ہے بلکہ وہ اس خطہ کے علماء و مشائخ کی تاریخ پر خصوصی دسترس رکھتے ہیں۔ پیر صاحب مانکی شریف پر ان کی پیش نظر تصنیف ہی ان کی علمیت اور تاریخ دانی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگرچہ اس قسم کے موضوعات سنجیدہ مطالعہ اور شدید تحقیق کے متقاضی ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر عبدالرشید نے نہایت مختصر سی مدت میں اس موضوع پر بنیادی معلومات کو یکجا کر کے مستقبل کے مورخ کے لیے ایک وقیع کتاب کی تصنیف کی بنیاد فراہم کر دی ہے۔

مجھے امید ہے کہ اہل علم ڈاکٹر عبدالرشید کی اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

احقر

(خواجہ رضی حیدر)

ڈپٹی ڈائریکٹر

قائداعظم اکیڈمی

۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء

ذکر محسنین .... نیکی ہے

صوبہ سرحد میں مانکی شریف کا خانوادہ اپنی دینی، روحانی اور سیاسی خدمات کی وجہ سے مشہور ہے ۱۹۴۵ء میں قائداعظم پشاور تشریف لائے تو مانکی شریف بھی تشریف لے گئے۔

مانکی شریف میں قائداعظم کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ مانکی شریف میں اس وقت ملک بھر سے علماء و مشائخ بڑی کثیر تعداد میں جمع تھے۔ قائداعظم نے اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کریں گے" تو تمام علماء و مشائخ نے انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا اور علماء میدان میں نکل آئے۔ ان بزرگوں کی تائید و حمایت کا صوبہ سرحد کی سیاست پر بڑا خوشگوار اثر پڑا اور مسلم لیگ ایک مضبوط جماعت کی صورت میں سامنے آئی پیر امین الحسنات صاحب بڑے مخلص اور با اثر بزرگ تھے۔ ان کے عقیدت مندوں کی تعداد بھی خاصی تھی انہوں نے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اس کے علاوہ پنجاب اور سندھ کے بھی دورے کیے۔

پیر صاحب نے قیام پاکستان کے بعد، کشمیر کی جنگ آزادی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے مرید بھی اس جنگ میں شریک تھے اور وہ خود بھی شریک رہے۔

پیر صاحب بڑے ہی بے نفس انسان تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا اللہ کے

لیے کیا انہوں نے پاکستان بن جانے کے بعد، کوئی عہدہ یا ممبری قبول نہ کی۔ قائد اعظم پیر صاحب مانکی شریف کا بڑا ہی احترام کرتے تھے اور ان کی رائے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر جب ان کا وصال ہو گیا تو بعد میں آنے والوں نے اپنے اس مخلص بزرگ (پیر مانکی) کی وہ قدر نہ کی جس کے وہ مستحق تھے، مگر اس کے باوجود وہ ان کے ساتھ بھی برابر تعاون کرتے رہے جو انہیں مسلم لیگ کے عام ممبر کا فارم دینے کے بھی روادار نہ تھے۔

پیر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات سے نوازا تھا ان میں مستقل مزاجی، تحمل و برداشت اور رواداری بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ پیر صاحب مسلم لیگ کی صحیح خطوط پر تنظیم کے آرزومند تھے وہ چاہتے تھے کہ پاکستان کے حکمران اس جماعت کے سامنے جواب دہ ہوں۔ وہ جمہوری اقدار کے علمبردار تھے انہوں نے اپنے چند احباب کے ساتھ مل کر جناح عوامی مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ پیر صاحب کے درجات کو مزید بلند فرمائیں اور ہمیں اپنے ان محسنوں کو یاد کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

برادرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید نے جو ہر لمحہ نیکیوں کے حصول میں فعال رہتے ہیں اولیائے مانکی شریف کے اس ذکر سے اپنی نیکیوں میں اضافہ کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو یوں ہی رواں دواں رکھے (آمین)

لیفٹیننٹ کرنل

(ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمان)

صدر

شعبہ عربی و اسلامیات

پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول

ایبٹ آباد

St. 2, Block 13 - A,
Gulshan - e - Iqbal,
University Road,
KARACHI - 47,
(Pakistan).
Phone :
Date
Ref. No.

دار العلوم القادریہ فی المرکز القادری

Darul - Uloom El - Kadiria

(El - Markaz El - Kadiri)

یہ تیرے پُراسرار بندے

حمد، اللہ رب العالمین کے لیے کہ یکتائی اس کی صفت ہے۔ درود و سلام "رحمۃ للعالمین" پر جن کو رہتی دنیا تک کے لیے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا اور رحمتیں اور سلام ان کی طیب آل، طاہر اصحاب اور ان کی امت کے اُن اولیاء، علماء و مشائخین کرام پر جن کے قول و فعل کی ہم آہنگی و یکسانیت نے انسانیت کو جینے کا قرینہ سکھایا خصوصاً ان چار خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم پر جن چار کی مناسبت و اتباع سے فرقہ ناجیہ اہل سنت کے مذاہب بھی چار پر مشتمل ہوئے یعنی حنفیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور مالکیہ۔ اسی طرح تزکیہ و تعلیمات باطنی (تصوف) کے فیضان کی چار نہریں جاری ہوئیں یعنی سلاسل قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے سرخیل اور پیشوا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں جن کی رفعت و شوکت کا اعلان "قدمی ہذا علیٰ رقبۃ علیٰ کل ولی اللہ" ایک طغرائے بے مثال ہے۔ انہوں نے علم و روحانیت کے جس پودے کی آبیاری آج سے نو سو سال قبل کی تھی اس نے اپنے ثمرات سے پورے عالم اسلام کو نوازا ہے۔ افریقہ و عرب کے صحراہوں، دجلہ ——————

وفرات، گنگا و جمنا، راوی و چناب، سندھ کے سرسبز و شاداب میدان ہوں، صوبہ
سرحد کے سنگلاخ پہاڑ، گھنے جنگلات اور سرسبز و شاداب وادیاں ہوں، ہر ایک کو
سلسلہ قادریہ کی خوشبو معطر کیے ہوئے ہے اور اب یہی خوشبو پیشِ نظر کتاب
"تصوف، اولیاء مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان" کی شکل میں، بتوسط
ڈاکٹر عبدالرشید، قارئین کے دل و دماغ کو معطر کرے گی۔ مزید یہ کہ نو سو سال
قبل کی گئی پیشگوئی "ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب" آج بھی دہرا رہی ہے اور یہ
کتاب اس پیشگوئی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے سلسلہ قادریہ دارلعلوم
قادریہ فی المرکز القادری کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ
جناب ڈاکٹر عبدالرشید، پروفیسر علومِ اسلامی، جامعہ کراچی کے سر یہ سہرا ہے کہ
انہوں نے اولیاء و مشائخین مانکی شریف (جن کی رگوں میں قادریت کا خون
رواں دواں ہے) کی علمی، روحانی، اصلاحی اور سیاسی خدمات، خصوصاً بسلسلۂ قیامِ
پاکستان کی تاریخ کو موجود و آنے والی نسل کے لیے کتاب ہذا میں محفوظ کر کے
اہلیانِ پاکستان کی طرف سے اعترافِ احسان و اظہارِ تشکر کا موجب بھی ہوئے
ہیں۔

اولیاء مانکی شریف کا یہ منفرد اعزاز ہے جو کسی اور خانوادے کو حاصل
نہیں کہ ان میں پیر حضرت عبدالوہاب جیسے غازی اور مجاہد غوثِ دوراں پیر
عبدالحق کی طرح متبحر عالم اور پیر حضرت عبدالرؤف جیسے اصلاح معاشرہ کے داعی،
حضرت امین الحسنات جیسے مدبّر سیاستدان اور آج کی نوجوان نسل کے لیے راہِ
ہدایت و عمل کا نمونہ حضرت شمسُ الامین اور نبی الامین جیسے پاکباز باصلاحیت
نوجوان شامل ہیں۔ ان عظیم ہستیوں کے تذکرے کے ساتھ ہی ڈاکٹر عبدالرشید
نے اپنی تصانیف کا عشرہ مکمل کرتے ہوئے جہاں "تلک عشرۃ کاملۃ" کا ثبوت
دیا ہے وہاں آفتابِ قادریت کی ضوفشانی، تجلی ریزی اور فیض رسانی ہم تک
پہنچانے میں "وسیلہ" بنے ہیں۔

وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً۔
اللہ تعالیٰ صاحبزادگان مانکی شریف، عزیزم ڈاکٹر عبدالرشید، ان کے جمیع
متعلقین، متوسلین و قارئین کو دین و دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز
فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بحرمت النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم و ببرکت
الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔

خاکپاء اولیاء

السید غلام جیلانی القادری عفی عنہ
سیکریٹری جنرل، المرکز القادری
وخادم ضریح الشریفہ غوث اعظم، بغداد

پاکستان مسلم لیگ صوبہ سرحد

حوالہ نمبر ________ تاریخ ________

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برصغیر پاک و ہند میں اکابرین مانکی شریف کی دینی و علمی خدمات، تاریخ اسلام کا ایک سنہری باب ہیں۔ جو تقریباً ڈیڑھ سو برس سے سینہ بسینہ ہم تک ایک اٹل حقیقت کی طرح منتقل ہوتی رہیں۔ لیکن بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر انسانیت کے ان محسنوں کے حالات زندگی اور تعلیمات رہتی نسلوں تک محفوظ کرنے کے لیے انہیں قلم بند کرنے کی کمی بھی ایک طویل عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔

ایسے حالات میں آپ کی کتاب "تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" کے بارے میں جان کر دلی طمانیت و خوشی ہوئی۔

آپ کی یہ کاوش ایک زندہ قوم کا فرد ہونے کی عملی دلیل ہے جو اپنے محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہے۔ اکابرین مانکی شریف کی بالخصوص اس خطہ سرزمین پر دین اسلام کی ترویج اور خصوصاً حضرت پیر امین الحسنات کا تحریک آزادی کے دوران بے مثال کردار ایسے عظیم کارنامے ہیں جنہیں اگر محفوظ نہ کیا جاتا تو یقیناً یہ تاریخ کے طالب علم کے لیے ایک انمٹ تشنگی کا ذریعہ بن جاتے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی یہ کاوش آئندہ نسلوں کے لیے ان عظیم اکابرین کی زندگی و تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ایک مستند سرمایہ ثابت ہوگا۔

حاجی محمد جاوید
وزیر حج، اوقاف، زکوٰۃ و عشر اور مذہبی و اقلیتی امور
جنرل سیکرٹری
پاکستان مسلم لیگ
صوبہ سرحد

صوبائی دفتر: سرحد مینشن، جی ٹی روڈ پشاور شہر

قابل تحسین کاوش

اولیائے مانکی شریف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ یہ حضرات صرف گوشہ نشین زاہد ہی نہیں تھے بلکہ انیسویں اور بیسویں صدی کے مصلحین، حریت پسند، صاحب بصیرت سیاستدان، اسلام کے نامور علماء اور بین الاقوامی شخصیت کی حامل ہستیاں تھیں۔

یہ پاکیزہ ہستیاں تجدید دین اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ بنی رہیں جو انگریزی حکومت کے روپ میں سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے آزاد قبائلی علاقوں کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

انیسویں صدی میں اولیائے مانکی شریف کے سلسلہ ہی کے بزرگ سید عبدالوہاب صاحب نے اپنے مرشد حضرت اخوند صاحب سوات کے ہمراہ انگریزوں کے خلاف جہاد کر کے ان کے قدم آگے بڑھنے سے روک دیئے تو بیسویں صدی میں اس سلسلے کے چوتھے مرد مجاہد حضرت امین الحسنات نے قیام پاکستان میں بنیادی کردار ادا کر کے فاتح ریفرنڈم، صوبہ سرحد کا اعزاز پایا۔

میرے لیے بڑی مسرت کا مقام ہے کہ ان حضرات کی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کا بیڑہ عزیزم ڈاکٹر عبدالرشید نے اٹھایا ہے جو یونیورسٹی کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ میرے کالج میں گزشتہ ایک دہائی سے پروفیسر ہیں اور یہ کتاب بھی ان کی دسویں تصنیف ہے۔ گویا تصنیف کی دہائی بھی پوری کرتے ہوئے "ڈبل" کا اعزاز پا رہے ہیں اور پھر اس کی طباعت کا اہتمام بھی اولیاء اکیڈمی

پاکستان کر رہی ہے۔

امید ہے کہ ان کا برین کی خدمات سے آگاہ ہوتے ہوئے ہماری آنے والی نسلیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں گی اور ملک و ملت کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں گی۔

(اظہر علی صدیقی)
صدر اولیاء اکیڈمی پاکستان
پرنسپل گورنمنٹ اسلامیہ لاء کالج
کمشنر پاکستان روور اسکاؤٹ
ایڈوکیٹ سپریم کورٹ۔ پاکستان

PROFESSOR
Dr. Ghulam Mustafa Khan
M.A., LL.B., Ph.D., D.Litt.

2. OLD UNIVERSITY CAMPUS
HYDERABAD, SIND

Dated............................

عزیز محترم ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کی فاضلانہ کتاب..........
"تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" دیکھی۔ ماشاء اللہ خوب لکھی ہے اور بڑی ضرورت کو انہوں نے خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کر دیا ہے۔ شروع میں تصوف کی ابتداء، ارتقاء اور اُس کی تاریخی حیثیت کو بیان کیا ہے اور اُن حکمرانوں کی دینی زندگی کا اجمالی خاکہ بھی ہے جو اولیائے کرام سے متاثر ہوئے تھے۔ پھر پاکستان کے مختلف بزرگوں اور ایسے سیاست دانوں کا ذکر بھی ہے جو "احسان"، تقویٰ اور خلوص کے علم بردار تھے۔ مانکی شریف ہمارے بزرگوں کے مشہور مراکز میں شمار ہوتا ہے۔ وہاں کی دینی اور سیاسی خدمات کا تحقیق کے ساتھ ذکر کرنا بڑی سعادت ہے۔

کتاب پر مختلف حضرات کے تاثرات درج ہیں راقم الحروف کی یہ چند سطریں ایک ضمیمہ کے طور پر ہیں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محترم کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور قوم کو اپنے دینی رہنماؤں کے احسانات کے اعتراف کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسے بزرگ ہی کہہ سکتے ہیں کہ..........

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
۲۔ اولڈ یونیورسٹی کیمپس
حیدرآباد، سندھ

تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان"

مصنفہ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید

حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ آپ پر سلسلۂ نبوت ختم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی یا رسول آیا ہے اور نہ تا ابد آئے گا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مکمل، دائمی، ابدی اور عالم گیر ہے۔ قران حکیم میں بھی ارشاد ہوا ہے، الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ترویج واشاعت کا فریضہ اولین طور پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے انجام دیا مگر اس اہم فریضے کو آگے بڑھانے اور تا ابد جاری رکھنے کے لیے امت مسلمہ میں سلسلہ ولایت قائم ہوا۔ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام، اللہ رب العزت کے وہ محبوب بندے ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنی زندگیاں اتباع رسول میں بسر کیں بلکہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنے گھروں سے نکلے اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ انہوں نے جابجا اصلاح نفوس اور لوگوں کی تربیت کے لیے خانقاہیں قائم کیں۔ ان روحانی مراکز سے ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا فیضیاب ہوتے رہے اور اس طرح یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور ہنوز پھیلتا جا رہا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں روحانی اصلاح اور تبلیغ دین کے جو مراکز قائم ہوئے ان میں آستانہ عالیہ مانکی شریف کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مانکی شریف صوبہ سرحد کی تحصیل نوشہرہ کے شمال مغرب میں بے آب و گیاہ پہاڑیوں کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی ہے مگر روحانی طور پر یہ خطہ بے حد زرخیز ہے اور تقریباً دو صدیوں سے مسلسل انسانیت کو روحانی و علمی اور سماجی و سیاسی اصلاح کا سامان بہم پہنچا رہی ہے۔ مانکی شریف کا سلسلۂ فیض حضرت شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمتہ سے شروع ہوا جو سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ تھے اور اکوڑہ خٹک سے نقل مکانی کر کے مانکی شریف میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کے سلسلہ فیض کو ان کے صاحبزادے مولانا عبدالحق ثانی رحمتہ اللہ علیہ اور پوتے حضرت شیخ عبدالرؤوف ثالث رحمتہ اللہ علیہ نے آگے بڑھایا۔ جس ہستی نے مانکی شریف کے فیض کو بام عروج تک پہنچایا اور اس سلسلے کو شہرتِ دوام بخشی وہ شیخ موصوف کے پڑپوتے حضرت شیخ محمد امین الحسنات مانکی شریف علیہ الرحمتہ تھے جنہوں نے علمی، روحانی، تبلیغی اور سیاسی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے مگر پیر صاحب موصوف کا سب سے بڑا کارنامہ صوبہ سرحد کا ریفرنڈم ہے جس کے ذریعے یہاں کے عوام نے پاکستان کے حق میں اپنا فیصلہ دیا اور یہ صوبہ مملکت خداداد پاکستان کا حصہ بنا۔

"تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان" مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، انہی علمی، روحانی، تبلیغی اور سیاسی مساعی کی خوبصورت داستان ہے۔ مصنف نے اس سارے ورثے کو اپنی مایہ ناز تصنیف میں اس طرح سمیٹ دیا ہے گویا کوزے میں بحرِ بے کراں کو بند کر دیا ہے۔ کتاب کے شروع میں تصوف پر محققانہ انداز میں سیر حاصل بحث کی ہے اور تصوف کی پوری تاریخ کو قاری کے سامنے رکھ دیا ہے۔ پھر خانوادۂ مانکی شریف کے حالات و واقعات کو

بیان کرتے ہوئے ان کی علمی وروحانی، دینی و تبلیغی اور سیاسی وملی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں تحریکِ پاکستان کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے اس ضمن میں پیر صاحب مانکی شریف رحمتہ اللہ علیہ کی بے پایاں خدمات کو واضح کیا ہے۔ یہ ساری معلومات مصنف نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے مستند حوالوں کے ذریعہ بہم پہنچائی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ملک کی اہم شخصیات سے جو انٹرویو لیے وہ نہایت اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس نہایت قابلِ قدر اور علمی تحقیق سرمائے کی تصنیف پر میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ اہلِ علم اور اہلِ ذوق حضرات اس علمی خزانے سے ضرور استفادہ کریں گے اور صاحبانِ معرفت اپنے دلوں کو جلا بخشیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔
آمین

اسلام آباد، ۲۶ دسمبر ۱۹۹۰ء (پروفیسر امتیاز احمد سعید)

علماء ومشائخ کی جدوجہدِ آزادی

قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں علماء ومشائخ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی تحریکِ ترکِ موالات ہو، تحریکِ خلافت ہو یا تحریکِ پاکستان ان حضرات نے اپنی بھرپور کاوشوں سے مسلمانوں کو ہمیشہ فعال رکھا۔ اس سلسلہ میں جہاں مولانا شبیر احمد عثمانی، سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف، پیر سید جماعت علی شاہ، خواجہ قمرالدین سیالوی کے نام تاریخی اوراق کی زینت ہیں وہاں اولیائے مانکی شریف کا سلسلہ اسی اعتبار سے تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی شخصیت حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے جس تحریکِ آزادی کا آغاز آج سے سواسو برس قبل کیا تھا اس کا کامیاب نتیجہ حاصل کرنے کی غرض سے حضرت سید امین الحسنات، پیر مانکی شریف نے فاتح ریفرنڈم بن کر مسلمانوں کو آزادی کی نعمت سے نوازا۔

آج تک ان حضرات کی خدمات کو بطریقِ احسن اُجاگر نہیں کیا گیا جبکہ پاکستان کے ان محسنین پر تحقیق کی ضرورت تھی تاکہ ان کی جدوجہد وخدمات کو سامنے لایا جائے۔

مجھے خوشی ہے کہ سرحد کے ایک لائق فرزند ڈاکٹر عبدالرشید نے اولیائے مانکی شریف پر قلم اٹھایا۔ اس سے قبل میں ان کی ایک تحقیق "اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد" کا مطالعہ کر چکا ہوں اور ان کے ذوقِ تحقیق اور ذوقِ تصوف دونوں سے متاثر ہوا اور اب "تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریکِ پاکستان" کا مسودہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس کتاب میں عزیزم نے بڑی دقت نظر سے تحریکِ پاکستان اور اس دور کے معروضی حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور خصوصیت کے ساتھ اولیائے مانکی شریف کا ایک وقیع ریکارڈ اہلِ وطن کے سامنے پیش کیا۔ مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب مانکی شریف کے بعد دوسرے علماء ومشائخ کی جدوجہد آزادی پر بھی قلم اٹھائیں گے۔

کوثر نیازی
اسلام آباد
۲۸، اگست ۱۹۹۱

اولیائے مانکی شریف... ایک دینی، اصلاحی و سیاسی تحریک

جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس خطہ کے علماء و مشائخ نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں کی سماجی اور سیاسی زندگیوں میں بھی قابلِ ذکر کردار ادا کیا۔

اولیائے مانکی شریف بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ حضرت عبدالوہاب سے لے کر موجودہ سجادہ نشین حضرت شمس الامین صاحب کی دینی، سماجی اور سیاسی خدمات کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کرنے کی اشد ضرورت تھی اور مجھے خوشی ہے کہ عزیزم ڈاکٹر عبدالرشید نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے مانکی شریف نے اصلاح معاشرہ کے عمل کی بنیاد تصوف پر رکھ کر نہ صرف اس خطے کے عوام کو اسلام کی محبت سے سرشار کر دیا بلکہ انہیں ایک الگ وطن دلانے کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کیا اور حضرت سید امین الحسنات، پیر مانکی شریف نے فاتح ریفرنڈم کا اعزاز پایا۔

اولیائے مانکی شریف سے میری عقیدت کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ان حضرات نے اصلاح معاشرہ کے ذریعہ آدمیت کی خدمت کی اور میرے نزدیک یہی سب سے بڑی عبادت ہے جو خالق کائنات تک رسائی کا سبب بنتی ہے۔

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

امید ہے یہ کاوش قارئین کی معلومات میں تصوف اور تحریکِ پاکستان کے حوالہ سے قیمتی معلومات کے اضافہ کا سبب بنے گی۔

(پروفیسر جی، جے، پریشان خٹک)
چیئرمین
یونیورسٹی گرانٹس کمیشن۔ اسلام آباد
۲۸، اگست ۱۹۹۱ء

حصولِ پاکستان اور اہلِ سرحد

سرحد کے غیور پٹھان ادنیٰ اعلیٰ خورد وکلاں!
ہے ان سب کا ایک بیان لے کے رہیں گے پاکستان
کچھ بھی ہو اہل ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان

لے کے ہاتھوں میں قرآن آ نکلے رن میں افغان
کر دیا سب نے یہ اعلان لے کے رہیں گے پاکستان
کچھ بھی ہو اہل ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان

تیغ و تیر ہو یا کرپان ڈرتے نہیں مرد میدان
خوب یہ سن لو دھر کر کان لے کے رہیں گے پاکستان
کچھ بھی ہو اہل ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان(۱)

---

(۱) آغا چمن شاہ حیدری قلندر

تحریک پاکستان میں خواتین سرحد کا کردار

خاک ارض پاک کی شیدائیو تم پر سلام
منزل عقل و خرد کے راہیوں تم پر سلام
آسمان زیست کو تابندگی تم سے ملی
عظمت اسلام کو پائندگی تم سے ملی،
تم محبت بھی ہو لیکن واقف پیکار ہو
تم نے ثابت کر دیا تم آہنی دیوار ہو
تم دوپٹوں کو بنا کر پرچم ملت اٹھیں
تم دعاؤں سے سجا کر پیکر غیرت اٹھیں،
کار زار زندگی میں صورت شمشیر تم
ندرت فکر و عمل کی جاگتی تصویر تم
جب وطن کے واسطے بیٹی وطن کی تن گئی
ہر لہو کی بوند پیشانی کا جھومر بن گئی
ملت بیضاء کو اپنی بیٹیوں پر ناز ہے
ان کی پاکیزہ نگاہیں قوم کا اعزاز ہے
ان کی قربانی سے رنگین داستان ارض پاک
ان کی خوشبو سے مزین گلستان ارض پاک
سینکڑوں صدیوں کی کشت و خون کا حاصل، یہ زمین
ملت اسلام کی جان، یہ زمین، دل یہ زمین،(۲)

---

(۲) محسن احسان

ابتداء

ابتداء اس رب کریم ورحیم کے نام سے جس نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ بے حساب درود و سلام اس رحمۃ للعالمین پر جو سلسلہ رشد ورہنمائی کی انتہاء ہیں اور ان گنت رحمتیں ان اولیائے کرام پر جنہوں نے "کنتم خیر امۃ" (۳) کی تفسیر بن کر انسانیت کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام کے ہاتھ ہمیشہ ملت کی نبض پر اور دماغ تجدید واحیاء دین کی تدابیر سوچنے میں مصروف رہا اور ذہنی انتشار کے خاتمہ کے لیے اس جماعت نے وہ عظیم کارنامہ انجام دیا کہ انسانیت کی تقدیر بدل کر رکھ دی کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۴)

قارئین گرامی قدر!

اولیائے کرام نے اصلاح معاشرہ کے لیے جو سعی کی وہ کسی مدرسے میں بیٹھ کر اور منبر پر کھڑے ہو کر نہیں بلکہ خانقاہوں اور حجروں میں بوریہ نشین بن کر رشد وہدایت سے دلوں کو عرفان کی ایسی روشنی بخشی کہ وہ روشنی پھیلتی گئی اور آج جہاں جہاں اخلاقی قدریں منور ہیں وہ انہیں ہستیوں کی روشن کردہ شمع کے مرہون منت ہیں۔

ایسی ہی لازوال ہستیوں میں اولیائے مانکی شریف ہیں جنہوں نے رشد وہدایت کی شمع ایسے دور میں روشن کی جبکہ معاشرے پر انحطاطی رنگ چھایا ہوا تھا۔

---

(۳) قرآن، سورہ ۳، آیت ۱۱۰

(۴) کلیات اقبال۔ ڈاکٹر محمد اقبال، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۲ء

اسی دور تنزل و انحطاط میں اولیائے مانکی شریف نے احیائے ملت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو کوششیں کیں وہ نہ صرف صوبہ سرحد، پاکستان، برصغیر پاک و بھارت بلکہ عالم اسلام کی تاریخ میں عموماً اور تصوف میں خصوصاً ہمیشہ زریں الفاظ سے لکھی جائیں گی۔

میری یہ کوشش بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ (۵)

اولیائے مانکی شریف کی تاریخ تقریباً دو سو سال (۱۸۶ برس) کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس تاریخ کے کردار صرف بوریہ نشین ہی نہ تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں دنوں کے مجاہد اور راتوں کے زاہد تھے جن کی روحانی قوت نے دلوں کو مسخر کیا اور قوت بازو نے اپنے دور کی (SUPER POWER) کے خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیئے۔ (۶)

اس سلسلے کی پہلی کڑی حضرت عبدالوہاب صاحب ہیں جنہوں نے عوام کو، راہ توحید و رسالت پر مستقیم کیا اور ۱۸۶۵ء میں انگریزوں کی یلغار کے آگے

---

(۵) یہ مارچ ۱۹۸۹ء کی بات ہے کہ جب میں پشاور یونیورسٹی کی دعوت پر اپنی کتاب "صوفیائے خٹک" کی تقریب رونمائی میں شرکت کے لیے پشاور میں تھا تو سینیٹر غلام فاروق صاحب کے توسط سے ڈین ہوٹل کے ایک کمرہ میں میری ملاقات پیرزادہ نبی امین صاحب سے ہوئی۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کا اظہار فرمایا اور یوں اس پروجیکٹ......

"تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" کی ابتدا ہوئی اور آج، الحمدللہ اس کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اس عرصہ میں مجھے بیرون ملک کانفرنسوں / سیمینارز میں شرکت کی غرض سے ترکی، مصر، تھائی لینڈ، برطانیہ اور اٹلی کا سفر کرنا پڑا جس کی وجہ سے کام میں تاخیر ہوئی اور پھر یہ انہی حضرات کی برکت تھی کہ پچھلے ۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء یعنی ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر میری کتاب سیرت "تجانان سوزش نبی" کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

(۶) ۱۸۵۶ء کی "جنگ امبیلہ" میں پیر عبدالوہاب صاحب اپنے مرشد، غوث الزماں حضرت عبدالغفور صاحب سوات کے شانہ بشانہ شریک تھے۔ انگریز نے اپنی پوری قوت اور سیاسی چالوں کے باوجود شکست سے بچنے کے لیے صلح کی درخواست کی جو اس شرط پر منظور کی گئی کہ انگریزی فوجیں اس علاقے سے فوراً واپس چلی جائیں اور انگریز یہاں سے ایسے واپس لوٹا کہ اسے پھر کبھی بھی ہمت نہ ہو سکی کہ سوات و بنیر پر فوج کشی کرے۔

سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔ آپ کی انہیں روحانی اقدار اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے خوش ہو کر حضرت اخوند صاحب سوات نے آپ کو اپنے خاص مریدین کے زمرے میں شامل کرتے ہوئے خلافت سے نوازا۔ (۷)

وقت کے ساتھ ساتھ ہر دور میں اولیائے مانکی شریف نے اپنی علمیت، روحانیت اور سیاست سے خلق خدا کی رہنمائی کی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے نیز یہ سب کچھ ان حضرات نے تعلیمات تصوف کے حوالہ سے کیا یعنی اپنے قول و فعل کی یکسانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت کرتا چلوں اور وہ یہ کہ آج، خاص کر ہمارے تعلیم یافتہ دوست واحباب تصوف اور اس کے اداروں پر جو اعتراض کرتے ہیں، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں وہ اس لیے نہیں کہ یہ حضرات تصوف کے خلاف ہیں بلکہ وہ تصوف اسے سمجھتے ہیں جس کا مظاہرہ آج مختلف آستانوں پر یا عرسوں کے موقع پر کیا جاتا ہے، یہ تو مجاورانہ حرکتیں ہیں جن کا ذکر تو بندہ سحر گاہی، اقبال کر ہی چکے ہیں کہ........

قم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (۸)

اگر یہ حضرات اہل تصوف کی اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں کہ وہ بیعت اس لیے نہیں لیتے کہ مریدین کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کریں گے بلکہ وہ تو بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس اتباع میں لیتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

---

(۷) حضرت اخوند صاحب سوات، آپ کے پیر و مرشد ہیں جن کا تفصیلی ذکر باب چہارم میں کیا جا رہا ہے جن کی وفات کے بعد بھی آپ کے خلفائے کرام نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیے رکھا جن میں نجم الدین صاحب ہڈے ملا متوفی ۱۳۱۹ھ اور مولانا عبدالوہاب صاحب، پیر مانکی شریف متوفی ۱۳۲۲ھ پیش پیش تھے۔

(۸) کلیات اقبال۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ بحوالہ سابقہ۔

يا ايها النبي اذا جاءك المومنات يبايعنك على ان لايشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولايزنين ولايقتلن اولادهن ولايأتين ببهتان يفترينه بين ايديهن وارجلهن ولايعصينك في معروف فبايعهن واستغفرلهن الله ان الله غفور رحيم۔ (۹)

ترجمہ:۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب آئیں آپ کے پاس مسلمان عورتیں اس پر بیعت کرنے کے لیے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ قتل کریں گی اپنی اولاد کو اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (موضع ولادت) میں اٹھائیں اور تمہاری نافرمانی نہ کریں گی نیکی میں۔ تو بیعت لو ان سے اور مغفرت چاہو ان کے لیے اللہ سے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سے مختلف مواقع پر بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً:

۱۔عبادہ بن الصامت وكان شهد بدرا وهواحد النقباء ليلة العقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بايعوني على ان لا تشركوا بالله شيا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادكم ولاتاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفى منكم فاجره على الله ومن اصاب من ذلك شيا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيا ثم ستره الله فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه على ذلك (۱۰)

ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات ایک نقیب تھے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی فرمایا تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے۔

(۹) قرآن۔ سورہ ۶۰۔ آیت ۱۲

(۱۰) الصحیح البخاری، بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، دہلی، مطبع مجتبائی ۱۳۲۱ھ، کتاب الایمان۔

زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، کسی پر بہتان نہ لگاؤ گے اور نیک کاموں میں نافرمانی نہ کرو گے تو جو کوئی تم میں سے اس عہد کو پورا کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اسے اس کی سزا مل جائے تو اس کا کفارہ بن جائے گی اور اگر کوئی غلط کاموں میں مبتلا ہوا اور اللہ اس کا پردہ رکھ لے تو وہ اللہ کے سپرد ہو گیا چاہے تو آخرت میں عذاب دے اور چاہے معاف کر دے پھر ہم نے ان باتوں پر آپ سے بیعت کی۔

۲۔ "عن جرير بن عبدالله قال بايعت النبي، صلى الله عليه وسلم على اقام الصلوٰة و ايتاء الزكوٰة والنصح لكل مسلم۔" (۱۱)

ترجمہ:۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی پر بیعت کی تھی۔ اہل تصوف بھی صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے بیعت و خلافت کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں اور عوام الناس سے اسلامی احکام پر عمل کروانے کے لیے انہیں بیعت کرتے ہیں۔ اگر ان حضرات کو اس تصوف سے آگاہ کر دیا جائے تو وہ یقیناً اس کی برکتوں سے استفادہ کی بھرپور کوشش کریں گے۔ کیونکہ جب انسان روحانی عروج پر پہنچ کر اپنے آپ کو محبت الٰہی کے لیے وقف کر دیتا ہے تو پھر اس کا مقام یہ ہو جاتا ہے کہ فاذا احببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها (۱۲)

ترجمہ:۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ

(۱۱) الصحیح البخاری۔ کتاب الایمان۔ بحوالہ سابقہ

(۱۲) الصحیح البخاری، (کتاب الاستئذان) بحوالہ سابقہ۔

چلتا ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ اس حدیث قدسی میں سے یہ چند نکات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کی ہر ادا کو اللہ اپنی صفت قرار دے دیتے ہیں۔

انہیں طرح کے اوصاف سے متصف، اولیائے مانکی شریف کی علمی، اصلاحی اور سیاسی خدمات پر مشتمل یہ کتاب قارئین کی نذر ہے۔

یہ کتاب اس مقدمہ کے ساتھ ساتھ چھ ابواب اور اختتامیہ پر مشتمل ہے۔

پہلا باب تصوف کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے جس میں قرآن و حدیث اور اقوال صوفیہ کے حوالوں سے ان بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ تصوف دین سے کوئی الگ شے نہیں ہے بلکہ دین ہی کا ایک حصہ ہے اور وہ بھی اہم حصہ یعنی اصلاح باطن۔

دوسرے باب میں تصوف کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لیتے ہوئے عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ میں تصوف کی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور پھر صوفیائے متقدمین اور متاخرین کے موضوعات مقرر کر کے ان ادوار کے اہم اولیائے کرام کے علمی ورثہ تصوف پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کی صورتحال واضح کی گئی ہے۔

تیسرے باب میں اسلامی تاریخ کے آئینے میں تصوف کی عالمی حیثیت کا تعین اس طرح کیا گیا ہے کہ پورے عالم اسلام کے ساتھ ساتھ برصغیر پاکستان و بھارت میں تصوف کی حیثیت متعین کرتے ہوئے صوبہ سرحد کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔

چوتھے باب کا تعلق تصوف کے اس حوالے سے ہے جو اسے اولیائے مانکی شریف نے دیا۔ اور یہ باب مانکی شریف کے سلسلہ کے پہلے بزرگ حضرت عبدالوہاب صاحب سے لے کر حضرت عبدالرؤف صاحب پر مشتمل ہے۔ جس

میں مانکی شریف کے تین بزرگوں کی خدمات عالیہ کا ذکر ہے۔

پانچویں اور چھٹے باب میں مانکی شریف کے سلسلے کی اہم شخصیت حضرت سید محمد امین الحسنات کی علمی، اصلاحی اور سیاسی خدمات بیان کی گئی ہیں کہ کس طرح اس مرد مجاہد نے اپنی علمی، سماجی اور سیاسی خدمات سے صوبہ سرحد کی تقدیر بدل کر رکھ دی اور یہی باب اس کتاب کے تصنیف کا اصل سبب ہے کہ ہم اپنے اکابرین کے احسانات کا نہ صرف شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں شایان شان طریقے پر خراج عقیدت پیش کریں بلکہ ان کی اس امانت، مملکت خداداد پاکستان کے لیے ان کی قربانیوں کو نظیر بنا کر اس کے استحکام کے لیے اپنا اپنا حق ادا کریں۔

میں رب العزت کے حضور سجدہ شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے مجھے ان اولیائے کرام کے طفیل دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح میدان علم میں بھی وہ کچھ عطا کیا کہ جو میں صرف مکتب سے حاصل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس طرح کی فضا کے لیے اللہ کے ان نیک بندوں کی تلاش میں دشت نوردی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا خوب فرمایا حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے......

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیابان میں فاروقی و سلمانی(۱۳)

اور یہ دشت نوردی اس لیے بھی ضروری ہے کہ ایک علم ہی فلاح انسانی کے لیے کافی نہیں کیونکہ اگر علم، حرص اور جاہ و جلال کے لیے حاصل کیا جائے تو ایسے علم سے اس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا جس کا ذکر حضرت بلھے شاہ نے کیا ہے......

---

(۱۳) کلیات اقبال۔ ضرب کلیم۔ بحوالہ سابقہ۔

پڑھ پڑھ نفل نماز گذاریں
اچیاں بانگاں چانگاں ماریں
منبر چڑھ کے وعظ پکاریں
تینوں کیتا حرص خوار
علموں بس کریں اویار
علموں بس کریں اویار

ترجمہ:- خوب اونچی اونچی اذانیں دینے، نہ صرف فرض بلکہ نفل نمازیں بھی پڑھنے اور منبر پر کھڑے ہو کر دلکش وعظ کہنے سے کیا فائدہ اگر تو یہ سب کچھ حرص نفسانی کے لیے کر رہا ہے اگر ایسا ہے تو اے دوست ایسے علم کو چھوڑ دے، ایسے علم کو چھوڑ دے (اس سے کچھ فائدہ نہیں)

اسی لیے علم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم باطنی کی بھی ضرورت ہے۔ اور علم باطن اللہ کے ان ولیوں ہی کے طفیل نصیب ہوتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملا
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ کتاب کی تصنیف کا اعزاز تو ایک نام ہی حاصل کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ متعدد ایسی شخصیتیں ہوتی ہیں کہ جن کا اس تصنیف میں اپنی اپنی جگہ اہم کردار ہوتا ہے۔

میری اس کوشش میں بھی میرے استاد محترم، پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹیڈیز و ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر، کراچی یونیورسٹی کی رہنمائی، خٹک قوم کی قابل فخر ہستی سینیٹر غلام فاروق صاحب کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی، حضرت شمس الامین صاحب، پیر مانکی شریف کی نگاہ کرم، والدین اور بزرگوں میں سے حاجی سرفراز صاحب، حاجی حنیف طیب

صاحب، گورنمنٹ اسلامیہ لاء کالج کے پرنسپل اور اولیاء اکیڈمی پاکستان کے صدر پروفیسر اظہر علی صدیقی صاحب وزارت منصوبہ بندی کے سیکریٹری اور اولیاء اکیڈمی پاکستان کے ایک سرپرست جناب ایم، آئی، کے خلیل صاحب کی دعائیں۔ برادرم محمد قائم خان ایڈوکیٹ، علامہ سعید الرحمان، عزیزی یاسمین کوثر، لیکچرار اسلامیات نیشنل گرلز کالج گوجر نوالہ، ڈاکٹر عبدالخالق، پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج، راولاکوٹ، آزاد کشمیر، جنہوں نے میری زیر نگرانی پی ایچ ڈی مکمل کی اور اب تحقیق کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں، میرے ریسرچ پروجیکٹ کے (DATA COLLECTOR) اور میرے عزیز شاگرد خالد اقبال جیلانی، وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد سے سید آل احمد رضوی، عبدالاحمد حقانی، بشیر حسین ناظم اور حبیب الرحمان صاحبان کی مختلف مواقع پر علمی رفاقت شامل ہے۔

خصوصی شکریہ غلام فاروق صاحب کے ذاتی سیکریٹریز محترم حبیب اللہ اور عبد الغفور خان صاحبان کا کہ جنہوں نے کراچی سے خیبر تک خانصاحب سے میرا رابطہ قائم کیلئے رکھا۔ (۱۴)

میرے دوران سفر صوبہ سرحد کتاب کے مواد کی تلاش، خصوصاً انٹرویوز کے سلسلہ میں حافظ گل محمد صاحب مفتی آستانہ عالیہ مانکی شریف اور لیاقت باچا صاحب ہمہ وقت ہمارے ساتھ رہے اسی طرح آستانہ عالیہ کے خادم گل نظیف اور وکیل صاحبان کا ذکر بھی انتہائی ضروری ہے کہ انہوں نے پیر صاحب اور نبی الامین صاحب کے احکام کی پوری طرح بجا آوری کرتے ہوئے میری بھرپور خدمت کی۔ ان حضرات اور مانکی شریف کے تمام مریدین و معتقدین کو اللہ تعالیٰ

---

(۱۴) غلام فاروق صاحب کی کراچی کی رہائش کلفٹن، صوبہ سرحد کی رہائش پشاور اور پھر سینیٹ کے اجلاس کے دوران رہائش اسلام آباد میں ان ہی حضرات کے توسط سے خان صاحب سے میرا مکمل رابطہ رہا جس کی وجہ سے ہر ہر قدم پر آپ کی رہنمائی حاصل رہی۔

اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور اولیائے کرام کے فیوض و برکات کے طفیل اجر عظیم عطا فرمائیں (آمین)۔

صاحبزادہ نبی الامین صاحب، آستانہ عالیہ مانکی شریف نے کتاب، قارئین تک پہنچانے میں ابتداء سے لے کر آخری وقت تک جو جدوجہد کی ہے اس کا الفاظ میں شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں بس اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ کتاب میں جتنی بھی خوبیاں ہیں وہ سب کی سب آپ کے طفیل ہیں اور جو کوتاہیاں ہیں وہ میری وجہ سے ہیں۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ میں نے اب تک جو کچھ بھی لکھا ہے اس کی بنیاد میری باجی شہزادی شمع کریم کی خصوصی توجہ، شہزادہ جنید کریم کی دعائیں، انور بھائی (صدیقی صاحب) اور نصر اللہ بھائی کی وہ نیک تمنائیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مجھے یہ حوصلہ ملا کہ میں نے ہر آزمائش کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے قلم کی رفتار کو رواں رکھا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کے طفیل مجھے ہمیشہ ایسا ہی حوصلہ عطا فرمائے (آمین)

اولیائے مانکی شریف کی تاریخ، تصوف اور سیاست کے حوالہ سے میں نے بڑی احتیاط سے رقم کی ہے اور ۱۹۹۰ء تک کے اہم واقعات اور اس سلسلے کی خدمات جلیلہ کو تاریخی اوراق میں محفوظ کرنے کی اپنی سی سعی کی ہے۔
اگر میری یہ سعی مشکور ہوتی ہے تو یہ بھی ان اولیائے کرام ہی کی برکتوں کے طفیل ہوگی، میرا مقصد تو صرف ان حضرات کی خدمات سے عوام کو روشناس کرانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں.......

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

عبدالرشید
بی-۱۳
اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونیورسٹی،
کراچی ۷۵۲۷۰
پاکستان
فون: ۴۷۹۵۴۲۲
۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء

باب اول

تصوف کی شرعی حیثیت

الطبقات الکبریٰ کے مصنف علامہ عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں کہ ....."علم تصوف اس علم کا نام ہے جو اولیاء کے دلوں میں اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب و سنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں" (۱۵)

علامہ شعرانی کا یہ بیان اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی شئے نہیں بلکہ شریعت پر دل کی گہرائیوں سے عمل کرنے کا نام تصوف ہے اور اسی کی وضاحت قرآن کریم کی اس آیت میں ملتی ہے....

"الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ الذین آمنوا و کانوا یتقون" (۱۶)

ترجمہ:—— یاد رکھو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے اولیاء اللہ کی دو خصوصیات کا ذکر کیا ہے یعنی اللہ پر ایمان اور اس کا خوف اور یہی وہ خصوصیات ہیں جنہیں علم تصوف میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خصوصاً تقویٰ کا حصول ہی اولیاء کا مقصد رہا ہے اور یہی تقویٰ شریعت کے بنیادی ماخذ یعنی قرآن کے پیش نظر ہے۔ اسی لیے قرآن کے بارے میں واضح کر دیا گیا کہ اس کی ہدایت سے مشرف وہی ہو سکیں گے جو اہل تقویٰ ہیں... ہدی للمتقین (۱۷) اور پھر انہی اہل تقویٰ کی مختلف خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ہدایت یافتہ قرار دیتے ہوئے ان کے لیے کامیابی و کامرانی

---

(۱۵) مقدمہ الطبقات الکبریٰ۔ عبدالوہاب بن احمد شعرانی۔

(۱۶) قرآن سورہ نمبر ۱۰۔ آیت ۶۲۔۶۳

(۱۷) قرآن۔ سورہ ۲، آیت ۲

کی نوید ہے کہ.....

اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون (۱۸)

ترجمہ: یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی پورے کامیاب

قرآن کے بعد اگر احادیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نظر کی جائے تو بھی معیار انسانیت تقویٰ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا....

ترجمہ: تم سب آدم (علیہ السلام) سے ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) اللہ کے نزدیک بڑائی صرف تقوی کی بناء پر ہے (۱۹)

اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ اہل تقوی کی پہچان تصوف کے حوالہ سے کیوں اور کیسے ہوئی؟

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام یعنی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی موجودگی میں ایک مومن کسی اور نام کو کیسے پسند کر سکتا تھا۔ بعد میں یہی حالت تابعین اور تبع تابعین کی تھی کہ وہ اپنی پہچان سرکار جہاں کے حوالے ہی سے کرانا پسند کرتے تھے۔ اس کے بعد اہل تقویٰ یعنی وہ حضرات جنہوں نے اپنی حیات اسوہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے وقف کر دی تھی۔ لوگوں نے ان کے تقوی کی بنا پر الگ لقب سے پکارنا شروع کیا بالکل اسی طرح جیسے مختلف علوم کے ماہرین کے لیے الگ پہچان ہو گئی مثلاً تفسیر کے لیے مفسرین، حدیث کے لیے محدثین، فقہ کے لیے فقہی اور فلسفہ کے لیے فلسفی اور وہ مومنین جن کے دل یاد الٰہی میں صاف وشفاف آئینہ کے مانند ہو چکے تھے وہ تصوف کے حوالہ سے صوفیہ اور اللہ سے خصوصی تعلق کے حوالہ سے اولیاء اللہ کے ناموں سے

(۱۸) قرآن سورہ ۲، آیت ۵

(۱۹) من خطبہ فی حجتہ الوداع۔

پہچانے جاتے رہے۔ گویا ابتداء اسلام ہی سے تصوف کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی کوشش کی جائے اور عبادات کو مقصود حیات سمجھتے ہوئے نفس کو اللہ کے خوف کے تابع کرتے ہوئے تزکیہ باطن کیا جائے اور یہی تزکیہ باطن ہے جس کی تعلیم قرآن وحدیث کے ذریعہ دی گئی۔

قرآن وحدیث کے حوالہ سے تصوف پر بحث کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اس لفظ کی وضاحت کر دی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف اور صوفی کو سمجھنے کے لیے ان کی فنی تعریف ضروری ہے۔ اور بہترین فنی تعریف شیخ الاسلام ذکریا انصاری کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں...... "تصوف ایک علم ہے جس سے نفوس کی پاکی، اخلاق کی صفائی اور ظاہر و باطن کی آبادی اور آراستگی کے احوال معلوم ہوتے ہیں اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے۔" (۲۰) اور جہاں تک صوفی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ اس کے بعد تجسس کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ آپ تمام محققین کی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں..... "لوگوں نے اس اسم کی تحقیق میں بہت کلام کیا ہے اور کتب تصنیف کی ہیں کہ صوفی کو لباس صوف پہننے کی بنا پر صوفی کہا جاتا ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو اس لیے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ اول صف میں ہوتا ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اصحاب صفہ کو دوست رکھنے والا صوفی کہلاتا ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اسم لفظ صفا سے مشتق ہے۔ اگرچہ ان معانی کو باعتبار لغت اس اسم سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس صفائی جملہ امور میں پسندیدہ ہے اور اس کی ضد کدورت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "دنیا کی صفائی (لطافت) چلی گئی اور کدورت باقی رہ گئی اور اشیاء کی لطافت نام ہے ان اشیاء کی صفا کا اور اسی طرح اشیاء کی کثافت نام ہے اس کی

(۲۰) شرح الرسالہ القشیریہ۔ ذکریا انصاری ۱: ۹

کدورت کا۔ پس چونکہ اہل تصوف نے اپنے اخلاق و معاملات کو سنوار لیا ہے اور جملہ نفسانی تقاضوں اور خواہشات کو ٹھکرا دیا ہے اس لیے ان کو صوفی کہتے ہیں۔"(۲۱)

الفاظ تصوف اور صوفی کی اس وضاحت کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تصوف ایک علم ہے جس پر عمل کرنے والا صوفی کہلاتا ہے اور صوفی کی پہچان یہ ہے کہ اس کے خیالات اس کے لباس اور اس کے اخلاق و کردار سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کا بے پناہ اظہار ہوتا ہے اور جو اپنے اسی عمل سے دکھی انسانیت کو سکون بخشتا ہے اور جب وہ اس مقام کو پالیتا ہے تو پھر اسے دنیا کی بادشاہت بھی ہیچ نظر آتی ہے۔ ایک حکایت میں کیا خوب اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ "ایک بادشاہ کے وزیر کو اللہ نے جب اپنی محبت عطا کی تو وہ دربار سے کنارہ کش ہوگیا۔ بادشاہ نے اسے بلوایا اور پوچھا کہ تو کیوں دربار سے الگ ہوا۔ جس پر اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ میں نے تم سے بہتر بادشاہ کے دربار تک رسائی حاصل کرلی ہے۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے پوچھا کہ مجھ سے بہتر بادشاہ تجھے کون نظر آگیا؟ وزیر نے جواب دیا کہ وہ بادشاہ یقیناً تم سے بہتر ہے جو مجھے کھلاتا ہے مگر اسے خود کھانے کی ضرورت نہیں اور تمہارا حال یہ ہے کہ جب تک تمہیں کھلایا نہ جائے تم مجھے کھلا نہیں سکتے، تم سے بہتر وہ بادشاہ ہے جو مجھے سلاتا ہے لیکن اسے نیند نہیں آتی اور تمہارا حال یہ ہے کہ جب تک تم سو نہ جاؤ میں سو نہیں سکتا، تم سے بہتر بادشاہ وہ ہے کہ میری خطائیں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں وہ مجھے معاف کر دیتا ہے لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ معمولی قصور پر بھی گرفت کرتے ہو، تم سے بہتر بادشاہ وہ ہے جب میں اس کی خدمت میں لگا تو پوری کائنات میری خدمت کرنے لگی اور سارا جہاں میرا خدمت گار بن گیا اور تمہاری

(۲۱) کشف المحجوب۔ سید علی ہجویری داتا گنج بخش۔ لاہور۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء

خدمت کا یہ حال تھا کہ میں اس بات پر مجبور تھا کہ تمہارے ہر چاہنے والے کی خدمت کروں تاکہ وہ تم سے میری شکایت نہ کرے۔ یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا تم نے سچ کہا کہ بے شک وہ مجھ سے بہتر ہے اس کے دربار سے منسلک رہو اور اس کی اطاعت کو غنیمت سمجھو۔" (۲۲) اور یہ حقیقت بھی ہے کہ

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو، ہیں تیرے گدا، دارا و جم

گویا تصوف نام ہے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رسائی کے لیے پاک وصاف کرنے کا اور جو یہ عمل کرلیتا ہے تو وہ صوفی کہلاتا ہے اور جس پر قائم رہنے کے لیے اسے خلوص نیت، توبہ، شکر، توکل، حسن خلق، خوف، فقر، زہد، تفکر، مراقبہ، مجاہدہ اور استقامت جیسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور ان سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے بعد اسے محبت الٰہی حاصل ہوجاتی ہے۔ جو کہ معراج عشق ہے اور اس معراج تک پہنچنے کے لیے دو بنیادی ماخذ ہیں یعنی قرآن و حدیث کہ جن میں اسی تزکیہ نفس یعنی صفائی کی تعلیم دی گئی ہے۔

تصوف از قرآن:

بلاشبہ قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے اور انسان کی راہنمائی کے لیے زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہدایت فراہم کرتا ہے۔ خواہ ان کا تعلق ظاہری زندگی سے ہو جسے ہم شریعت کا نام دیتے ہیں یا باطنی زندگی سے جسے طریقت کہا جاتا ہے اور قرآن سے تصوف کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ شریعت کا مقصد ہی حصول تقویٰ قرار دیا گیا۔

اس سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ انسان کی خلقت کا اصل منشا یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے۔ "وما خلقت الجن والانس الالیعبدون" (۲۳)

(۲۲) یہ حکایت الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ صوفیائے کرام کے اکثر تذکروں میں مذکور ہے۔
(۲۳) قرآن، سورہ ۵۱، آیت ۵۶

ترجمہ: "اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں"۔

جبکہ اس بندگی کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو متقی بنا دیا جائے ارشاد ربانی ہے......

"یاایھاالناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔" (۲۴)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اور یہی پرہیزگاری اہل تصوف کے لیے مطلوب ہے جس کے حصول کے لیے رضا، صبر وشکر اور ذکر پر زور دیا جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر پھر صفائی قلب حاصل ہوجاتی ہے۔ چونکہ قرآن کریم کا مقصد ہی حصول تقویٰ ہے اور تصوف میں اس مقصد کے حصول کے لیے جو طریقے اپنائے گئے ہیں ان کی طرف قرآن کریم میں واضح اشارات ملتے ہیں۔

۱۔ اولیاء اللہ متقی ہوتے ہیں:

قرآن کریم صاف صاف بیان کرتا ہے کہ اصل میں متقی تو اولیاء ہی ہیں، لیکن لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں۔

فرمان خداوندی ہے...... "ان اولیآءہ الا المتقون" (۲۵)

ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس بات کو بھی واضح کردیا کہ اکثریت اس حقیقت سے ناآشنا ہے۔

"ولکن اکثرہم لایعلمون" (۲۶)

ترجمہ: مگر ان میں اکثر کو علم نہیں

---

(۲۴) قرآن، سورہ ۲، آیت ۲۱

(۲۵) قرآن، سورہ ۸، آیت ۳۴

(۲۶) قرآن، سورہ ۳، آیت ۳۴

۲۔ اللہ متقین کے ساتھ ہے:

اہل تصوف کی خصوصیت تقویٰ بیان کرنے کے بعد قرآن نے یہ نوید بھی دی کہ یہ اعزاز متقین ہی کے لیے خاص ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے۔

قرآن کریم نے اس کی وضاحت یوں کی ہے ..... "واعلموا ان اللہ مع المتقین" (۲۷)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

۳۔ اللہ متقین سے خوش ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے اور یہی وہ خوشنودی ہے جس کے لیے ایک مومن اپنی عزیز جان بھی اس کی راہ میں پیش کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کرتا ہے اور اسی خوشنودی کے اعزاز سے متقین کو نوازا گیا جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا.....

"فان اللہ یحب المتقین" (۲۸)

ترجمہ: بے شک متقین، اللہ کو خوش آتے ہیں۔

تقویٰ کی افادیت کے سلسلہ میں ان چند آیات کے بعد ان امور کے بارے میں قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں جن پر اہل تصوف کے ہاں خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

۴۔ خوف الٰہ، اہل ایمان کی خصوصیت ہے:

تصوف میں اللہ کا خوف دل میں پیدا کرنے اور توکل علی اللہ کی عملی تصویر پیش کرنے کے لیے مراقبہ اور دیگر انداز عبادت کو اپنایا جاتا ہے اور قرآن

---

(۲۷) قرآن، سورہ ۲، آیت ۱۹۴

(۲۸) قرآن، سورہ ۳، آیت ۷۶

نے اسی طرح کے اوصاف کے حاملین کو اہل ایمان کے زمرے میں شامل کرتے ہوئے فرمایا.....

"انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون" (۲۹)

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

۵۔ اہمیت بیعت:

تصوف میں بیعت کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مرید کو نور سکینہ کے حصول کے راستے بتاتا ہے جس پر چل کر طالبِ طریقت وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ جو بڑے بڑے اہل علم نہیں کر پاتے۔ وہ خودی کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ رہتی دنیا تک اس کا ذکر ایک مثال بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے،

حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مرد قلندر نے کیا راز خودی فاش (۳۰)

گویا بیعت کر کے اپنے آپ کو مرشد کے حوالے کرنا ہے اور اس کے بڑے مثبت اور دور اثر نتائج مرتب ہوتے ہیں اور یہ بیعت ہی تھی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تو اللہ نے اسے کس طرح سراہا، ملاحظہ ہو،

"ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم" (۳۱)

(۲۹) قرآن، سورہ ۸، آیت ۲
(۳۰) ضرب کلیم، اقبال
(۳۱) قرآن، سورہ ۴۸، آیت ۱۰

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

۶۔ جذبہ قناعت اور تصوف:

اللہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی محبوب ترین شے اس کی راہ میں خرچ کر دی جائے۔ انسان کے نزدیک اس کی جان اور مال ہی سب سے زیادہ عزیز ہیں اور اہل تصوف ان دونوں چیزوں کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں زھد و تقوٰی میں اپنے نفس کو مارتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے راہ خدا میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ قناعت پسندی ان کا شیوہ ہوتا ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جسے قرآن نے حصول نیکی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے بیان کیا کہ..... "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (۳۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

۷۔ نظریہ احسان اور تصوف:

اہل تصوف آپنے آپ کو طالب تلاش حق گردانتے ہیں اور انہیں اللہ جو مقام عطا فرماتا ہے اسے اللہ کا احسان مانتے ہوئے مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ اسی کی تاکید قرآن کریم میں ان الفاظ سے کی گئی ہے.....

واحسن کما احسن اللہ الیک (۳۳)

ترجمہ: "اور احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا"

اور یہ اہل تصوف ہی تھے کہ جنھوں نے خصوصاً اس برصغیر پر احسان کیا کہ آج یہاں کروڑوں انسان، اللہ کے نام لیوا ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہماری تحریک آزادی میں بھی ان حضرات نے اہم کردار ادا کیا اور کیا اس حقیقت سے کوئی انکار

(۳۲) قرآن، سورہ ۳، آیت ۹۲
(۳۳) قرآن، سورہ ۲۸، آیت ۷۷

کرسکتا ہے کہ اگر قیام پاکستان کے سلسلہ میں صوبہ سرحد میں قطب دوران حضرت سید امین الحسنات صاحب مانکی شریف ریفرنڈم کے موقع پر خود اور اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کے ساتھ میدان میں نہ آتے تو آج جیالوں کی یہ سرزمین ہمارے ملک کا حصہ نہ ہوتی۔

لہٰذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ نہ تو تصوف شریعت سے الگ کوئی شے ہے اور نہ شریعت تصوف کی ضد ہے بلکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور اولیاء اللہ شریعت کا عملی نمونہ ہیں یعنی طریقت اگر کہیں نظر آتی ہے تو یہ ان ہی ہستیوں کی پاکیزہ زندگیوں میں اور تصوف کا قرآن سے وہی تعلق ہے جیسے دیگر شرعی علوم کا۔

تصوف از حدیث:

حدیث دراصل قرآن کی تفسیر ہے اور تفسیر بھی ایسی کہ..... "وما ینطق عن الھوٰی ان ھوالاوحی یوحی" (۳۴)

ترجمہ: اور وہ (اللہ کے رسول) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، ان کا ارشاد تو وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

اسی لیے ان کی پیروی کو نہ صرف اللہ کی محبت قرار دیا گیا بلکہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بھی ٹھہرایا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے..... "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم" (۳۵)

ترجمہ: اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اور پھر اس کی بھی وضاحت کردی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے معمولی بےاعتنائی بھی اعمال کو ضائع کردے گی اور یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ

(۳۴) قرآن، سورہ ۵۳، آیت ۳-۴
(۳۵) قرآن، سورہ ۳، آیت ۳۱

تمہیں خبر بھی نہ ہوگی توجہ فرمائیے قرآن کس قدر تنبیہ کرتا ہے..... "یاایھا الذین امنوالاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروالہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرن" (۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر باتیں نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اور یہ تنبیہ کن ہستیوں کو کی جاتی ہے؟ وہ جنہوں نے اپنا مقصد حیات اسوہ حسنہ قرار دیا تھا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل تصوف ایسے راستوں پر چلیں جو شریعت سے ہٹ کر ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اہل تصوف ہی ہیں جنہوں نے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنایا اور اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ بن کر کفر کی تاریکیوں کو اسلام کی روشنی میں تبدیل کردیا اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو زندگیوں کا شعار بنانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دین کی فہم و فراست بھی نصیب ہوئی، ان کے نفوس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترک شہوت، اجتناب شبہات اور تمسک بالحق کی خصوصیات بھی پیدا ہوئیں، ان کی زندگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ثبات و استقامت کی منہ بولتی تصویر بن گئی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح پیکر معرفت ایمان و علم ہوگئے اور اس طرح اسوہ حسنہ کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے نشان قدم ان مقتدر ہستیوں کے لیے راہ سلوک میں رہبری و راہ نمائی کا کام دیتے رہے اور ان اہل تصوف نے اخلاص، شوق، شکر، تقویٰ، صفائی قلب اور ذکر جیسی صفات کو تصوف کی بنیاد بنایا جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث ان کی تائید میں مذکور ہیں، جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

(۳۶) قرآن، سورہ ۴۹، آیت ۲

۱- عبادت میں خلوص:

تصوف میں حصول تقویٰ پر سب سے زیادہ بلکہ اصل توجہ دی جاتی ہے اور تقویٰ کا حصول اسی وقت ممکن ہے جبکہ اعمال میں اخلاص ہو۔ اسلام کی تعلیمات یہی ہیں کہ جو بھی عمل کیا جائے اس میں دنیاوی طلب، شہرت یا کوئی اور مقصود نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے حکم کی بجاآوری اور خوشنودی مقصود ہو تصوف میں یہی کیفیت ہوتی ہے۔ کہ اولیاء اللہ کا ہر عمل صرف اور صرف رضاالٰہی کی خاطر ہوتا ہے اور وہ اپنے ہر عمل میں محبوب حقیقی کا جلوہ دیکھتے ہیں اور اسی کی تاکید حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس حدیث میں ملتی ہے کہ ..... "ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" (۳۷)

ترجمہ: تم اللہ کی عبادت اس انداز سے کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کرسکو تو یقین جانو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔

۲- صفائی قلب:

تصوف میں اذکار و افکار کا سلسلہ اسی لیے رکھا گیا کہ قلب کو ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک کردیا جائے۔ گویا ظاہر سے زیادہ باطن پر توجہ دی جائے اور باطن کا تعلق دل سے ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بھی اس امر پر توجہ دلائی گئی ہے کہ دل کو درست کیا جائے اگر وہ درست ہوگیا تو انسان درست ہوگیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے .....

"ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذافسدت فسد الجسد کلہ الاوھی القلب" (۳۸)

ترجمہ: بے شک جسم انسانی میں خون کا ایک لوتھڑا (گوشت کا ٹکڑا) ہے اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو پورا جسم صالح ہوگیا اور اگر اس میں فساد پیدا ہوگیا تو پورے جسم

(۳۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان
(۳۸) صحیح بخاری، کتاب التوحید

میں فساد برپا ہوجائے گا۔ آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔

۳- ذکر کے ثمرات:

تصوف کی تعلیم میں اس پر توجہ دی جاتی ہے کہ انسان کسی بھی کام میں مگن ہو اس کا دل یادالٰہی سے غافل نہ ہو، وہ غیر ضروری گفتگو سے بھی پرہیز کرے۔ اس کے ہونٹ گویائی کے لیے حرکت کریں تو ذکر الٰہی لبوں پر ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر ارحم الراحمین بھی اس پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور وہ اپنے رب کو اپنے دل کی دھڑکن اور سانسوں کی مہک میں محسوس کرتا ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق ذکر کے اسی ثمرہ کی نوید حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں یوں دی گئی اور وہ بھی حدیث قدسی میں..... "ان اللہ تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذاذکرنی و تحرکت بی شفتاہ"

ترجمہ: فرمان الٰہی ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب کہ وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں۔

۴- ظاہر و باطن کا باہمی تعلق:

تصوف میں بیک وقت ظاہر و باطن کی اصلاح پر توجہ دی جاتی ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام سب سے پہلے ارکان اسلام کی پابندی کی تلقین کرتے ہیں اور پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ نیازمندی اور سراپا بندگی کی وہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ پوری زندگی عبادت بن جائے اس لیے کہ اللہ کے نزدیک انسان کی اہمیت اس کی ظاہری صورت اور اموال میں نہیں بلکہ اس کے وہ اعمال ہیں جن کی بنا پر انسان اور حیوان میں تمیز رکھی گئی ہے اور تصوف کی یہ تعلیم فرمان نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے .....

"ان اللہ لاینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم" (۳۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

اور دلوں و اعمال کی درستگی ہی اہل تصوف کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

۵۔ شوقِ دیدارِ الٰہی:

اہل تصوف دنیا و مافیہا کو پس پشت ڈال کر نفس امارہ کو قابو کرتے ہوئے مراقبہ، ذکر اور دیگر عبادات میں مشغول رہتے ہوئے وہ نظر پیدا کر لیتے ہیں کہ انہیں شوقِ دیدارِ الٰہی کے لیے قومِ موسیٰ کی طرح ایمان لانے کی شرط کے طور پر یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ..... یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ (۴۰)

ترجمہ: اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم تمہارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک اعلانیہ اللہ کو نہ دیکھ لیں۔

بلکہ وہ ہر دم سوالی رہتے ہیں، شوقِ دیدارِ الٰہی کے، اور ان کا یہ عمل اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ تذبذب میں ہوتے ہیں بلکہ، ان کا شوق ختمِ رسل کے اس ارشاد کی روشنی میں ہوتا ہے.....

"اللھم انی اسئلک النظر الی وجھک الشوق الی لقائک" (۴۱)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کے چہرہ انور کو دیکھنے کا سوالی ہوں اور آپ کے دیدار کا متمنی۔

---

(۳۹) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ

(۴۰) قرآن، سورہ ۲، آیت ۵۵

(۴۱) سنن نسائی، کتاب السھو

اور پھر اللہ کے یہ ولی مرحلہ شوق طے کرتے ہوئے اس مقام پر فائز ہو جاتے ہیں کہ انہیں ہر طرف تجلی الٰہی ہی نظر آتی ہے۔ جس کی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے

تجلّی تری ذات کا سُو بسو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

۶۔ یادِ الٰہی کا ثمرہ:

اہل تصوف جب یادِ الٰہی میں ڈوب جاتے ہیں جب ان کا ہر لمحہ ذکر خفی یا جلی کے ساتھ گزرتا ہے تو پھر رب کائنات بھی، کائنات کے ہر ذرے پر ان کا ذکر نقش کر دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے اس اعزاز کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے ..... "انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم (۴۲)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ذکر کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ میرا ذکر اپنے نفس (خفی) کے ساتھ کرتا ہے تو میں بھی اپنے ہاں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مخلوق کے سامنے (جلی) کرتا ہے تو میں بہتر مخلوق کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں

اور بات صرف ذکر تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان مقتدر ہستیوں کا ہر فعل بلکہ جسم کا ہر عضو اللہ کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور پھر وہ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں اس میں تائید ایزدی شامل ہوتی ہے۔

۷۔ مقامِ اولیاء:

اگر ایک جانب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے لیے یہ خوشخبری دی ہے کہ یہ خوف و حزن سے آزاد رہیں گے تو اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول

---

(۴۲) جامع ترمذی۔ کتاب الزہد

صلی اللہ علیہ وسلیم نے بھی انہیں حدیث قدسی کے ذریعہ اس بشارت سے نوازا کہ ان کا دیکھنا، بولنا اور ان کے ہاتھ پاؤں کی حرکت یہ سب وہ افعال ہیں کہ جنہیں اللہ رب العالمین نے اپنے افعال قرار دیا ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق ..... "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو بندہ اپنی اطاعتوں سے میری قربت کی تلاش کرتا رہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے" (۴۳)

سبحان اللہ مقام اولیاء قابل رشک ہے کہ ان کا سننا، ان کا دیکھنا، ان کا کام کاج کرنا اور چلنا پھرنا سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عمل قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر تصوف کی شرعی حیثیت اور کیا ہوسکتی ہے؟ بات صرف قربت الٰہی کے حصول کی ہے اور یہی مقصود و مطلوب ہے اہل تصوف کا۔

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ تصوف اس کے سوا کچھ نہیں کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی کوشش کی جائے اور عبادات کو مقصد حیات سمجھتے ہوئے تزکیہ باطن کیا جائے۔ لہٰذا اہل تصوف وہی ہستیاں ہوتی ہیں جو ظاہر و باطن میں ہر طرح متبع کتاب و سنت ہوں اور اسی اتباع کی برکت وسعادت سے ذات باری تعالیٰ انہیں ایسا علم عطا فرمادیتا ہے۔ جس سے ان کے انفاس طیبہ میں تزکیہ اور قلوب میں ایسی جلا پیدا ہوجاتی ہے جس سے ان پر اسرار سربستہ منکشف ہوتے ہیں اور ان کی گفتار حقائق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہے اور اس طرح تصوف یہ ثابت کرتا ہے کہ شریعت و طریقت میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں بلکہ شریعت کی بدرجہ اولیٰ تکمیل ہی طریقت ہے اور تمام اولیائے کرام کا یہی قول و فعل رہا ہے۔

(۴۳) الصحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری

تصوف اور اقوال صوفیہ:

قرآن وحدیث سے یہ بات تو واضح ہوجاتی ہے کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی شے نہیں بلکہ اس کی تعلیمات قرآن وحدیث کے عین مطابق ہوتی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام صوفیائے کرام نے تعلیمات تصوف کی بنیاد انہیں شرعی ماخذ پر رکھی ہے۔ جن کا ثبوت ان کے اقوال ہیں۔ صوفیائے کرام کی تعلیمات میں غور وفکر اور ذکر الٰہی کو اولیت حاصل ہے۔ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا..... "اوصانی ربی بتسع اوصیکم بہا: اوصانی بالاخلاص فی السر والعلانیہ والعدل فی الرضا والغضب والقصد فی الغنا والفقر وان اعفو عمن ظلمنی واعطی من حرمنی واصل من قطعنی وان یکون صمتی فکراً ونطقی ذکراً ونظری عبراً" (۴۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے میں تم کو ان کی وصیت کرتا ہوں۔

(۱) مجھے ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں خلوص کی وصیت کی گئی ہے۔
(۲) خوشی اور غصہ کی حالت میں انصاف کی وصیت کی گئی ہے۔
(۳) اعتدال کی وصیت کی گئی ہے، خوشحالی اور تنگدستی کی حالتوں میں
(۴) مجھے وصیت کی گئی ہے کہ جو مجھ پر ظلم کرے اسے معاف کردوں
(۵) جو مجھے محروم رکھیں انہیں نوازنے کی وصیت کی گئی۔
(۶) وصیت کی گئی کہ جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے تعلقات استوار کروں۔
(۷) میری خاموشی، غور وفکر کی خاموشی ہو۔
(۸) میرا بولنا ذکر الٰہی ہو۔ اور
(۹) میری نظر نگاہ عبرت ہو۔

(۴۴) مختار الادب، زیدان بدران المصری (جمع و ترتیب)

فرمان نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو آداب زندگانی کے لیے جن حکیمانہ باتوں کی وصیت فرمائی اس میں دیگر اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ غور وفکر اور ذکر الٰہی کی بھی تاکید فرمائی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان ہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ خلفائے راشدین بھی خوف الٰہیٰ میں ڈوبے رہتے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھتے کہ تقویٰ کیسے اختیار کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک بھی تقویٰ یہی تھا کہ اس دنیا کی الائشوں سے اپنے آپ کو اس طرح بچا کے رکھا جائے جس طرح کہ ایک مسافر خاردار راہوں سے گزرتے ہوئے اپنے دامن کو کانٹوں سے بچائے رکھتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر اسی طرح جواب دیا۔ "ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سال ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عن التقویٰ فقال لہ اما سلکت طریقاً ذاشوک؟ قال بلی قال فما عملت؟ قال شمرت واجتھدت قال فذلک التقویٰ (۴۵)

ترجمہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ان سے کہا کہ کیا کبھی آپ نے خاردار راستے پر سفر کیا؟ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہاں (ایسی راہوں پر سفر کیا ہے)۔ (حضرت کعب نے) فرمایا۔ آپ ایسے موقعوں پر کیا کرتے ہیں۔ (حضرت عمر رضی اللہ نے) فرمایا میں بڑی احتیاط سے اور بچ کر چلتا ہوں۔ آپ نے (حضرت کعب رضی اللہ عنہ) فرمایا، یہی تقویٰ ہے

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ شوق ان کے عمل کی منہ بولتی تصویر تھا کہ وہ اپنے نفس کو مار کر مخلوق خدا کی بھلائی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس سلسلے

---

(۴۵) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر

میں علامہ عبدالوہاب الشعرانی لکھتے ہیں کہ..... "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب قحط پڑا تو آپ نے زیتون کے تیل کے علاوہ کوئی دوسری چیز استعمال نہ کی۔ چھ ماہ تک قحط رہا اور اس تیل کے مسلسل استعمال سے آپ کی رنگت سیاہ پڑ گئی۔ لیکن آپ نے قسم کھالی کہ جب تک مسلمانوں میں سامان خورد و نوش سستا نہ ہوگا روغن زیتون کے علاوہ کوئی سالن استعمال نہ کروں گا۔ فرمایا کرتے کہ اے اللہ، محمدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو میرے عہد میں ہلاک نہ فرما اور اسقدر گریہ کرتے رہے کہ آپ کے چہرہ پر دو کالی دھاریاں پڑ گئی تھیں۔ کھانے پینے کی اشیاء اپنی پیٹھ پر لاد کے غرباء اور مساکین کو پہنچاتے اور جب کوئی عرض کرتا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سامان لے چلوں تو فرماتے...... قیامت کے دن میرے گناہ کون اٹھائے گا۔" (۴۶)

گویا تصوف کی عملی تصویر صحابہ کرام کی زندگیاں تھیں کہ جنہوں نے فقر و فاقہ اور حصول تقویٰ کو مقصد زندگی بنایا ہوا تھا۔ (۴۷) یہی سلسلہ تابعین تبع تابعین اور پھر پوری امت مسلمہ میں جاری و ساری رہا۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ:

تابعین میں تصوف کے حوالہ سے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا نام خصوصیت کا حامل ہے۔ آپ کی پیدائش ۲۱ ھجری، مدینہ منورہ اور وفات ۱۱۰ ھجری، بصرہ ہے۔ کتب تصوف میں سلسلہ چشتیہ آپ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ نے خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ آپ پر

---

(۴۶) طبقات الاولیاء۔ علامہ الوہاب الشعرانی

(۴۷) صحابہ کرامؓ میں جن حضرات نے تصوف پر خصوصی توجہ دی ان میں خلفائے راشدین کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت زبیر ابن العوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح، حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابی بن کعب، حضرت سلمان فارسی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ذر، حضرت حذیفہ ابن الیمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن الزبیر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

خوف اس قدر غالب رہتا تھا کہ گویا دوزخ سے پناہ صرف آپ ہی کو چاہئیے۔ فرمایا کرتے تھے کہ معرفتیں اٹھ گئیں اور برائیاں رہ گئیں آپ کے اقوال میں حسب ذیل بہت مشہور ہیں۔

O۔ وسوسہ شیطان کا، روزے، نماز اور ریاضت سے مقابلہ کرنا چاہئیے۔

O۔ عاجزی کرنے والے کی شان یہ ہے کہ جب گھر سے باہر نکلے تو جس شخص پر اس کی نظر پڑے اس کو اپنے سے افضل سمجھے۔

O۔ جب بندہ گناہ کرے اور توبہ کر لے تو اس توبہ سے اللہ کا قرب بڑھتا ہے۔

O۔ ہزار آدمیوں کی دوستی کو ایک شخص کی بھی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔

O۔ جس نے اللہ کی فروتنی کے لیے صوف پہنا اللہ نے اس کی بینائی و قلب میں نور بڑھا دیا۔

O۔ جب تم اپنی اولاد میں کوئی بری بات محسوس کرو تو انہیں متنبہ کرو ورنہ اللہ ان کو تمہارے حوالہ نہ کرے گا۔

O۔ جس شخص نے نیکوکار کو دوست رکھا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دوست رکھا۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ کے قرب پہنچنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے تین بار لاالہ الااللہ کہا جائے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مجھے اس ذکر کی تلقین میرے مرشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور یہ تحفہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو عطا فرمایا تھا۔ (۴۸)

---

(۴۸) الطبقات الکبریٰ۔ علامہ عبدالوہاب الشعرانی

حضرت حسن بصری کے ان اقوال پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ آپ کے نزدیک تصوف، قرب الہٰی کا ایک واسطہ اور وسیلہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک:

آپ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ میں وفات پائی۔ تصوف پر آپ کی تصنیف "کتاب الزھد" اپنے دور کی لاجواب کتاب ہے۔ ان کے مقام کا تعین حضرت سفیان ثوری کے اس قول سے کیا جاسکتا ہے کہ........"میں نے سخت کوشش کی کہ تین دن بھی برابر اس طرز عمل پر رہوں جس پر ابن المبارک رہتے ہیں مگر مجھ سے نہ ہو سکا۔ (۴۹) آپ کا ارشاد ہے کہ.....

O۔ جب ھجری کی دو صدیاں پوری ہو جائیں تو امر واجب کے سوا لوگوں سے بھاگنا چاہئیے۔

O۔ جو شخص خوف خدا اور زھد میں کم ہو اس کو علم میں زیادہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔

O۔ عالم کے لیے شرط یہ ہے کہ دنیا کی محبت کا خیال بھی اس کے دل میں نہ گزرے۔

O۔ بہت سے چھوٹے اعمال کو نیت بڑا بنا دیتی ہے۔

O۔ کسی عورت پر ہرگز اعتبار نہ کرو۔

O۔ ہرگز مال پر فریفتہ نہ ہو۔

O۔ اپنے معدے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔

O۔ صرف وہی علم سیکھو جو تم کو نفع دے۔

O۔ تین طرح کے لوگوں کی قدر کرو

(الف) علماء کی کیونکہ جس نے علماء کی توہین کی اس کی آخرت گئی۔

---

(۴۹) کتاب الفرائض۔ سفیان ثوری

(ب) بادشاہ کی، کہ جس نے بادشاہ کی حقارت کی اس کی دنیا رخصت ہوئی۔

(ج) بھائی کی، اس لیے کہ جس نے بھائیوں کو ذلیل کیا اس کی مروت نہ رہی۔ (۵۰)

حضرت عبداللہ بن مبارک کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تصوف کے لیے حصول علم، عمل میں خلوص نیت کا پایا جانا، غیر ضروری دنیاداری سے اجتناب اور حقوق العباد کی بطریق احسن ادائیگی ضروری اور بنیادی لوازمات ہیں۔

حضرت شیخ عارف باللہ:

۲۳۳ سے ۲۷۶ ھجری تک کے قطب دوران کا نام گرامی ابراہیم دسوقی قرشی ہے لیکن عارف باللہ سے مشہور ہوئے۔ آپ میدان تصوف میں پیر و مرشد کی توجہ کو سب سے ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ کے چند اقوال حسب ذیل ہیں۔

○۔ مرید پر واجب ہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر کبھی کلام نہ کرے اگر اس کا جسم حاضر ہو تو اجازت لے اور اگر غائب ہو تو قلب کے ذریعہ سے اجازت طلب کرے۔

○۔ جس نے اللہ کے ساتھ دل سے معاملہ کیا اس کو اللہ ظاہر و باطن پر اختیار دے دیتا ہے۔

○۔ جو متشرع نہ ہو وہ میری اولاد میں سے نہیں ہے گو وہ میرا اصلبی بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

○۔ فقیر کے نہ حال کو برا سمجھو نہ لباس کو اور نہ کھانے کو چاہے وہ کسی حال اور کسی جامہ میں ہو۔

○۔ شریعت جڑ ہے اور حقیقت شاخ ہے پس شریعت ہر علم مشروع کی

(۵۰) کتاب الزہد عبداللہ بن مبارک

جامع ہے اور حقیقت ہر علم خفی کی اور سارے مقامات انہیں دونوں کے اندر ہیں۔

○۔ جب تک تمہاری زبان حرام چکھتی رہے گی اس وقت تک اس کی طمع نہ رکھو کہ تم حکمتوں و معرفتوں کا کچھ بھی مزہ چکھو گے۔

جہاں تک تصوف کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہمیں عارف باللہ کی طویل بحث دستیاب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ...... "تصوف، صوف پہننا نہیں ہے۔ صوف تو تصوف کا ایک شعار ہے کیونکہ تصوف کی باریکی کا بیان دقت طلب ہے اور اس کی ترقی کی رونق و تازگی آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہے پس جب صوفی، تصوف معنی کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو وہ ان سب ظاہری پہچانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صوفی تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور صحابہ وتابعین کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اعمال کے سوا سب چیزوں کو باطل تصور کرتا ہے۔" (۵۱)

حضرت عارف باللہ نے تصوف کی جو وضاحت فرمائی وہ یہ ہے کہ حقیقی تصوف دراصل شریعت پر کاربند رہنے کا نام ہے اور اس کے لیے رہنمائی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اکابرین کی زندگیوں کے نمونوں سے حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ صفی الدین گاذرونی:

جس طرح پانچ دریاؤں کی سرزمین پنجاب اپنی سرسبزی اور شادابی میں جواب نہیں رکھتی اسی طرح اس سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے روحانی بالیدگی کے لیے بھی اپنے بطن میں ان ہستیوں کو سمایا ہوا ہے جن سے آج بھی مخلوق خدا فیضان پا رہی ہے۔ ان ہی ہستیوں میں حضرت شیخ صفی الدین گاذرونی

(۵۱) کتاب التعرف۔ شیخ محمد بن ابراہیم

پنجاب کے وہ پہلے صوفی اور درویش ہیں جنھوں نے اس سرزمین کو روحانی عروج بخشا۔ آپ کی پیدائش ۳۵۱ ہجری ہے۔ سترہ برس کی عمر میں اُچ شریف (بہاولپور) تشریف لائے اور شریعت و طریقت کی روشنی سے پورے پنجاب کو منور کر دیا۔ آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن پر بھی پوری توجہ فرمائی۔(۵۲) آپ کے نزدیک تصوف، قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا نام ہے۔ آپ کے اقوام میں انسانوں سے محبت کی تعلیم بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔....

○ تصوف کی روح یہ ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند رہا جائے۔

○ بندوں کو آزاد کرنا ہمارا مذہب نہیں بلکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ احسان اور لطف و کرم سے آزادوں کو غلام بنایا جائے کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غلامی ہی دین و دنیا کی شہنشاہیت ہے۔

○ تلاوتِ قرآن شریعت ہے اور اس پر اس طرح عمل کرنا کہ بندہ خود ہر آیت کی تفسیر بن جائے، طریقت ہے۔

○ آپ کے نزدیک تصوف کے تین ارکان ہیں۔

(الف) کتاب وسنت کی پابندی

(ب) ترک خواہشات اور

(ج) احترام مشائخ

○ اولیاء اللہ، اللہ اور اس کے رسول صلی علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہیں اور

---

(۵۲) نفحات الانس۔ عبدالرحمان جامی (آپ کے مرشد خواجہ ابو اسحاق گازرونی اپنے دور کے مشہور محدث بھی تھے۔ آپ نے شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ ہمدانی کے ہاں مکہ معظمہ میں حاضری دی اور ان سے روایت بھی کی۔ آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت صفی الدین نے تصوف کو قرآن وحدیث پر بنیاد بنا کر خلق خدا کی اصلاح ظاہر و باطن فرمائی)

ایسا کون ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست نہ رکھے۔ (۵۳)

چوتھی صدی ہجری کے ان صوفی اور درویش کے اقوال ہمیں اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی پیروی ہی روحانی بالیدگی کا سبب ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اہل اللہ سے محبت و عقیدت رکھتے ہوئے ان سے رہنمائی حاصل کی جائے اور تصوف کی یہی وہ خصوصیات ہیں جو لوگوں سے دلی تعلق پیدا کر دیتی ہیں، ان کے ایمان راسخ ہو جاتے ہیں، افسردہ دل توحید کی روشنی سے منور ہو جاتے ہیں اور انسان مادہ پرستی کو چھوڑ کر روحانیت کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس سے اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ فلاح دارین کے اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی ہجویری، داتا گنج بخش:

برصغیر پاکستان و بھارت میں حضرت داتا گنج بخش کے نام سے جانی پہچانی ہستی کی ولادت ۴۰۰ ہجری میں ہوئی اور ۶۵ سال کی عمر میں حیات جاودانی پائی۔ تصوف کے بارے میں آپ کے اقوال کا مجموعہ آپ کی تصنیف "کشف المحجوب" ہے۔ جس کے پہلے ہی باب میں آپ نے ایک سالکِ معرفت کے لیے ضروری قرار دیا کہ علم ہی کے ذریعہ وہ اعلیٰ مراتب مدارج پر فائز ہو سکتا ہے۔

"کشف المحجوب" کے تیسرے باب میں تصوف پر آپ نے جو بحث فرمائی اس کا حاصل یہ ہے کہ.....

○ صوفی وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کے اللہ کی ذات میں بقاء حاصل کرتا ہے اور

○ متصوف وہ ہے جو ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ سے صوفی کا مقام پاتا ہے جس سے اس کی ذات کی اصلاح ہوتی ہے جب کہ...

---

(۵۳) سیر الاقطاب۔ شیخ اللہ دیا۔

○ مستصوف وہ ہے جو محض عزت اور مال و دولت کے حصول کے لیے اپنے آپ کو صوفی کی طرح بنا لیتا ہے۔

○ صوفی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں فقر و ریاضت کی علامت بن جاتا ہے۔

○ دین اصل ہے اور وہ تصوف جو اس کا نتیجہ اور اس سے مشتق نہ ہو مستحکم نہیں ہو سکتا۔

○ ظاہر بغیر باطن کے منافقت ہے اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ، علم باطن حقیقت اور علم ظاہر شریعت تھے۔ علم حقیقت کے تین ارکان ہیں، اللہ کی ذات کا علم، صفات کا علم اور حکمت و افعال کا علم جب کہ شریعت کے تین ارکان کتاب، سنت اور اجماع امت ہیں۔ (۵۴)

پانچویں صدی ہجری کے عظیم صوفی حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ..... تصوف دراصل شریعت و حقیقت کا نام ہے کہ انسان کتاب و سنت اور اجماع امت مسلمہ کی روشنی میں اپنی زندگی استوار کرتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرے اور اپنی خواہشات پر مخلوق الٰہی کو ترجیح دے۔ ظاہری شکل و صورت اور رسوم و رواج کا تصوف سے کوئی واسطہ نہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ:

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ ان کی تصنیف "فتوح الغیب" میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا دور ۵۲۸ سے ۶۰۳ھ ہے۔ ارباب تصوف کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ.....

• اگر پیر میں پانچ اوصاف نہ ہوں تو وہ دجال ہے پیر نہیں۔

(۵۴) کشف المحجوب۔ سید علی ہجویری

پہلی صفت..... ظاہری شریعت کا عالم ہو۔

دوسری صفت..... علم حقیقت جانتا ہو۔

تیسری صفت..... ملاقاتیوں سے عاجزو انکساری سے پیش آنا۔

چوتھی صفت..... غرباء مساکین سے عاجزوانکساری سے پیش آنا۔

پانچویں صفت..... مریدین کی باطنی تربیت کی صلاحیت رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ریا، حسد، طمع اور غفلت و عیش طلبی سے پاک رکھنا۔

آپ نے فقیر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ..... ف سے مراد ذاتِ الٰہی میں فنا ہو جانا، ق کے معنی ہیں قلب کو خدا کی قدرت سے مضبوط کرنا، ی کا تقاضا یخافہ یعنی خوف خدا اور ر سے رقت قلب اور رجوع الی اللہ جیسی صفات پیدا کرنا ہے۔ تصوف اور دین کا کس قدر باہمی تعلق ہے اس کا اندازہ آپ کے اس قول سے ہوتا ہے..... "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی ہیں اور قرآن ہماری کتاب ہے، لہٰذا اے اہل تصوف تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم اس حدود سے باہر نہ ہو ورنہ تمہاری خواہشات اور شیطان تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ (۵۵)

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ تصوف، احکام الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند رہنے کا نام ہے اور اہل طریقت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مخلوق خدا کی باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان کی بنیادی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔ گویا اہل تصوف کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسانوں کی ظاہری و باطنی اصلاح میں سرگردان رہتے ہیں۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر:

برصغیر پاکستان و بھارت کا وہ کون سا فرد ہے جو پاک پتن کی سرزمین سے واقف نہ ہو اور اس واقفیت کا سبب پاک پتن نہیں بلکہ حضرت فرید الدین

(۵۵) فتوح الغیب۔ عبدالقادر جیلانی

مسعود گنج شکر ہیں۔ جن کے شکر جیسے مٹھاس رکھنے والے اقوال آج بھی اہلِ طریقت کے لیے چراغِ راہ ہیں اور تصوف سے آگاہی کے لیے قرطاس زریں۔
باباجی کا زمانہ ۵۸۴ھ سے ۶۶۴ھ تک ہے۔ آپ فرماتے ہیں...

○ زکواۃ کی تین قسمیں ہیں، زکواۃ شریعت، طریقت اور حقیقت۔ شریعت کی زکواۃ یہ ہے کہ چالیس روپے ہوں تو ایک اللہ کی راہ میں دے دیا جائے۔ زکواۃ طریقت ہے کہ چالیسواں روپیہ اپنے پاس رکھے اور باقی فی سبیل اللہ خرچ کر دیے جائیں جب کہ ادائیگی زکواۃ کی حقیقت یہ ہے کہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھا جائے اور سب کا سب مال اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کر دیا جائے۔ (۵۶)

سلوکِ راہِ طریقت میں بیعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے بابا فرید فرماتے ہیں کہ...

○ جب کسی سے بیعت کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے نفس ثلاثہ کی حرکات و سکنات پر غور کرو اور دیکھو کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفس امارہ کے قبضے میں تو نہیں کیوں کہ ارشاد ربانی ہے "وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء" (۵۷)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔ بے شک نفس برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

پھر نفس لوامہ پر توجہ کرو کہ کہیں اس میں تو مبتلا نہیں اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ.... "ولا اقسم بالنفس اللوامہ" (۵۸)

ترجمہ: اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔

اس کے بعد نفس مطمئنہ پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ قلب سلیم ہے یا نہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے....، "یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" (۵۹)

(۵۶) راحت القلوب مرتبہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء۔
(۵۷) قرآن، سورہ ۱۲، آیت ۶۳
(۵۸) قرآن، سورہ ۷۵، آیت ۲
(۵۹) قرآن، سورہ ۸۹، آیت ۲۷-۲۸

ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

جب ان تینوں معاملات میں اطمینان ہو جائے تو پھر اپنے ضمیر کو روشن کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اس مرد کامل کے ہاتھ میں دے دے۔ (۶۰)

اہل تصوف کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ... "صوفی وہ ہے جس سے ہر چیز صاف ہو جائے" (۶۱) جب کوئی شخص باباجی سے معاشی مشکلات کا ذکر کرتا تو آپ اُسے نماز پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔ ایک موقع پر ایک سائل نے جب بے حد تنگدستی کی شکایت کی کہ گھر پر اکثر فاقے ہوتے ہیں تو آپ نے اس کے حق میں دعا فرماتے ہوئے تاکید کی کہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے سورہ جمعہ پڑھ لیا کر۔ (۶۲)

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے فرمودات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تصوف کو انسان کی باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک ایسا علم قرار دیا جس کا عالم نہ صرف اپنی ذات میں ایک مرد کامل ہوتا ہے بلکہ اس کی ذات سے مخلوق خدا کو بھی ہدایت و راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سید محمد بن جعفر مکی:

عظیم صوفی حضرت سید محمد بن جعفر مکی نے ایک صدی سے زائد عمر پائی۔ پوری آٹھویں صدی ھجری اور نویں صدی ھجری کے نصف اول تک اہل تصوف کے لیے آپ کی شخصیت مینارہ نور تھی۔ آپ کی پیدائش ۶۹۶ھ اور وفات ۸۴۱ھ ہے۔

(۶۰) راحت القلوب (ملفوظات بابا فرید گنج شکر)۔ مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء
(۶۱) راحت القلوب
(۶۲) راحت القلوب

اہل تصوف کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک کیا مقام رکھتی ہے۔ آپ کے اس قول سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ...." اے رحمتہ اللعالمین اس گلستان دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے اگر آپ کی ذات مبارک یہاں تشریف فرما نہ ہوتی۔ آپ کی ذات سے ہمارے دل وابستہ ہیں ہمارے کارواں کی منزل آپ ہی ہیں۔ ہمارے جسم کا ہر ہر عضو سو، سو طرح سے آپ کی صفات بیان کرنے میں منہمک ہے اور آپ کی یہ تعریف قیامت تک ہوتی رہے گی اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی شان میں ورفعنالک ذکرک (۶۳) فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کے نام ارفع کر دیا ہے۔ (۶۴)

آپ کے نزدیک تصوف اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنیاد بنایا جائے۔ آپ نے تصوف کے لیے علم ظاہری کے حصول کی صرف تاکید ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی ساٹھ سال تک علم ظاہری کے حصول میں صرف کیے جس سے صوفیائے کرام کے اس عزم کا اظہار ہوتا ہے کہ میدان تصوف میں قدم رکھنے سے پہلے علوم شرعیہ کا اکتساب ضروری ہے تاکہ تصوف انہی ان تعلیمات کے عین مطابق رہے جو عہد رسالت اور صحابہ میں تھا کہ تمام صحابہ کرام اجمعین اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیمانے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں تھے اور اطاعت اس لیے تھی کہ ان کے سامنے اللہ کا یہ فرمان تھا... "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔" (۶۵)

ترجمہ: "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی

"گویا حضرت سید محمد جعفر مکی کے نزدیک تصوف یہ ہے کہ علم ظاہری و باطنی

---

(۶۳) قرآن، سورہ ۹۴۔ آیت ۴

(۶۴) بحر المعانی۔ محمد بن جعفر مکی

(۶۵) قرآن۔ سورہ ۴، آیت ۸۰

کے حصول کی بنیاد اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا جائے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ تصوف دین سے ہٹ کر کوئی شئے نہیں بلکہ یہ دین ہی کا ایک حصہ ہے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ:۔

تاج ترکی اور نعمت اللہ شاہی کے القابات سے یاد کیے جانے والی ہستی حضرت شاہ نعمت اللہ اپنے دور کے جید عالم اور باصفا صوفی تھے۔ آپ کے اجداد میں قاضی سید بدرالدین وہ شخصیت گزرے ہیں کہ جن کے فرمان پر شہاب الدین غوری نے مسلمان افواج کی اصلاح کی اور ہندوستان پر فتح پائی۔ قاضی صاحب نے عہدہ قضا قبول کر کے ایسا انتظام فرمایا کہ کوئی شخص شریعت سے باہر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ حضرت شاہ نعمت اللہ کی کرامات اس قدر ہیں کہ ولی آپ کے نام کا حصہ بن گیا اور تذکروں میں آپ کو شاہ نعمت اللہ ولی لکھا جانے لگا۔ آپ کی ولادت ۸۰۱ھ اور وفات ۸۸۵ھ ہے۔

آپ کے نزدیک تصوف شریعت اور طریقت کا مجموعہ ہے اور جب یہ دونوں یکجا ہوتے ہیں تو حقیقت وجود میں آتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کا کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ رہے۔ تصوف کی اس حقیقت کی وضاحت آپ کے حسب ذیل اقوال ہیں۔

تصوف میں بنیادی شئے فقر ہے جسے اولیاء کا شعار اور اس کے منتخب بندوں کی زینت قرار دیا گیا ہے اور رب العالمین نے اس صفت (فقر) کو اپنے خواص کے لیے پسند فرمایا، فقراء اللہ کے بندوں میں اس کے منتخب بندے اور اس کی مخلوق کے درمیان مہبط اسرار ہیں۔ ان ہی کی برکتوں سے وہ مخلوق کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے رزق کے دروازے کھولتا ہے۔ (۶۶)

---

(۶۶) مجمع الاولیاء۔ علی اکبر

اہل تصوف کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق خدا کی نہ صرف اصلاح کرتے ہیں بلکہ ان کے عیوب کی پردہ پوشی بھی فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ نعمت اللہ کا عمل اس خصوصیت کی ترجمانی کرتا ہے .... "جب شہنشاہ جہانگیر نے مہابت خان کے صاحبزادے خانہ زاد خان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا اور مہابت خان نے بیٹے کو حضرت سے راہنمائی کی تاکید کی تو اسی سلسلے میں ایک دن حضرت، خانہ زاد کی بارہ دری میں اسے ہدایت فرما رہے تھے کہ ایک فقیر آیا اور کہلا بھیجا کہ گورنر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں اور اپنا نام سید نعمت اللہ بتایا کیوں کہ وہ فقیر جانتا تھا کہ سید صاحب سے گورنر کو بے حد عقیدت ہے لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ سید صاحب خود بھی اندر تشریف رکھتے ہیں۔ گورنر نے جب اس فقیر کی مکاری سنی تو غضب ناک ہوا لیکن سید صاحب نے فرمایا کہ اسے اندر بلا لو۔ ممکن ہے بیچارہ کسی ضرورت کے تحت غلط بیانی کر رہا ہو حضرت کے ارشاد پر فقیر کو بلوایا۔ حضرت تعظیماً کھڑے ہو گئے اپنے برابر بٹھایا نام پوچھا۔ کہا سید نعمت اللہ شاہ۔ حضرت نے کچھ اشارہ فرمایا، خان صاحب نے فوراً دو صد روپے منگوا کر اس فقیر کو دیے اور وہ دعا دیتے ہوئے رخصت ہوا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ سب سے بڑی عبادت بندے کی عیب پوشی ہے۔" (۶۷)

غرضیکہ حضرت شاہ نعمت اللہ کے نزدیک تصوف نام ہے فقر کے اختیار کرنے اور مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ اور ان کے عیوب پوشی کا اور ظاہر ہے کہ شریعت بھی ان دونوں امور کو اپنانے کی تاکید کرتی ہے۔

حضرت سید علی ترمذی، پیر بابا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا بہترین نمونہ بری عادات و خصائل سے متنفر اور اخلاق حمیدہ کے مجمع و مظہر، حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا آسمان تصوف کے درخشندہ ستاروں میں ایک ایسے ستارے تھے

(۶۷) تاریخ فرشتہ۔ ابوالقاسم ہندو شاہ فرشتہ

جن کی روشنی پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے سنگلاخ پہاڑوں اور گھنے جنگلات میں آج بھی مسافران حیات کے لیے مشعل راہ ہے اور سوات کی خوبصورت ترین وادی میں جہاں جنگل میں منگل کا سا سماں ہوتا ہے آپ اور آپ کے خلفاء نے اسلامی تعلیمات کو گوشہ گوشہ پھر کر لوگوں تک پہنچایا۔ دسویں صدی ہجری کی یہ عظیم ہستی ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئی اور اسی برس سے زائد عمر طبعی پا کر ۹۹۱ھ میں واصل الی اللہ ہوئی۔

تصوف کے بارے میں آپ کے اقوال اس راستے کے متلاشیوں کے لیے مینارہ روشنی ہیں۔..... آپ فرماتے ہیں:

○ تصوف، خلق خدا سے کنارہ کشی کا نام نہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے پیر بابا فرماتے ہیں .... "تصوف کا جو سبق مجھے مرشد سے ملتا، ایک ہفتہ جلوت میں رہ کر اس کی ریاضت کرتا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت نے مجھے ماذون فرمایا۔ لیکن لوگوں کی کثرت سے میرے وظائف و اوراد میں خلل پڑتا، جس پر میں نے حضرت سے درخواست کی کہ لوگوں سے مجھے نجات دلائیں لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

○ آپ نے اپنے خلیفہ حضرت اخوند درویزہ سے فرمایا کہ .... میں انہیں اپنا دوست اور مرید نہیں جانتا جو مجھے نذرانہ پیش کرتے ہیں کہ لنگر میں خرچ کروں، لنگر کے لیے سب کچھ اللہ بھیجتا ہے میرے دوست اور مرید وہ ہیں جو مجھ سے روحانی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور میرے احوال پر نظر رکھتے ہیں۔

○ عام لوگوں کو صرف ارکان اسلام اور شریعت کی پابندی کی تعلیم دی جائے ان کی کامیابی کے لیے بھی کافی ہے۔ تصوف کی گہری اصطلاحات میں انہیں نہ الجھایا جائے اور صرف تصوف کے متلاشی لوگوں کو شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کی تعلیم دی جائی جس سے بیک وقت شریعت و طریقت

دونوں پروان چڑھیں گے۔ (۶۸)

حضرت پیر بابا کے اقوال تصوف یہ واضح کرتے ہیں کہ ذاتی اصلاح باطن کی خاطر مخلوق خدا سے کنارہ کشی نہ کی جائے اور رموز طریقت سے اس طرح آگاہی حاصل کی جائے کہ زندگی اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہ بولتی تصویر ہو انسان کے لیے ضروری ہے کہ راہ طریقت پر چلنے سے قبل شریعت سے آگاہی کے لیے حصول علم پر توجہ دی جائے تاکہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ و مامون رہتے ہوئے اولیاء اللہ کی صف میں جگہ پا سکے اور یہی تصوف کا مقصود و منشا ہے۔

حضرت میاں میر:۔

دسویں صدی ہجری کے سلسلہ قادریہ کے ان عظیم صوفی کا اسم مبارک میر محمد اور لقب حضرت میاں میر ہے تذکروں میں آپ کو شاہ میر اور میاں جیو بھی لکھا گیا ہے۔ ۹۳۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور پوری ایک صدی مخلوق خدا کو راہ ہدایت پر گامزن کرتے اور اہل دل کو سکون و قرار بخشتے، ۱۰۴۵ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ زندہ دلان لاہور کے درمیان گزرا۔ اگر مغل فرماں روا جہانگیر نے ایک خط میں ملاقات کا اس طرح ذکر کیا کہ .... "یہ مخلص حقیقی عرض نیاز کے بعد اپنا خلوص حضرت تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور یہ خواہش ہے کہ حضرت کی ملاقات نصیب ہو۔ (۶۹) تو شاہجہاں نے دو مرتبہ حضرت کے آستانہ پر قدم بوسی کا شرف پایا اور پھر داراشکوہ کی یہ آرزو پوری ہوئی۔

کہ ..... "میں نے ہمیشہ بادشاہ مطلق کے حضور دعا کی کہ مجھے اپنے دوستوں اور دوستداروں میں شامل کر لے۔ اپنے جام معرفت سے ایک جرعہ پلادے اور

(۶۸) تذکرۃ الابرار والاشرار۔ اخوند درویزہ
(۶۹) سکینۃ الاولیاء داراشکوہ

میرے دل کی مراد پوری کر کے غیر اللہ سے رہائی دلا دے اور اس کے لیے میرا دل ہمیشہ درویشوں کا فریفتہ رہا اور انہیں کی جستجو میں وقت صرف کیا یہاں تک کہ اس کے فرمان کے مطابق .... "ادعونی استجب لکم" (۷۰)

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

میری دعا قبول ہوئی اور جب حضرت (میاں میر صاحب) بادشاہ سے (شاہجہاں) باتیں کرتے ہوئے لونگ چباتے اور پھینک دیتے تو میں انہیں جمع کر کے کھا لیتا جس سے مجھے جو پانا تھا پالیا۔ اسی برکت سے زبان کو قوت بیان حاصل ہوئی۔ میں امیدوار ہوں کہ قیامت کے دن ان کے گداؤں میں شمار کیا جاؤں۔" (۷۱) تصوف کے بارے میں حضرت کے اقوال بے شمار ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

○ سلوک کے رتبوں میں سے پہلا رتبہ، شریعت ہے۔ سالک کے لیے لازم ہے کہ احکام شریعت کو پورا کرنے کی کوشش کرے جب اپنی اہلیت کے مطابق کوشش کر لے اور شریعت کی پیروی میں مستحکم ہو جائے تو احکام شریعت کی پیروی کی برکت سے اس کے دل میں طریقت کا رتبہ کمال حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوگی اور پھر جب طریقت کے فرائض درست طور پر ادا کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کی آنکھوں سے بشریت کا پردہ اٹھا دے گا اور حقیقت کے معنی اس پر ظاہر ہو جائیں گے جس کا تعلق روح سے ہے۔

○ یاد رکھو آدمی تین چیزوں، نفس، دل اور روح کا مجموعہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اصلاح کے لیے بھی تین چیزیں ہیں۔

نفس۔ کی اصلاح شریعت کی پیروی سے ہوتی ہے۔

دل۔ کی اصلاح فرائض طریقت ادا کرنے میں مضمر ہے اور

(۷۰) قرآن، سورہ ۴۰۔ آیت ۶۰
(۷۱) سکینۃ الاولیاء داراشکوہ

روح- کی اصلاح حقیقت کے درجات کی حفاظت سے ممکن ہے۔

○ سالک کا کام نفس اور جسمانی خواہشات کو مارنا ہے۔ پس اس طرح جب تک انسان اپنے نفس کو نہیں مارتا، آرزوؤں اور خواہشوں کو ترک نہیں کرتا تو بری عادت اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اولیاء کی موت ان کی نفس کی موت ہوتی ہے اور نفس کی موت کے بعد انہیں ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

اولیاءاللہ کے تصرفات بعد از مرگ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

○ زندگی میں اور موت کے بعد بھی اولیاء اللہ کا تصرف ایک سا رہتا ہے بلکہ موت کے بعد ان کی توجہ اور تصرف اور زیادہ بہتر ہو جاتا ہے کیوں کہ زندگی میں جسمانی حجاب اور سترِ احوال بعض چیزوں میں مانع ہوتا ہے۔ لیکن موت کے بعد سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ گویا جب شمشیر نیام سے باہر آتی ہے تو زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ (۷۲)

حضرت میاں میر کے اقوالِ تصوف سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت طریقت اور حقیقت کا نام ہے جس کے ذریعے نفس، دل اور روح کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر ان کی اصلاح ہو جائے تو پھر انسان نفس مطمئنہ کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اللہ کے بندوں میں شامل ہو کر ابدی راحت پاتا ہے اور یہی فرمانِ ربِ کل جہاں ہے کہ۔

"فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" (۷۳)

ترجمہ: پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

---

(۷۲) سکینتہ الاولیاء۔ داراشکوہ

(۷۳) قرآن: سورہ ۸۹۔ آیت ۲۹۔ ۳۰

حضرت شاہ فخر الدین:

آپ کی ولادت ۱۱۲۶ھ اور وفات ۱۱۹۹ھ ہے۔ آپ بارہویں صدی ہجری کے ان صوفیائے کرام میں سے ہیں جنہوں نے تصوف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی اس خصوصیت کا ذکر ابو الحسنات ندوی نے اس انداز سے کیا ہے۔ "شاہ فخر الدین نے اجمیری دروازے کے جس مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا وہ امیر غازی الدین خان فیروز جنگ کا بنایا ہوا تھا۔ اس مدرسہ میں بیٹھ کر آپ نے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ حقائق ومعارف کے دریا بھی بہائے" (۷۴)

آپ صاحب تصانیف عالم اور صوفی تھے۔ (۷۵)

آپ کے اقوالِ تصوف، زیادہ تر اسلامی معاشرہ کی درستگی کے لیے تھے اور آپ اسلامی تعلیمات عام لوگوں تک پہنچانے کے خواہش مند تھے۔ آپ کے چند فرمودات حسبِ ذیل ہیں۔

○ اگر ہندوستان میں خطبہ (جمعہ) ہندی (اردو) زبان میں پڑھا جائے تو اس کا اصل مقصد حاصل ہو جائے۔ ورنہ عوام کے لیے اس کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ عوام عربی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے۔

○ ہر شخص کو رضائے الہیٰ کے تابع ہونا چاہیے۔

○ ہر شخص خود بھی نماز کی پابندی کرے اور بچوں کو نماز ضرور سکھائے۔

○ ہر بات قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر کسی عامل سے کچھ سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

○ تبلیغ دین اہم فریضہ ہے۔ اس سے دین وانسانیت دونوں کی خدمت ہوتی ہے۔

---

(۷۴) ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔ مولوی ابوالحسنات

(۷۵) آپ کی تصانیف میں۔ نظام العقائد، رسالہ مرجیہ اور فخر الحسن شامل ہیں۔

○ ہمارے بزرگوں نے خون پی کر قوالوں کی سماع کو درجہ اباحت تک پہنچایا ہے۔

○ ہر شخص کو مرید تو بنایا جا سکتا ہے لیکن خلافت کے معاملے میں سختی ضروری ہے۔ (۷۶)

شاہ صاحب کے دور میں دو معاملات بڑے اہم تھے ایک سکھوں کی چیرہ دستی جو انتہا کو پہنچ چکی تھی اور دوسری شیعہ کے اقتدار کا ہندوستان میں بڑھنا۔ آپ نے ان دونوں معاملات کو اہل تصوف کی طرح لیا اور ایک طرف حکمرانوں کو تنبیہ کرتے رہے تو دوسری طرف شیعوں کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرنے کی بھرپور سعی کی۔ غرض کہ آپ نے تصوف کے ذریعے انسانی بھائی چارہ قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ اسلامی معاشرہ کو ہر طرح کے فساد سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اسی لیے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے کہ آپ مسلمان تو مسلمان ہیں غیر مسلموں سے بھی بڑی اچھی طرح ملتے تھے۔ لیکن اسلامی وقار کے ساتھ ..... "شاہ صاحب ہندوؤں سے بہت اچھی طرح ملتے تھے ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر میں ایک ہندو سے ملاقات ہوئی جو عامل تھا اور جس چیز کی خواہش ہوتی منگا لیتا شاہ صاحب سے بھی اس نے کسی فرمائش کرنے کو کہا جس پر شاہ صاحب نے فرمایا .....

جملہ امور در قرآن شریف موجود است حاجت ندارم (۷۷)

ترجمہ : تمام امور قرآن حکیم میں موجود ہیں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

حضرت اخوند صاحب آف سوات:

حضرت عبدالغفور جو کہ حضرت اخوند صاحب سوات کے نام گرامی سے

(۷۶) فخر الطالبین، ملفوظات شاہ فخر الدین، مرتبہ سید نور الدین۔

(۷۷) مناقب المحبوبین۔ حاجی نجم الدین۔

مشہور ہیں، تیرھویں صدی ہجری کے ان صوفیائے کرام میں سے ہیں جو صاحب تصوف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب شمشیر بھی تھے۔ جنہوں نے برصغیر پاکستان و بھارت میں روحانی اقدار قائم کیا اور سوات کے مردم خیز علاقوں میں اپنی اجتہادی قوتوں، سرفروشی اور لازوال مساعی کو اعلائے کلمۃ الحق میں صرف کیا اور اس طرح نہ صرف جہل کی تاریکیوں کو علم و عرفان کی روشنیوں سے بدل دیا بلکہ اس خطے کے لوگوں کو وہ جذبہ آزادی بخشا کہ آج بھی ان کے نام سنتے ہی دشمن کے دل دہلنے لگتے ہیں آپ کی ولادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی اور ۱۲۹۵ھ میں آپ خالق حقیق سے جا ملے۔

تصوف کے بارے میں آپ کے اقوال یہ ہیں کہ .....

○ شریعت محمدی کی تابعداری اور بدعات و رسومات بد سے بچنے کا عہد کرنا تصوف ہے۔

○ آپ بیعت کرتے وقت یہ عہد لیتے کہ انگریز، جو کہ دشمن اسلام ہے، اس کی ملازمت اختیار نہیں کی جائے گی خواہ افلاس و تنگدستی کی وجہ سے موت ہی کیوں نہ آ جائے۔

آپ کے اقوال سے بڑھ کر آپ کے افعال آج بھی ہمارے لیے، خاص کر سسکتی اسلامی دنیا کے لیے نجات کا ذریعہ ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری کے نصف، آخر میں آپ کو شیخ الاسلام مقرر کر کے سوات میں باقاعدہ اسلامی حکومت قائم کی گئی اس حکومت کے امیر سید اکبر شاہ صاحب تھے۔ شاہ صاحب کی وفات ۱۲۷۴ھ میں ہوئی جس سے آپ سخت مغموم ہوئے اس لیے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کی جنگ آزادی شروع ہو کر ناکامی سے ہم کنار ہو رہی تھی اور دوسری طرف اسلامی حکومت کے اتحاد و نظم کے بکھرنے کا آپ کو خطرہ تھا۔

آپ ذکر و فکر کے ساتھ کس قدر جہاد میں مصروف تھے اس کا اندازہ آپ

کے ایک خلیفہ قاضی سلطان محمود کے اس بیان سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ .... "میں ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ غازی و مجاہد، طالبانِ حق، طالب علم اور صوفی جمع تھے۔ ہتھیار اور روپیہ تقسیم ہو رہا تھا۔ ضروریات جنگ پوری کی جا رہی تھیں آپ کی مسجد میں اٹھارہ، انیس کارخانے قائم تھے جہاں ہتھیار بن رہے تھے اور آپ جہاد کی تیاریوں میں اتنے مصروف تھے کہ قدم بوسی بہت دشوار اور مشکل تھی۔ ایک بار بڑی مشکل سے قدم بوسی نصیب ہوئی اب دوسری قدم بوسی جہاد کے اہتمام اور مصروفیات کی وجہ سے زیادہ مشکل نظر آئی۔ ایک روز بہت کوشش سے آپ کی آرام گاہ میں شرف یاب ہوا۔ آٹھ دس روز حاضری کے بعد اجازت لی۔ تیسرا سبق اسم ذات کا مراقبہ تعلیم فرمایا۔" (۷۸) آپ کا تصوف میں کیا مقام تھا اسی راوی کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت شیخ نجم الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کی کہ غوثیت کی کیا شناخت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مکان کی چھت میں جو لکڑیاں چڑھی ہیں، اگر غوث فرما دے کہ ایک لکڑی سونے کی ہے اور ایک چاندی کی تو ایسے ہی ہو جاتا ہے۔ ہم نے جب چھت کی طرف دیکھا تو ایک لکڑی سونے کی تھی اور ایک چاندی کی اور پھر آپ نے فوراً فرمایا کہ اگر فرما دے کہ یہ لکڑیاں ہی ہیں تو وہ لکڑیاں ہی ہوتی ہیں جب ہم نے پلٹ کر دوبارہ دیکھا تو لکڑیاں ہی تھیں۔ ہم سمجھ گئے کہ حضرت، مقام غوثیت پر فائز ہیں۔" (۷۹)

حضرت اخوند صاحب سوات کے اقوال تصوف ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ تصوف صرف ریاضت و مجاہدہ کا نام ہی نہیں بلکہ تصوف یہ ہے کہ نفس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ پر توجہ دی جائے اور آپ کے ہاں زیادہ توجہ

(۷۸) احوال العارفین۔ حافظ غلام فرید۔

(۷۹) احوال العارفین۔ حافظ غلام فرید۔

اصلاح معاشرہ پر ہی تھی۔ اسی لیے امت مسلمہ کے عظیم مفکر اور داعی وحدت اسلامیہ، علامہ جمال الدین افغانی نے تصوف کی ان اہم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ..... "اخوند صاحب سوات کا شمار عالم اسلام کی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے فتویٰ مستند سمجھے جاتے، آپ کا شمار ان عظیم انسانوں میں ہوتا ہے، جن کے متعلق کہا گیا۔

ثبت است بر جریدۂ عالم ودوام ما۔" (۸۰)

یہ حقیقت ہے کہ تیرہویں صدی کے یہ عظیم صوفی صرف گوشہ نشین زاہد ہی نہ تھے بلکہ مجاہد، صاحب بصیرت سیاستدان، عالم اسلام کے نامور عالم، مجدد دین، عظیم حریت پسند اور میدان جہاد میں غازیوں کے ایک سرفروش راہنما بھی تھے اور اس خطے میں آپ نے تصوف کو صرف خانقاہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ مسجد سے لے کر میدان جنگ تک انسانوں میں وہ جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ راتوں کے زاہد اور دن کے غازی بن کر حیات جاودانی پا گئے۔

حضرت سیّد مہر علی شاہ، گولڑہ شریف:

مجدد قرن الرابع عشر، تیرہویں صدی ہجری کے آخری ربع میں پیدا ہوئے ۱۲۷۵ھ۔

اور اہل تصوف میں اعلیٰ مقام پا کر چودھویں صدی ہجری کے دوسرے نصف کے شروع میں اس عارضی قیام گاہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ حافظ کہا اور اپنی ابدی قیام گاہ "جزاوہم عند ربہم جنت عدن" (۸۱)

ترجمہ: ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں) کی جانب کوچ کیا۔

تصوف کے بارے میں آپ کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

(۸۰) البیان فی تاریخ الافغان۔ جمال الدین افغانی

(۸۱) قرآن، سورہ ۹۸۔ آیت ۸

اہل تصوف وہ ہیں جو سنت رسول اللہ پر قائم ہیں اور اپنے دلوں کے ساتھ اس طرف متوجہ ہیں۔

اہل تصوف وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، ان پر اپنی نعمتیں تمام کردیں اور ان کے لیے کرامت مہیا فرمائی۔

صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کے سوا ہر شے سے مرگیا ہو یعنی اس کے دل میں کسی چیز کی خواہش نہ ہو۔

بارہ بنکی کے سید علی صاحب نے ایک خط میں جب یہ سوال تحریر کیا کہ فرقہ صوفیہ کی اسلام میں کیا ضرورت ہے کیونکہ احکام شریعہ اور ارکان اسلام کی تبلیغ تو بذریعہ قرآن، اللہ کے رسول نے فرمادی اور اس کی اشاعت علمائے اسلام بذریعہ درس و تدریس اور تحریر و تقریر کررہے ہیں جو نجات کے واسطے کافی ہیں۔ صوفی ان احکام شریعہ کے سوا کیا بتاسکتے ہیں اور نجات کے واسطے اور کیا ہے جو انکی تعلیم کے سلسلہ میں مل سکتا ہے؟

حضرت نے اس سوال کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اہل تصوف کی خوب نشاندہی کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "ظاہر ہے کہ تجلیات افعالیہ اور صفاتیہ اور ذاتیہ کا مشاہدہ بحسب مراتب بعضہا فوق بعض درس اور تدریس، علم ظاہری سے نہیں ہوتا۔" (۸۲)

○ ایک مرتبہ آپ سے "دعا بحق و بحرمت اولیاء اللہ" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا...... "بے شک سبحانہ و تعالیٰ پر از خود کسی کا کچھ حق نہیں لیکن اگر وہ تبارک و تعالیٰ خود ازراہ فضل "وکان حقاً علینا نصر المومنین" (۸۳) فرماکر کسی کو حق عطا کردے تو کیا اعتراض باقی رہتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا

(۸۲) مہر جہانتاب۔ (مکتوبات) حضرت مہر علی شاہ۔
(۸۳) قرآن۔ سورہ ۳۰۔ آیت ۴۷

اگرچہ مشیت حق، مخلوق کی آرزوؤں کی پیرو نہیں ہے لیکن مخلوق اپنے خالق کے حضور میں مناجات اور دعائے حاجات کے وقت ایسے الفاظ سے اپنے عجز و الحاح کا اظہار کرتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ (۸۴)

○ جہاں تک تحریک پاکستان کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں اگرچہ حضرت مہر علی شاہ صاحب نے سیاست میں براہ راست حصہ لینا مناسب نہیں سمجھا لیکن مسلمانوں کی سیاسی ترقی کے لیے دلچسپی ضرور رکھتے تھے جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب مولانا ظفر علی خان آپ کے پاس گولڑہ شریف تشریف لائے اور خلافت، ہجرت، ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت، شریف مکہ کا انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ اور ہندو کانگریس کے ساتھ تعاون جیسے مسائل کا ذکر کیا اور آپ کو قائل نہ کرسکے تو جاتے جاتے یہ عرض کی کہ حضرت، میں تو اہل اللہ کے اس دربار میں مسلمانان ہند کے لیے سلطنت مانگنے آیا ہوں تو حضرت نے کچھ توقف کے بعد فرمایا میں دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعا کریں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس ملک کے مسلمانوں کو آزادی نصیب فرمائیں اور ایسی حکومت بخشیں جو ان کے دین کی خدمت کرسکے۔" (۸۵)

حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے اقوال اہل تصوف کے لیے ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں کہ یہ حضرات انسانوں کی باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی اجتماعی فلاح کے لیے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ اور یہ اسی کوشش کا ایک حصہ ہے کہ حضرت کے وصال کے دس سال بعد "پاکستان" عالم وجود میں آگیا۔ اب ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اولیاء کی اس سرزمین کو استحکام بخشیں اور شکرانے کے طور پر اللہ کے دین کو اپنی زندگیوں کا مقصود بنائیں۔

(۸۴) فتاویٰ مہریہ۔ حضرت مہر علی شاہ
(۸۵) مہر منیر۔ مولانا فیض احمد

حضرت پیر سید شمس الامین صاحب، مانکی شریف:۔

آج ہم پندرویں صدی ہجری کا پہلا عشرہ پورا کر چکے ہیں اور مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان لیے چودہ صدیاں بیت چکیں ان چودہ سو سالوں میں اولیائے کرام نے تصوف اور اس کے متعلقات کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ قارئین نے اوراق گزشتہ میں ملاحظہ کیا۔ حضرت علامہ اقبال نے اسلام کے جن شیدائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی (۸۶)

تو بلاشبہ جس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے کل کے صحرا نشینوں نے اسلام کی روشنی سے انسانیت کو ناامیدی کی تاریکوں سے نجات دلائی اسی طرح آج بھی مانکی شریف کے مرد کوہستانی حضرت پیر سید شمس الامین صاحب اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طالبان تلاش حق کی رہنمائی فرمارہے ہیں ۱۹۶۰ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۲۱ برس کی عمر میں آستانہ عالیہ مانکی شریف کے سجادہ نشینی کا گراں بوجھ آپ کے توانا کندھوں پر آن پڑا۔ (۸۷) اور آپ گزشتہ ۱۰ برس سے بڑی دلجمعی کے ساتھ اس ذمہ داری سے عہدہ برآہورہے ہیں۔

تصوف کے بارے میں آپ کے ارشادات گرامی

تصوف کے بارے میں حضرت شمس الامین صاحب پیر صاحب، مانکی شریف کے ارشادات عالیہ کو حسب ذیل موضوعات میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

---

(۸۶) ضرب کلیم۔ اقبال

(۸۷) الحمدللہ حضرت شمس الامین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سیرت کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور توانائی بھی عطا فرمائی ہے اور آپ یہ توانائیاں شریعت وطریقت کی آبیاری کے لیے صرف فرمارہے ہیں۔ (مصنف)

(۱) تصوف علوم دینیہ میں سے ایک علم ہے

تصوف دیگر علوم اسلامی (ظاہری و باطنی) کی طرح ایک علم ہے جس کا اکتساب، طریقت کے لیے اسی طرح لازمی ہے جس طرح شریعت سے آگاہی کے لیے علوم ظاہری کا اکتساب ضروری ہے۔ یعنی تصوف کا قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اور اخلاق جیسے علوم سے گہرا تعلق ہے اور حقیقت میں صوفی وہی ہے جو ان علوم کی نہ صرف آگاہی بلکہ ان پر مکمل دسترس رکھتا ہو۔

(۲) تصوف اور اعمال صالحہ

تصوف قرآن و حدیث پر عمل کا دوسرا نام ہے اور اعمال صالحہ سے یہی مراد ہے کہ ایک صوفی سے صرف نیک اعمال ہی صادر ہوتے ہیں اور قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو بہترین خلائق قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے...... "ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ" (۸۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔

(۳) تصوف معرفت الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے:

تصوف اصل میں معرفت الٰہی کے حصول اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور یہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے جس سے اللہ کی محبت اور اس کی بخشش نصیب ہوتی ہے اور اسی کو قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے......"

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔" (۸۹)

---

(۸۸) قرآن۔ سورہ ۹۸، آیت ۷

(۸۹) قرآن۔ سورہ ۳، آیت ۳۱

ترجمہ: آپ (اے محبوب، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،) فرما دیجیئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا...... سیجعل لھم الرحمان ودا۔ (٩٠)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔

(۴) توحید و رسالت کا اقرار اور اسپر ثابت قدمی کا نام تصوف ہے:

تصوف اس ثابت قدمی کا نام ہے جس کا ایک انسان لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہنے کے بعد مظاہرہ کرتا ہے اور مشکل ترین حالات میں بھی اس کے قدم نہیں ڈگمگاتے اور پھر جب وہ اس امتحان میں پورا اترتا ہے تو اسے فرشتے سکون و اطمینان اور حصول جنت کی نوید سناتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہٰی ہے.......

"ان الذین قالو اربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکتہ الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون" (٩١)

ترجمہ: جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (اللہ کے نبیوں کی معرفت) وعدہ کیا گیا تھا۔

(۵) تصوف اہل صفہ کا شعار ہے:

جس طرح اہل صفہ کی ایک پہچان ان کا فقروفاقہ تھا...... "تعرفھم بسیماھم" (٩٢) تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو کہ فقروفاقہ سے چہرہ پر اثر

(٩٠) قرآن۔ سورہ ١٩، آیت ٩٦

(٩١) قرآن۔ سورہ ۴١، آیت ٣٠

(٩٢) قرآن۔ سورہ ٢، آیت ٢٧٣

ضرور آجاتا ہے۔) نیز ان کا اللہ کی راہ میں مقید ہو جانا۔

"احصروا فی سبیل اللہ" (٩٣) (جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں) لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں سے طمع نہیں کرتے..... "لایسئلون الناس الحافا" (٩۴) (وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے)

کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے۔ بالکل اسی طرح اہل تصوف بھی دنیا و مافیہا کی پرواہ کیئے بغیر اللہ سے لو لگائے رہتے ہیں۔

(٦) تصوف سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اہل تصوف دیگر امور کے ساتھ ساتھ سادگی پر زور دیتے ہیں اور عیش و آسائش کی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں اس طرح یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اس سنت کو زندہ رکھتے ہیں کہ..... "الفقر فخری" (٩۵)

ترجمہ: مجھے فقر پر ناز ہے۔

(٧) تصوف نفس کی موت ہے

مشہور صوفی حضرت حاتم الاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حصول تصوف اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان چار قسم کی اموات سے نہ گزر جائے۔

١۔ سفید موت، جس سے مراد بھوک کی برداشت ہے۔

٢۔ سیاہ موت، یعنی مخلوق خدا کو نیکی کی ترویج کے سلسلہ میں مخالف قوتوں کے اذیتوں کو برداشت کرنا۔

(٩٣) قرآن۔ سورہ ٢، آیت ٢٧٣

(٩۴) قرآن۔ سورہ ٢، آیت ٢٧٣

(٩۵) امام غزالی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور دیگر صوفیہ کے تذکروں میں بھی مذکور ہے لیکن احادیث کے اہم مجموعوں میں، میں اسے تلاش بسیار کے باوجود نہ پا سکا۔ تحقیق جاری ہے۔

۳- سرخ موت، یعنی نفس کی مخالفت کرتے ہوئے صرف قرآن و حدیث کو نظریہ حیات ماننا- اور

۴- سبز موت، یعنی فقیری پر صبر و قناعت- (۹۶)

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر صرف سرخ موت حاصل ہو جائے یعنی نفس کی مخالفت اور قرآن و حدیث پر عمل تو تصوف حاصل ہو گیا-

(۸) تصوف انسان کو مخلص بناتا ہے

حضرت پیر شمس الامین صاحب، مانکی شریف فرماتے ہیں کہ جب نفس رذائل سے خالی اور فضائل سے آراستہ ہو جاتا ہے تو اس وقت انسان میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صفا اور خلوص ہے جسے حدیث میں احسان (۹۷) اور قرآن میں مخلصین کا نام دیا گیا ہے اور جن کے لیے اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے-

ارشاد باری تعالیٰ ہے..... "الا عباد اللہ المخلصین- اولئک لھم رزق معلوم فواکہ وھم مکرمون فی جنت النعیم علی سرر متقابلین-" (۹۸)

ترجمہ: ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم ہو چکا ہے یعنی پھل اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام دہ باغوں میں مسندوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے-

اور اخلاص ہی ایک ایسی صفت ہے کہ جسے اپنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے

(۹۶) روض الریاحین فی حکایت الصالحین- عبداللہ بن اسعد متوفی ۶۸ ۷ ھ- قبرص موسسہ عماد الدین ص ۳۵۰

(۹۷) تصوف کو احسان سے تعبیر کرنے کی وجہ حدیث جبریل ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے صحابہ کرام کی موجودگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین کے بارے میں کچھ سوالات کیے تھے جن میں ایک سوال احسان کے بارے میں تھا.........

"قال فاخبرنی عن الاحسان، قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک-"

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے کہا، مجھے احسان کے بارے میں بتایئے، (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، (احسان یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے- (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

(۹۸) قرآن- سورہ ۳۷- آیت ۴۰ تا ۴۴-

پہلے کی امتوں کو بھی حکم دیا ہے-

"وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین-" (۹۹)

ترجمہ: حالانکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ عبادت اسی کے لیے خاص رکھیں-

اور یہ حقیقت ہے کہ اہل تصوف کا ہر عمل خاص اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے- (۱۰۰)

حضرت شمس الامین صاحب، سجادہ نشین مانکی شریف کے تصوف کے بارے میں ان ارشادات عالیہ پر غور کیا جائے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک تصوف دینی علوم میں سے ایک ایسا علم ہے جس کا ماخذ قرآن و حدیث ہے اور صوفی وہ ہے جو قرآن و حدیث پر پوری طرح عمل پیرا ہو اور قال اللہ اور قال الرسول کی بنیاد پر عوام الناس کی اصلاح پر کاربند رہے-

اور یہی مرد مومن کی پہچان ہے-

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن (۱۰۱)

(۹۹) قرآن- سورہ ۹۸- آیت ۵

(۱۰۰) انٹرویو- حضرت شمس الامین صاحب، پیر مانکی شریف دسمبر ۱۹۹۰ء

(۱۰۱) کلیات اقبال- حوالہ سابقہ

باب دوم

تصوّف کا تاریخی ارتقاء

تصوّف کی ابتداء اسی وقت ہو گئی جب حضرت آدم علیہ السلام نے مع اپنی شریکِ حیات کے رب کے حضور تزکیہ نفس کے سلسلے میں التجا کی کہ......

"ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔"(۱۰۲)

ترجمہ:۔

"اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ فرمائیں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔"

گویا رب العزت نے انسان کو اس دھرتی پر بھیجنے سے پہلے اسے یہ سبق بھی دے دیا کہ جب بھی تم سے شریعت میں کوتاہی ہو تو تم طریقت سے اس کوتاہی کی تلافی کر سکتے ہو۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ شریعت و طریقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور انسان کے لیے ضروری ہے کہ اصلاحِ نفس کے لیے ظاہر و باطن میں باہمی ربط رکھے جس کی تعلیم صوفیائے کرام نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ پیش کیں اور پھر اگر ہم تمام انبیاء کرام کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے نبوت جیسی اہم ذمے داریاں تفویض ہونے سے پہلے انہوں نے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر اپنے نفس کو اس بھاری ذمے داری اٹھانے کے لیے تیار کیا۔ جس کی واضح مثال خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبوت سے قبل غارِ حرا میں تحنث فرمانا اور تلاشِ حق میں سرگرداں رہنا ہے۔(۱۰۳) اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو

---

(۱۰۲) قرآن۔ سورہ ۷۔ آیت ۲۳

(۱۰۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشاہدہ حق، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رضا و رغبت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چالیس راتوں کے لیے کوہِ سینا پر طلب کیا جانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فقر، یہ سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

مسلمانوں پر اسے احسان قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ رحمۃ للعالمین ہی تمہارا تزکیۂ نفس فرمائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم (۱۰۴)،

ترجمہ:۔ "بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے۔"

گویا تصوف کوئی نیا علم یا نئی تحریک نہیں بلکہ رضائے الٰہی کی انتہائی کوشش ہے اور اُمتِ محمدیہ کی یہ کوشش عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر عہدِ حاضر تک جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گی۔

تصوف عہدِ نبوی میں:۔

قرآنِ کریم میں جہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ فرمایا گیا کہ .... "یا ایھا المزمل (۱۰۵) (اے کملی اوڑھنے والے) وہاں اسی سورہ کی آیت ۸ میں یہ بھی فرمایا کہ .... واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔ (۱۰۶)

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد میں عبادت میں ہمہ وقت انہماک کو ایک خاص طبقہ (اصحاب صُفّہ) کے لیے برا نہیں سمجھتے تھے۔ اصحاب صُفّہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی وہ مقدس جماعت تھی جس نے اپنی زندگی صرف عبادت اور قرآن کی تعلیم کے حصول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان حضرات کو دنیوی معاملات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کے بارے میں حضرت شیخ علی ہجویری لکھتے ہیں کہ .... "خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۰۴) قرآن سورہ ۳۔ آیت ۱۶۴

(۱۰۵) قرآن سورہ ۷۳۔ آیت ۱

(۱۰۶) قرآن سورہ ۷۳۔ آیت ۸

کے زمانہ میں صحابہ کا ایک گروہ ایسا تھا کہ وہ عبادتِ الٰہی اور اتباعِ رسالت کی بجا آوری میں مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے تھے اور تمام اشغال اور جھگڑوں سے الگ تھلگ ہوتے ہوئے ان حضرات نے ترکِ دنیا اختیار کر لی تھی۔ انہیں اس بات کا یقینِ کامل تھا کہ رازق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی پر ان کا توکل تھا۔" (۱۰۷)

شاہ ولی اللہ نے دورِ نبوی میں تصوف کی موجودگی پر بحث کرتے ہوئے جہاں حدیثِ احسان (۱۰۸) سے استدلال کیا ہے وہاں تصوف کی حیثیت بیان کرتے ہوئے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی نقل کیا ہے۔ جمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ..... "اے حارث (رضی اللہ عنہ) تو نے صبح کیسے کی؟ (حارث نے) عرض کیا، میں نے صبح ایسی حالت میں کی کہ میں مومن تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے حارث (رضی اللہ عنہ) غور سے دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔ ہر حق کے لیے ایک حقیقت اور برہان ہوتی ہے، تیری بات کی برہان کیا ہے، (حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے) عرض کیا۔ میں اس دنیا سے اپنے بدن کو توڑ دوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا چاندی، پتھر اور ڈھیلا سب میرے نزدیک برابر ہیں (۱۰۹) "اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سب کچھ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں لیے حاضر ہوتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدیق (رضی اللہ عنہ) اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا ہے تو صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کا یہ فرمانا ...... "ابقیت لھم اللہ ورسولہ" (۱۱۰) (گھر

(۱۰۷) کشف المحجوب۔ سید علی ہجویری۔

(۱۰۸) احسان یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت کرو یا گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے (صحیح مسلم۔ مسلم بن الحجاج القشیری)

(۱۰۹) حجۃ اللہ البالغہ۔ شاہ ولی اللہ

(۱۱۰) سنن ابی داؤد۔ ابو داؤد۔

والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں) تصوف کے اہم سبق فقر اور توکل علی اللہ میں ڈوبا ہوا صوفیانہ قول نہیں تو اور کیا ہے؟ چنانچہ یہ کہنا بلکل درست ہے کہ عہدِ نبوی میں تصوف نام تو مستعمل نہ تھا لیکن اہلِ تصوف کی خصوصیات کے حامل خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور ان کی یہ صفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے انتہا پسند تھیں۔

تصوف عہد خلفائے راشدین میں:

رحمتہ للعالمین کے وصال کے بعد امتِ مسلمہ نے متفقہ طور سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ آپ نہ صرف اسلامی ریاست کے سربراہ تھے بلکہ شریعت وطریقت کے مجمعہ بھی تھے۔ شرعی علوم میں آپ کا مقام متعین کرنے کے لیے امام نووی کا یہ بیان کافی ہے کہ.....
"علماء نے آپ کی علمی عظمت کا استدلال اس فیصلہ سے کیا جس میں آپ نے فرمایا واللہ اگر کوئی فرد نماز وزکواۃ میں فرق کرے گا تو میں اسے قتل کروں گا۔ اور واللہ عہدِ رسالت میں اگر وہ عقال (۱۱۱) بھی ادا کرتے تھے اور اب اس کی ادائیگی میں باز رہیں گے تو میں ان سے ان کی وصولیابی کے لیے نبرد آزما ہوں گا۔" (۱۱۲)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے کہ شریعت کے رموز سمجھتے تھے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی یہ روایت کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران یہ فرمایا کہ....... "اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ کے پاس چلا جائے۔ اس پر بندہ نے اللہ کے پاس

(۱۱۱) عقال سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹوں کے پاؤں باندھ دیے جاتے ہیں تاکہ وہ کھڑے نہ ہوں اور بیٹھے ہی رہیں۔

(۱۱۲) تہذیب الاسماء واللغات۔ امام نووی

جانا اختیار کر لیا۔" (۱۱۳) یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے جس پر سامعین کو تعجب ہوا۔ اس لیے کہ یہ رمز صرف صدیق اکبر ہی جانتے تھے کہ یہاں بندہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر اس سے بڑھ کر آپ کے اتباعِ شریعت کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آپ کو امامت کا اعزاز بخشا اور یہ سب کچھ اس لیے کہ آپ بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر رحلت تک ہمیشہ سرکار تمام جہاں کے ساتھ رہے۔ اور پھر ایک موقعہ پر تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ذریعے اس کی نوید بھی سنا دی کہ وہ دو نہیں ہم تیسرے بھی ان کے ساتھ ہیں "ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔" (۱۱۴)

ترجمہ: جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے۔ جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ تم غم نہ کرو اللہ ہمارے ہمراہ ہے۔

جہاں تک طریقت کا تعلق ہے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اور صلہ رحمی ہمیشہ قابلِ تقلید رہی۔ آپ کی صلہ رحمی کی ادا اللہ تبارک تعالیٰ کو کتنی پسند تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب واقعہ افک کا معاملہ چلا تو آپ نے حضرت مسطح (۱۱۵) رضی اللہ عنہ کی امداد روک دی جس پر فرمانِ الہیٰ ہوا کہ.... ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین و المہاجرین فی سبیل اللہ۔ ولیعفوا و لیصفحوا (۱۱۶)

---

(۱۱۳) صحیح مسلم۔ امام مسلم بن الحجاج القشیری

(۱۱۴) قرآن۔ سورہ ۹۔ آیت ۴۰

(۱۱۵) حضرت مسطح، آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ہجرت مدینہ میں شریک تھے اور غزوہ بدر میں بھی شریک تھے۔ ان کی مفلسی کی وجہ سے آپ ان کا خرچ اٹھاتے تھے۔

(۱۱۶) قرآن۔ سورہ ۲۴۔ آیت ۲۲

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں جو تم میں فضیلت والے ہیں اور صاحب استطاعت ہیں۔ قرابت داروں، مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے لوگوں کی اعانت سے۔ (ان حضرات کو چاہیے) کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔

تمام تر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو صاحب فضیلت کے اعزاز سے نوازا۔

آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ کا دور شروع ہوتا ہے۔ آپ جونہی امت مسلمہ کی راہنمائی کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں اور و ے خطاب کرتے ہیں تو جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اس بات کی التجا کرتے ہیں کہ ......

"اے اللہ میں سخت دل ہوں مجھے اپنے فرمانبرداروں کے لیے اپنی رضا اور آخرت کے حصول کی خاطر نرم دل بنا دے اور دشمنوں اور شرپسندوں و منافقین کے لیے سخت دل رہنے دے۔" تو اس کے ساتھ ساتھ آپ رضائے الٰہی اور آخرت کی بھلائی کے لیے بھی یوں گویا ہوتے ہیں ..... "فالھمنی ذکرک علی کل حال و ذکرک الموت فی کل حین۔" (۱۱۷) مجھے توفیق عطا فرما کہ تیری یاد کو ہر حال میں باقی رکھوں اور کسی بھی وقت موت کو نہ بھولوں

اور یادِ الٰہی ہی وہ عمل ہے جس پر تصوف میں خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ یادِ الٰہی میں غرق رہنے کی یہ تمنا کسی معمولی شخصیت کی نہیں بلکہ یہ آرزو ہے اس ہستی کی جسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بارگاہِ الٰہی سے طلب فرمایا۔ جیسا کہ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوجہل میں سے کسی کو مسلمان بنا کر اسلام کو معزز و سربلند فرما دے۔" (۱۱۸)

(۱۱۷) خطبہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

(۱۱۸) جامع ترمذی۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں اور ابوعبداللہ شیبانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھتے ہیں کہ ...... "اللہ نے میری رائے کی اکیس مقامات پر تائید فرمائی۔" (۱۱۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور کی نہ صرف قابلِ اتباع اہل شریعت ہستی تھیں بلکہ اہلِ طریقت میں صاحبِ کرامات شخصیت تھیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے مختلف روایات سے آپ کی جن کرامات کا ذکر کیا ان میں سے تین اہم حسب ذیل ہیں۔

حضرت ساریہ کو للکار:۔

آپ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو کمانڈر انچیف مقرر کر کے ایران کی مہم پر روانہ کیا تھا۔ ایک جمعہ کو مدینہ میں دورانِ خطبہ آپ نے فرمایا...... "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" کچھ دنوں بعد اس لشکر سے آئے ہوئے افراد نے بیان کیا کہ ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اس موقع پر ہم نے یہ آواز تین مرتبہ سنی .... "اے ساریہ پہاڑ کی طرف"۔ چنانچہ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کر لیا اور اللہ نے ہمیں فتح یاب فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے مدینہ سے ایران تک کی راہ میں حائل تمام پردوں کو دور فرما دیا اور آپ نے مسلمانوں کی جنگی حالت دیکھتے ہوئے ان کی مناسب راہنمائی فرمائی۔

دریائے نیل کی روانی:۔

گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص، نے دریائے نیل کی روانی کو جاری رکھنے کی رسم کے بارے میں آپ کو لکھا (۱۲۰) تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ

(۱۱۹) فضائل الاسامیین۔ ابوعبداللہ شیبانی (اس سلسلہ میں مختلف روایات کو یکجا کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مسلم، احمد، طبرانی، حاکم، امام نووی اور ابن عساکر وغیرہ۔

(۱۲۰) مصریوں میں یہ رسم تھی کہ جب بھی دریائے نیل خشک ہونے کو ہوتا تو چاند کی گیارہویں شب کو ایک نوجوان لڑکی کو بنا سنگھار کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے تاکہ دریا خشک نہ ہو اور رواں دواں رہے۔

......"حالات معلوم ہونے کے ساتھ تمہارا عمل معلوم ہوا اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام تمام غیر شرعی رسوم کو ختم کرتا ہے اسی کے ساتھ ایک خط بھی بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ خط کیا تھا، اللہ کے بندے کا اس کی مخلوق کے نام ایک حکم "اللہ کے بندے عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے دریائے نیل کے نام۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو ہرگز رواں نہ ہو اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ تیری روانی کو جاری کرتا ہے تو میں اس واحد و قہار کے حضور دستِ سوال دراز کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرما دے اور تو رواں ہو جا۔"

وہ دن اور آج کا دن دریائے نیل رواں دواں ہے اور خصوصاً مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے چاروں طرف اس طرح بہتا ہوا آگے بڑھتا ہے کہ جیسے ایک مامتا اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے۔(۱۲۱) گویا دریائے نیل کی روانی آج بھی اپنی زبانی عہد صحابہ میں کرامات صحابہ کی صورت میں تصوف کی تاریخ سناتی ہے۔

جھوٹوں پر گرفت:۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی محو گفتگو ہوتا تو جونہی وہ دروغ گوئی سے کام لیتا آپ اسے فوراً ٹوک دیتے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جھوٹ بات کی شناخت کرنے والے صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے کہ ہر جھوٹی بات آپ کو فوراً معلوم ہو جاتی اور آپ جھوٹے کو فوراً ٹوک دیا کرتے تھے۔(۱۲۲) اور یہ اس لیے کہ آپ کے دل و دماغ یادالٰہی کی وجہ سے آئینہ کے مانند صاف وشفاف ہو چکے تھے۔ جو صرف عکس حقیقت ہی کو قبول

(۱۲۱) آج دریائے نیل کا اس انداز سے بہنا میں نے خود اپنی آنکھوں سے قاہرہ کی سب سے اونچی عمارت "برج القاہرہ" سے دیکھا اور شعبہ عربی کے پروفیسر ڈاکٹر حافظ احسان الحق صاحب میرے ہمراہ تھے جب ہم نے ۱۹۸۹ء میں قاہرہ میں ہونے والے امام طبری سمپوزیم میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

(۱۲۲) تاریخ الخلفاء۔ علامہ سیوطی

کرتے تھے۔

اللہ اللہ کیا مقام تھا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ایمان وتقویٰ کا کہ حاکم کی روایت کے مطابق .... "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پہاڑوں نے بھی گریہ وزاری کی۔"(۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کی اصلاح کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ سفیر کی حیثیت سے بات چیت کرنے گئے اور تاخیر ہوئی تو ترمذی کی روایت کے مطابق ......"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ان کی (عثمان رضی اللہ عنہ) طرف سے بیعت کرتا ہوں اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرا ہاتھ پر مارا۔"(۱۲۴) اور آج بھی بیعت کی یہ روایت جاری ہے کہ تصوف میں ایک مرید اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہے۔ اور کیا مقام ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کہ تمام جہانوں کے سرکار نے اپنے ہاتھ کو آپ کا ہاتھ قرار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بھی کچھ کم نہ تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو احادیث آپ نے روایت کیں اور قرآن کریم جمع کرنے کا اعزاز پایا جبکہ طریقت کا مقام متعین کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ راہِ خدا میں سب سے پہلے آپ نے مع اپنی زوجہ کے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی اور پھر کلام الٰہی میں منہمک تھے کہ شہید کر دیے گئے اور اللہ کی وہ کتاب آج بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق کی گواہی پیش کر رہی ہے۔

ابنِ عساکر کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت تھی کہ وہ تمام اشخاص جنہوں نے آپ کی شہادت میں حصہ لیا وہ سب

(۱۲۳) مستدرک۔ حاکم نیشاپوری

(۱۲۴) جامع ترمذی۔ امام محمد ابوعیسیٰ ترمذی

دیوانے (پاگل) ہو گئے۔ (۱۲۵)

مسلمانوں کی باہمی خون ریزی اور شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ!

خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل بحالتِ محاصرت ابو ثور فہمی سے فرمایا کہ .... "میری دس خصلتیں اللہ کے پاس محفوظ ہیں۔"

۱۔ اسلام قبول کرنے والوں میں، میں چوتھا شخص تھا۔
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح میرے ساتھ کیا۔
۳۔ میں کبھی رقص و موسیقی کی محفلوں میں شریک نہیں ہوا۔
۴۔ میں نے کبھی کھیل کود میں شرکت نہیں کی۔
۵۔ میں نے کبھی برائی کی تمنا بھی نہیں کی۔
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کے بعد میں نے اپنا ہاتھ کبھی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔
۷۔ اسلام کے بعد میں نے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا (اگر کبھی عین جمعہ کے دن کوئی عذر ہوا تو بعد میں اسے پورا ضرور کیا)
۸۔ اسلام لانے سے قبل اور بعد دونوں زمانوں میں کبھی بدکاری کا مرتکب نہیں ہوا۔
۹۔ اسلام سے قبل اور بعد ہر دونوں ادوار میں کبھی چوری نہیں کی۔ اور

---

(۱۲۵) تاریخ مدینہ۔ ابن عساکر

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے موافق قرآن جمع کیا۔ (۱۲۶)

ایسی متقی شخصیت کو جب شہید کر دیا گیا تو آج تک مسلمان ایک دوسرے کے خون میں ہاتھ رنگنے لگے ہیں اس لیے کہ اس خطرے کی بو اکابر صحابہ نے اسی وقت محسوس کر لی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس مجمع میں آئے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور فرمایا...... "اے لوگو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا خیال تک نہ کرو اور واللہ جو آپ کو شہید کرے گا وہ کوڑھی ہو جائے گا اور واللہ اللہ کی تلوار اب تک نیام میں ہے اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنی تلوار بے نیام کر دے گا اور مسلمانوں میں باہمی طور پر ہمیشہ خون ریزی ہوتی رہے گی۔ یاد رکھو ایک نبی کے قتل کے عوض ستر ہزار انسان اور ایک خلیفہ کے بدلے پینتیس ہزار قتل کیے جاتے ہیں اس کے بعد بھی مشکل سے باہمی اتفاق ممکن ہوتا ہے۔" (۱۲۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تصوف کے اہم عناصر صبر و استقلال کے مجسمہ تھے اور یہ آپ کا صبر و استقلال ہی تھا کہ قدرت کے باوجود مخالفین کے خلاف تلوار نہ اٹھائی۔ اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیا لیکن امتِ مسلمہ کا خون بہانا گوارا نہ کیا حالانکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے زمانہ محصوری میں آپ کے پاس جا کر عرض کیا کہ "آپ امیر المومنین ہیں اور مصائب میں مبتلا ہیں، میں تین مشورے دیتا ہوں ان میں سے کوئی ایک قبول فرمالیں تو مناسب ہوگا۔ اول یہ کہ

---

(۱۲۶) قرآن کریم کا یہ نسخہ آج بھی استنبول (ترکی) کے توپ کاپی میوزیم میں موجود ہے۔ میں نے کونسل فار دی ورلڈ ریلیجن کے تحت ہونے والی کانفرنس "فیملی اینڈ لاء ان اسلام" میں شرکت کے دوران اس نسخہ کی زیارت کی۔ یہ کانفرنس پانچ روز تک جاری رہی جس میں دنیا بھر کے تیئس اسکالرز نے شرکت کی۔ پاکستان کی نمائندگی چار حضرات نے کی جن میں سے کراچی یونیورسٹی سے نمائندگی کا اعزاز مجھے، پروفیسر ڈاکٹر حسن قاسم مراد چیئرمین شعبہ علوم اسلامی اور میرے استاد محترم اور ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد کو حاصل رہا۔

(۱۲۷) مصنف عبدالرزاق

دشمنوں سے مقابلہ فرمائیں عوام آپ کے ساتھ ہیں اور آپ حق پر ہیں۔ دوم یہ
کہ ایک اور دروازہ بنا دیا جاتا ہے آپ اس سے نکل کر کعبۃ اللہ تشریف لے جائیں
اور سوم یہ کہ آپ شام کی طرف سفر اختیار کر لیں جہاں حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
خلیفہ ہوتے ہوئے اُمت مسلمہ کی خون ریزی نہیں کرا سکتا دوم یہ کہ کعبۃ اللہ اس
لیے نہیں جا سکتا کہ اگر وہاں بھی خون ریزی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے فرمان کے مطابق خون ریزی کرانے والے پر آدھی دنیا کے باشندوں کا
عذاب ہو گا اور سوم یہ کہ شام اس لیے جانا پسند نہیں کرتا کہ مقامِ ہجرت اور حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس نہیں چھوڑ سکتا۔" (۱۲۸)

اگرچہ ان باصفا صحابی اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت
مسلمہ کے کشت و خون پر اپنی ذاتی قربانی کو ترجیح دیتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش
کر کے حیاتِ ابدی پائی لیکن امتِ مسلمہ اس خونِ ناحق کی پاداش میں آج تک
باہمی خون ریزی کے مرض میں مبتلا ہے۔ بیروت سے لے کر کراچی تک۔

اگر اس عذاب سے چھٹکارا پانا ہے تو آج ہمیں پھر سے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی صفت صبر و استقلال کو اپنانا پڑے گا اور یہ اس صورت میں ممکن
ہو گا کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کے فرق کو مٹا دیں۔ ورنہ بات وہی اقبال کی ہے......

ابھی تک آدمی صید زبونِ شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انسان نوعِ انسان کا شکاری ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے امّت مسلمہ جس کرب میں
مبتلا ہوئی اسے اس کرب و بلا سے نجات کی راہ دکھانے کی ذمہ داری دینِ اسلام کے
رموز و اسرار کے عالم اور صاحب زہد و ریاضت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپی
گئی۔ آپ کو خلیفہ چہارم، اصحاب عشرہ مبشرہ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۲۸) مسند احمد

کی مجلسِ شوریٰ میں شرکت جیسے اعزازات حاصل ہیں۔ ساڑھے پانچ سو سے زائد
احادیث آپ سے مروی ہیں جن میں سے سو سے زائد صحیحین کی روایت کردہ
ہیں۔

آپ کو تقرب الٰہی میں کیا مقام حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا
ہے کہ ترمذی کی روایت کے مطابق ..... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے اور وہ
چار حضرت علی، ابو ذر غفاری، مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین
ہیں۔" (۱۲۹)

اہل تصوف کی یہ شان رہی ہے کہ وہ خود تو فقر و فاقہ اور قناعت و سادگی کا
نمونہ ہوتے تھے لیکن مخلوق خدا کے لیے ان کے ہاتھ بڑے کشادہ ہوتے تھے۔ ان
کے لنگر بڑی فراخدلی سے جاری و ساری رہتے تھے ذاتی نفس کشی اور دوسروں کے
لیے سخاوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصی صفت تھی۔ امام حنبل روایت
کرتے ہیں کہ ...... "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھوک میں میری
ایسی حالت ہوتی ہے کہ پیٹ پر پتھر باندھتا ہوں لیکن میرے صدقات کی مقدار
چار ہزار اشرفی ہے" (۱۳۰)

اہل تصوف کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی سب سے بڑا اعزاز
ہے۔ اس خوشنودی کے حصول کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کس قدر اہمیت دیتے
تھے۔ اس کا اندازہ اس دعا سے ہوتا ہے جو آپ نے جنگ صفین کے موقع پر
فرمائی۔ آپ نے فرمایا "اے اللہ، میرے گناہ بخش دے میرے عمل کو پاک کر
دے، میری خطاؤں کو دھو دے۔ کیونکہ جن چیزوں کو آپ نے قوت عطا فرمائی
ہے ان کے مقابلے میں میں کمزور ہوں۔ مجھے ایسی بردباری عطا فرما جس سے

(۱۲۹) جامع ترمذی
(۱۳۰) مسند احمد

میں جہالت کا دروازہ بند کر سکوں اور ایسی عقل عطا فرما جو مجھے ناتواں کرنے والے فتنوں سے نکال دے اور مجھے ایسا بنا دے کہ صرف آپ کی خوشنودی کے لیے عمل کر سکوں۔ اے اللہ مجھے وہ زندگی عطا کیجیے جو آپ نے اپنے صالح بندوں کو عطا کی ہے۔ (۱۳۱)

صبر کی اہمیت:۔

تصوف میں صبر کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک صبر و ایمان کا کس قدر باہمی تعلق ہے۔ اس کا اندازہ آپ کے اس قول سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ سنن ابی منصور میں روایت کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ..... "یاد رکھو! کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے زیادہ خوف زدہ نہ ہو، امیدیں و آرزوئیں صرف اللہ ہی کی ذات سے وابستہ کی جائیں۔ کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہیں کرنا چاہیے۔ صبر و ایمان کی مثال سر اور جسم کی مانند ہے جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے اور جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت وقوت بالکل ہی ختم ہو گئی۔ (۱۳۲)

مقامِ غور وفکر:۔

تعلیمات تصوّف میں غور وفکر وہ مقام ہے جس سے آئینہ دل شیشے کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاں تلاوتِ قرآن اور علم کی اہمیت پر زور دیا ہے واں اس تعلیم کو بے مقصد قرار دیا ہے جس میں غور وفکر نہ ہو آپ کا قول ہے .... "کامل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔ اور لوگوں کو قرآن کریم کی تلاوت کی طرف متوجہ کرے۔ یاد رہے کہ اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو بغیر فہم و شعور حاصل کیا جائے اور نہ اس تعلیم کی کوئی حیثیت ہے جس میں غور وفکر نہ کیا جائے۔ (۱۳۳)

---

(۱۳۱) صحیفہ علویہ، علامہ عبداللہ بن صالح
(۱۳۲) سنن ابی منصور، سعید بن منصور
(۱۳۳) ایضاً

قناعت:۔

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کسی بھی موقع پر کبیدہ خاطر اور شاکی نہ ہو اس لیے کہ وہ اگر قانع نہ ہو گا تو پھر محرماتِ اخلاقی کے ذریعے اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ حرص کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور جوں جوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے اس لیے وہ کبھی بھی محتاجی اور بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس بڑھتی ہوئی خواہش کو اگر روکا جا سکتا ہے تو صرف قناعت سے۔ اسی لیے اہل تصوف قناعت کی تعلیم پر بھرپور توجہ دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قناعت کو لازوال سرمایہ قرار دیتے ہوئے فرمایا .... "القناعۃ مال لا ینفد" (۱۳۴)

ترجمہ: قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔

اصلاح نفس:۔

تصوف میں اصلاح نفس بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے کہ اگر نفس کی اصلاح نہ ہو سکی تو پھر بڑی سے بڑی عبادت و ریاضت بھی رائیگاں جاتی ہے۔ مثلاً نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے یہ برائیوں سے روکنے کا ذریعہ ہے لیکن اگر یہی نماز نفس کو خوش کرنے کے لیے ادا کی گئی کہ لوگ بڑا نمازی سمجھیں تو یہ دکھاوا وبال جان بن جاتا ہے۔ "فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساھون "الذین ہم یراءون (۱۳۵)

ترجمہ: پس ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں) تو ریاکاری کرتے ہیں۔

---

(۱۳۴) نہج البلاغہ۔ مرتبہ سید رضوی متوفی ۴۰۶ھ
(۱۳۵) قرآن۔ سورہ ۱۰۷۔ آیت ۴-۶

اس لیے حضرت علیؓ نے اصحاب تصوف کو یہ نصیحت فرمائی کہ دوسروں کے جو اعمال تم کو ناپسند ہوں پہلے اپنے آپ کو ان سے دور رکھو۔۔۔۔ "وکفی اوبالنفسک تجنبک ماکرہتہ لغیرک" (۱۳۶)

ترجمہ نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لیے برا سمجھتے ہو ان سے بچ کے رہو۔

استغفار کی حقیقت:۔

توبہ واستغفار کا ورد تصوف کے اسباق میں سے اہم سبق ہے۔ لیکن اس کی حقیقت سے بہت کم لوگ آشنا ہیں۔ ایک شخص کے استغفراللہ کہنے پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے۔ کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے۔ پھر آپ نے استغفار کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کی صفات کا تذکرہ فرمایا۔۔۔۔ "استغفار بلند مرتبہ لوگوں کا مقام ہے جو ۶، باتوں پر حاوی ہے۔

(۱) جو ہو چکا اس پر نادم ہو

(۲) ہمیشہ کے لیے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیہ کرنا

(۳) مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ کے حضور اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک وصاف ہو اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

(۴) جو فرائض تم پر عائد تھے اور تم نے ادا نہیں کیے ان سے اب پوری طرح بری الذمہ ہونے کی بھرپور کوشش کرو۔

(۵) تمہارا گوشت (جسم) اکل حرام سے نشو نما پاتا رہا۔ اب اسے غم واندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو تاکہ پھر سے ان دونوں کے درمیان (اکل حلال سے) نیا گوشت پیدا ہو۔

---

(۱۳۶) نہج البلاغہ۔ سید رضی (مرتب)

(۶) اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو، جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔ تو اب کہو استغفراللہ:۔

گویا سید الاولیاء و امام الاتقیاء خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین کے نزدیک تصوف ایک ایسی کیفیت ہے جس میں غور وفکر، قناعت اور استغفار کے ذریعہ اصلاح نفس کا کام سرانجام دیا جاتا ہے۔ اور شریعت کو بھی اصلاح نفس ہی مقصود ہے جس کا دوسرا نام تقویٰ ہے۔

۴۰ ھجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ہی عہد خلفائے راشدین کا دور تصوف ختم ہوتا ہے اس دور میں تصوف، حصول تقوی کی کوششوں میں سے ایک کوشش تھی اور چاروں خلفائے راشدین کی زندگیاں اس کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

صوفیائے متقدمین:۔

میں نے اپنی اس کتاب میں صوفیائے متقدمین، متاخرین اور عہد حاضر کی تقسیم تاریخی اعتبار سے نہیں کی۔ اس لیے کہ اس طرح کے تذکرے ایک دو نہیں بلکہ درجنوں موجود ہیں۔ میں نے یہ موضوعات صوفیائے کرام کی تصانیف کو ادوار پر تقسیم کے لیے متعین کیے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس طرح تصوف کی ابتدا سادہ تصانیف سے ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ یہ حکیمانہ افکار وآرا سے ہمکنار ہوتی گئی البتہ اس بات کا خیال ضرور کیا گیا ہے کہ یہ بحث ترتیب زمانی کے ساتھ ہی رہے۔ نیز یہ بھی کہ صرف ان علمی ذخیروں کو زیر بحث لایا جائے جو خاص کر تصوف کے موضوع پر مدون ہوئے۔

تیسری صدی ھجری کے اواخر تک ہمیں تصوف کی جن کتب و رسائل کا ذکر ملتا ہے ان میں تمام تر عربی میں ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

۱۔ حضرت شیخ یحیی بن معاذ کی کتاب المریدین

۲- شیخ عمر المعروف ابو حفص کی قیام الیل والتہجد

۳- شیخ حارث بن اسد، محاسبی بغدادی کی کتاب الفکر والاعتبار

۴- شیخ مصور بن عمار کی مجالس

۵- شیخ ابو جعفر محمد برجلانی کی کتاب الصحبت، کتاب الہمہ، کتاب البصر، کتاب الجود والکرم اور کتاب الطاعہ

۶- شیخ عبید اللہ ابن ابی الدنیا کی کتاب الاخلاق، کتاب التقوی، کتاب مکارم الاخلاق اور کتاب مکائد الشیطان

۷- حضرت جنید بغدادی کی کتاب امثال القرآن، کتاب الرسائل، کتاب الخوف، کتاب الورع، کتاب الرھبان اور کتاب المحبت۔

۸- شیخ ابوالحسن علی بن احمد کی کتاب الکبیر

۹- شیخ سہل بن عبداللہ تستری کی دقائق المحبین اور مواعظ العارفین

۱۰ شیخ ابو حمزہ صوفی کی ---- کتاب المتبعین من السیاح والعباد المتصوفین۔

۱۱ شیخ محمد بن یحیی کی کتاب المتوکل۔ اور

۱۲- شیخ حسین بن منصور حلاج کی طاسین الازل، علم البقا والفنا، کتاب الیقین اور کتاب التوحید

یہ تمام وہ کتب ہیں جن کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے (۱۳۷)۔ اور یہ وہ تحریریں ہیں جن کا موضوع تصوف ہے۔

صوفیائے متقدمین کی یہ تحریریں سادہ ہیں اور ایسے موضوعات پر مشتمل ہیں جن میں تمام تر تعلیمات طالبان طریقت اور مریدان راہ سلوک کی رہنمائی اور ہدایت پر مبنی ہیں۔ تاریخ تصوف اور اسرار و رموز تصوف ان کا موضوع بحث نہیں البتہ ان میں محبت الٰہی قرب الٰہی اور اس کی منزلوں کا ذکر ضرور ہے۔ یہ تحریریں آیات قرآنی، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اخبار اور صوفیانہ تفسیرات اور ایسی توضیحات

(۱۳۷) الفہرست۔ ابن ندیم

پر مشتمل ہیں جو ایک صوفی کی تربیت اور سیر و سلوک کی اصلاح کے لیے ضروری تصور کی جاتی ہیں اور صوفیائے متقدمین کے مریدوں نے ان ہی کی روشنی میں سلوک کے مدارج و منازل طے کیے۔ ان تحریروں میں علمی مسائل کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ پر بحث کرتے ہوئے صوفیانہ مجاہدات، مقامات احوال کرامات اور خرق عادات کے تذکرے بھی ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفیائے متقدمین کی تحریروں میں ایسے پند و نصائح اور حکم و امثال جمع کر دیے گئے ہیں جن کی تائید نصوص قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ہوتی ہے۔ جبکہ اس کے بعد کا دور جسے صوفیائے متاخرین کا دور کہا جاسکتا ہے علمی تصانیف کا دور ہے جس میں تصوف کو ایک نظریہ اور فکری رجحان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

صوفیائے متاخرین:۔

یہ دور تیسری صدی ھجری، کے آخری ربع سے ——— شروع ہوتا ہے اور یہ وہ دور ہے جس میں عالم اسلام میں تصوف کے موضوع پر خوب لکھا گیا۔ ان میں اہم دستیاب کتب حسب ذیل ہیں۔

۱- شیخ ابو نصر عبداللہ سراج طوسی کی کتاب اللمع

۲- شیخ ابو بکر بخاری کی کتاب التعرف

۳- شیخ ابو طالب مکی کی قوت القلوب

۴- شیخ ابو نعیم بن عبداللہ کی حلیتہ الاولیاء

۵- شیخ ابوالقاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ

۶- شیخ ابوالحسن علی ہجویری کی کشف المحجوب

۷- شیخ ابو اسماعیل عبداللہ کی طبقات الصوفیہ

۸- خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کی منازل السائرین

۹- شیخ ابو حامد غزالی کی احیاء العلوم

۱۰- شیخ احمد بن محمد غزالی کی الذخیرۃ فی العلم لبصیرہ، تازیانہ سلوک اور

مکتوبات

۱۱- امام عبدالرحمان ابن الجوزی کی صفوۃ الصفوہ

۱۲- شیخ عبدالقادر جیلانی کی فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین اور الفتوح الربانی

۱۳- شیخ فریدالدین عطار کی تذکرہ الاولیاء

۱۴- شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف

۱۵- شیخ اکبر، ابن العربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم

۱۶- مولانا جلال الدین رومی کی فیہ مافیہ اور مثنوی معنوی

۱۷- شیخ فخرالدین عراقی کی لمعات

۱۸- شیخ نورالدین جامی کی نفحات الانس

۱۹- علامہ عبدالوہاب الشعرانی کی الانوار القدسیہ فی معرفۃ اداب العبودیہ

۲۰- شیخ احمد مجدد الف ثانی کے مکتوبات

۲۱- عبدالرشید، اخوند درویزہ کی ارشاد الطالبین اور ارشاد المریدین

۲۲- عبدالرحمان مہمند رحمان بابا کا دیوان اور

۲۳- عبدالحق صاحب، ثانی، پیر مانکی شریف کی عقائد المومنین اور تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین

تصوف کے اس دور میں جو تحریری سرمایہ ہمیں ملتا ہے اس میں فلسفہ و حکمت بھی ہے اور دینی مباحث بھی اور جب فلسفہ وحکمت نے اصول دین میں علم الکلام کی طرح ڈال دی اور فروغ دین میں قیاس ورائے کے دروازے کھول دیئے تو تصوف کو بھی، جو اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا ایک سیدھا سادھا راستہ تھا، زبردستی حکمت الہیہ کے تحت لانے کی کوششیں کی گئیں اور غنیمت ہے کہ تصوف پر صرف چند مسائل ہی اپنا اثر نافذ کر سکے ورنہ اگر فلسفہ، تصوف پر بالکل چھا جاتا تو نہ معلوم تصوف کی صورت کیا سے کیا ہو جاتی۔

تصوف پر صوفیائے متاخرین کے علمی سرمایہ میں اگرچہ بعض کتب و رسائل ایسے بھی ہیں جو کہ تصوف کے رد میں لکھے گئے مثلاً ابن جوزی کی صفوۃ الصفوہ، جس میں مصنف نے تصوف پر سخت تنقید کی ہے لیکن مشائخ کرام کی بزرگی اور ان کی پاکیزہ زندگی کا احترام کرتے ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے عبدالرحمان اسلمی، ابو نصر سراج طوسی، شیخ ابو طالب مکی اور غزالی جیسے صوفیائے کرام کی تصانیف کی نشاندہی بھی کی ہے جس سے اس دور کے صوفیائے کرام اور ان کے علمی مقام کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

صوفیائے متاخرین میں جنوب مشرقی ایشیا کے صوبہ سرحد میں ایسے صوفیائے کرام گزرے ہیں جن کا علمی تبحر مسلم تھا اور انہوں نے علم تصوف کی ترویج اس طرح فرمائی کہ ان کے مریدین نے نظام اسلام کے نفاذ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

تصوف کے یہ آٹھ سو برس ایک ایسی تاریخ مرتب کرتے ہیں جس میں علم کی اس اہم قسم کی خوب آبیاری بھی ہوئی اور دوسرے مذاہب نے اسے اپنے ہاں مروج کرنا کامیابی کے لیے ضروری بھی تصور کیا اور اس طرح تصوف نہ صرف ایک اسلامی شعار کے طور پر ابھرا بلکہ اس نے صوفیائے متاخرین کی علمی کاوشوں اور علمی جدوجہد کو ایسی بنیاد کے طور پر پیش کیا کہ عہد صوفیائے متاخرین جو تقریباً دس صدیوں پر محیط ہے، اس بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوا جس میں انسانیت ہر شے پر مقدم تھی۔ اور آج ہم ترجمان ماضی کے طور پر ان صوفیائے کرام کی تعلیمات کو اپنا کر نہ صرف اپنے حال کو شان بخش سکتے ہیں بلکہ جان استقبال کا اہتمام بھی کر سکتے ہیں۔

عہد حاضر:-

جیسا کہ میں اوراق گزشتہ میں عرض کر چکا ہوں کہ عہد حاضر سے میری

مراد صرف ہمارا موجودہ دور نہیں بلکہ عالم اسلام میں شمار تصوف کی گزشتہ تین صدیوں کی تاریخ ہے جسے ذہن نشین کئے بغیر ہم عہد حاضر کی بات نہیں کر سکتے۔

صوفیائے متاخرین میں حضرت مجدد الف ثانی کی وفات ۱۰۳۴ھ میں ہوئی اور اس طرح آپ کی تعلیمات کا اثر عہدِ حاضر پر بھی مرتب ہوا۔ عہد حاضر کی پہلی صدی یعنی گیارہویں صدی ہجری میں آفتابِ تصوّف کے متعدد درخشندہ ستارے ایسے ہیں کہ جن کی تعلیماتِ تصوّف نے نہ صرف معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے اہم کردار ادا کیا بلکہ معاشرے کی سیاسی زندگی پر بھی خوشگوار اثر مرتب کیا۔

اس برصغیر میں گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء تقریباً فتوحات اکبری کے دوسرے دور سے ہوتی ہے(۱۳۸) جبکہ اکبر لاہور میں مقیم تھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اکبر نے توسیع مملکت اور مدبرانہ نظم و نسق کے ساتھ ساتھ علوم و فنون کی بھی وسیع پیمانے پر سرپرستی کی اور یہ وہ روایات تھیں جنہوں نے مغلیہ تہذیب و تمدن کو آب و تاب بخشی اور ابوالفضل (۱۳۹) نے تو ان کتب کی طویل فہرست بھی ذکر کی ہے جنہیں اکبر پڑھوا کر سنا کرتا تھا۔ ان کتب میں تاریخ، ادب اور اخلاقیات کے ساتھ ساتھ تصوف کے موضوعات پر لٹریچر شامل تھا۔

اہل طریقت و شریعت سے اکبر کو اس درجہ عقیدت تھی کہ جب جہانگیر کی پیدائش قریب ہوئی تو حصول برکت کے لیے نہ صرف اپنی زوجہ کو شیخ سلیم چشتی کے حجرے میں بھیج دیا بلکہ انہی کی نسبت سے بیٹے کا نام بھی سلیم رکھا۔ ۹۸۶ھ میں اکبر نے شیخ سلیم چشتی کی خانقاہ کے پاس ایک عظیم الشان

(۱۳۸) مورخین نے فتوحات اکبری کا دوسرا دور ۱۵۸۵ء سے ۱۵۹۸ء ذکر کیا ہے اور گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء ۸ اکتوبر ۱۵۹۲ء سے ہوتی ہے۔ اس دوران ۱۵۸۶ء میں کشمیر ۱۵۹۱ء میں سندھ اور ۱۵۹۵ء میں بلوچستان سلطنت مغلیہ میں شامل ہوئے۔

(۱۳۹) آئین اکبری۔ ابوالفضل

عمارت تعمیر کروا کے اس کا نام عبادت خانہ رکھا اور ہر نماز جمعہ کے بعد یہاں دربار خاص منعقد ہوتا جس میں مشائخ و علماء شریک ہوتے اور خداشناسی کی باتیں ہوتیں۔ مشائخ کرام کی صحبتوں کا اکبر پر اتنا اثر ہوا کہ .... "نماز باجماعت کی پابندی کے ساتھ ساتھ خود اذان بھی دیتا، امامت کرتا اور مسجد میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتا" (۱۴۰) لیکن جب اکبر مشائخ کے حلقہ سے نکل کر علمائے وقت کے جال میں پھنسا تو پھر اسی اکبر کے ایسا پر شریعت و طریقت کی نہ صرف سبکی ہوئی بلکہ کئی ایک کو جان عزیز سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ اکبر کی اس تبدیلی پر کیا خوب کہا گیا کہ .... ایک صوفی نے تو اسے صحیح راستے پر لگائے رکھا لیکن علماء کے ایک گروہ نے اس کو بدظن کر کے ایک غلط راستے پر لگا دیا۔" (۱۴۱)

جن شخصیتوں نے اکبر کے غیر اسلامی عقائد کا مقابلہ کیا ان میں حضرت مجدد الف ثانی سرفہرست ہیں آپ اہل تصوف کے مقام کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ .... "وہ صوفیائے کرام جو خدا پرست، صاحب کشف اور شمع نبوت سے نور حاصل کرتے ہیں، زمین ان کے سہارے قائم ہے، ان اہل اللہ کے فیض و برکت سے اہل زمین پر نزول رحمت ہوتا ہے، ان کی وجہ سے لوگوں پر بارش برسائی جاتی ہے اور ان ہی کی بدولت انہیں رزق دیا جاتا ہے۔" (۱۴۲)

گویا یہ اعزاز اولیاء اللہ ہی کو حاصل ہے کہ ہر دور میں انہوں ہی نے حق و باطل کی تمیز نہ صرف عوام بلکہ حکمرانوں کو بھی سکھائی اور صرف قول و قرار کی حد تک نہیں بلکہ بوقت ضرورت عملی جہاد بھی کیا۔

اور پھر اگر ہم تاریخ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولیاء اللہ ہی کا اثر تھا کہ خود مغل حکمرانوں میں سے داراشکوہ نے اپنے مرشد

(۱۴۰) ذخیرۃ الخوانین۔ شیخ فرید بھکری

(۱۴۱) ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ پر ایک نظر۔ سید عبدالرحمان صباح الدین۔

(۱۴۲) رسالہ تہلیلیہ۔ مجدد الف ثانی۔

حضرت میاں میر پر سکینۃ الاولیاء کے نام سے کتاب تصنیف کی (۱۴۳)۔ اور تصوف کی اس لگن کی وجہ سے حسب سابق علماء نے شہزادے پر فتویٰ داغ دیا اور ۱۰۶۹ھ میں تصوف کی تاریخ میں ایک اور قربانی کا اضافہ ہوا اور داراشکوہ اپنے ہی بھائی اورنگزیب کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔ اگرچہ اورنگ زیب کی اپنی زندگی اتباع و ترویج شریعت کی ایک نہایت روشن مثال تھی لیکن اس کے گرد حلقہ ارباب شریعت کی تنگ نظری اور دنیاداری کا یہ حال تھا کہ اورنگزیب کا قاضی القضاۃ قاضی عبدالوہاب جب ۱۰۸۶ھ میں وفات پاتا ہے تو......" ایک لاکھ اشرفیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد کے علاوہ جواہرات اور مکانات ترکے میں چھوڑتا ہے"۔ (۱۴۴) اب اس طرح کے ارباب شریعت کفر کے فتوے نہ دیں گے تو اور کیا کریں گے۔ لہٰذا اسی طرح کے فتووں سے کبھی سرمد (۱۴۵) کی جان جاتی ہے اور کبھی خود شہزادے کی۔

اہل تصوف کے ان شہیدوں اور مجاہدوں کی قربانیاں رنگ لاتی رہیں کبھی رحمان بابا جیسے "مست ملنگ اور قلندر" (۱۴۶) جیسے صوفی شاعر کی صورت میں کہ جن کے منظوم کلام کے متعلق غوث الزمان حضرت عبدالغفور، اخوند صاحب سوات نے فرمایا کہ......" اگر نماز میں قرآن کے علاوہ دوسرا کلام پڑھنے کی اجازت ہوتی تو میں رحمان بابا کا منظوم کلام نماز میں پڑھتا۔" (۱۴۷) تو کبھی قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت عبدالغفور، اخوند صاحب سوات جیسے صوفی مجاہد کی صورت میں کہ جن کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلفاء کرام کا جہاد جاری رہا

---

(۱۴۳) داراشکوہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھا، عالم، شاعر اور صوفی، اس شہزادے کی دیگر تصانیف میں سفینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما، حسنات العارفین، مجمع البحرین، سرالاسرار، نامہ عرفانی، دیوان اور دیگر رسائل شامل ہیں۔

(۱۴۴) یادایام مولانا عبدالحئی

(۱۴۵) سرمد کا قتل بھی عہد عالمگیری کے علماء کے فتووں کا نتیجہ ہے۔

(۱۴۶) دیوان عبدالرحمان۔ صلاح الدین (طابع) پشاور، نورانی کتب خانہ، بلاسن طباعت ص ۵

(۱۴۷) رحمان بابا شاعر انسانیت، میر عبدالصمد خان

خواہ وہ حضرت بڈے ملا اور ان کے خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی ہوں یا پیر عبدالوہاب مانکی شریف کہ جن کی اولاد میں سے پیر امین الحسنات صاحب نے بھٹکے ہوئے انسانوں کو نہ صرف راہ ہدایت دکھائی بلکہ قیام پاکستان میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے اس برصغیر کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی غلامی سے نجات دلائی اور آج پندرھویں صدی ہجری میں ان کے صاحب زادے، سجادہ نشین مانکی شریف پیر شمس الامین صاحب تصوف کی اس تاریخ کا ایک سنہرا باب مرتب کرتے ہوئے گزشتہ ایک دہائی سے عوام الناس کی روحانی اصلاح فرما رہے ہیں۔ (۱۴۸) اور یہ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے.........

تیرے کرم کا خدا سلسلہ دراز کرے

---

(۱۴۸) آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے برادر عزیز محترم پیرزادہ نبی امین صاحب لوگوں کے معاشرتی مسائل حل کرنے پر بھرپور توجہ دے رہے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں برادران خلق خدا کے دین و دنیا سدھارنے پر مامور ہیں جس سے تصوف کی ایک نئی تاریخ مرتب ہو رہی ہے اور آج کے سائنسی دور میں اسی کی ضرورت ہے۔

باب سوم

تصوف ممالک اسلامیہ میں

بلاشبہ تصوف دیگر علوم اسلامی کی طرح ایک علم ہے جس کا عملی پہلو انتہائی نمایاں ہے اور جس طرح دیگر علوم اسلامی پر پورے عالم اسلام نے تحقیق کی اور اس سے استفادہ کیا اسی طرح علم تصوف پر بھی تمام عالم اسلام میں تحقیق جاری رہی۔ بڑے بڑے اور نامور مفکرین نے اسے موضوع بحث بنایا اور نہ صرف ضخیم کتب تصنیف کیں بلکہ اس کے عملی پہلو کو کام میں لاتے ہوئے مسلمانوں کی بالخصوص اور انسانیت کی بالعموم بھرپور خدمت کی۔

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اہل تصوف علوم ظاہری پر پوری بصیرت رکھتے تھے لیکن اپنے اذکار و اشغال میں حائل سمجھتے ہوئے انہوں نے اس علم کی کتابی ترویج پر خصوصی توجہ نہیں دی لیکن جلد ہی ان حضرات کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ دیگر علوم اسلامی کی طرح تصوف کی تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف بھی ضروری ہے۔ لہٰذا تیسری صدی ہجری سے تعلیمات تصوف کو کتابی صورت دینے پر بھرپور توجہ شروع ہوئی اور اس صدی کے شروع میں یحیٰی بن معاذ رازی نے کتاب المریدین تصنیف فرمائی۔ جس کے ساتھ ہی اس میدان میں بھی باقاعدہ علمی سرمایہ جمع ہونے لگا اور پھر اسلام کے چودہ سو سالوں نے تصوف پر ایسی ایسی عجوبہ روزگار کتب پیش کیں کہ آج بھی جو سرمایہ دستبرد زمانہ (۱۴۹) سے محفوظ رہ گیا ہے وہ علم تصوف کی باقاعدہ

---

(۱۴۹) خصوصاً فتنہ مغول و ہنگامہ تیمور

تاریخ مرتب کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔

عالم اسلام میں جہاں اہل تصوف میں ....

۱۔ خلفائے راشدین۔

۲۔ حسن بصری متوفی ۱۲۹ ھجری۔

۳۔ معروف کرخی متوفی ۲۰۰ ھجری۔

۴۔ جنید بغدادی متوفی ۲۹۷ ھجری۔

۵۔ شیخ ابوطالب مکی متوفی ۳۸۶ ھجری۔

۶۔ ابو حامد محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھجری۔

۷۔ شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۰ ھجری۔

۸۔ شیخ اکبر، محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ ھجری۔

شہاب الدین سہروردی متوفی ۶۴۲ ھجری اور شیخ فخر الدین عراقی متوفی ۶۸۸ ھجری۔

۹۔ سید محمد بن جعفر مکی متوفی ۸۴۱ ھجری اور مولانا نور الدین جامی ۸۹۸ ھجری۔

۱۰۔ عبدالوہاب الشعرانی متوفی ۹۷۳ ھجری۔

۱۱۔ محمد الحاج متوفی ۱۰۸۲ ھجری۔

۱۲۔ عمار بوسینا متوفی ۱۱۹۵ ھجری۔

۱۳۔ محمد الفضیل متوفی ۱۲۸۶ ھجری اور

۱۴۔ احمد بابا متوفی ۱۳۳۶ ھجری جیسی مایہ ناز شخصیتیں گزری ہیں۔

وہاں

۱۔ کتاب المریدین، شیخ یحییٰ بن معاذ رازی

۲۔ مواعظ العارفین۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری

۳۔ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب۔ ابوطالب مکی

۴۔ طبقات الصوفیہ۔ شیخ ابو عبدالرحمان اسلمی

۵۔ غنیۃ الطالبین۔ شیخ عبدالقادر جیلانی

۸۔ لمعات اور مصباح الہدایت۔ شیخ فخر الدین عراقی

۹۔ نفحات الانس نور الدین جامی اور

۱۰۔ الطبقات الکبریٰ۔ عبدالوہاب الشعرانی

جیسی علم تصوف کی وہ مایہ ناز کتب تصنیف کی گئیں کہ جو آج بھی طالبان طریقت و شریعت کے لیے اہم ماخذ ہیں۔ (۱۵۰)

تاریخی حقائق ہمیں بتاتے ہیں کہ نویں صدی ھجری کے بعد ہی تصوف، عالم اسلام سے سمٹنا شروع ہوا جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ساتویں صدی ھجری سے دسویں صدی ھجری تک موضوعات تصوف پر تصنیف و تالیف کا ایک خلاء محسوس ہوتا ہے اور یہ ساتویں صدی ھجری کا زمانہ ہی تھا کہ ۶۲۰ ھجری میں حضرت شیخ فرید الدین عطار کو ایک مغل سپاہی نے درندگی کا شکار بناتے ہوئے شہید کر دیا۔ اس زمانے کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ نجم الدین دایہ متوفی ۶۵۴ ھجری تحریر کرتے ہیں..... "۶۱۷ ھجری میں گمراہ تاتاریوں کا لشکر اس شہر (رے) پر قابض ہوگیا اور صرف اس ایک شہر کی ساٹھ لاکھ آبادی کو قتل کر دیا یا قیدی بنالیا۔ تقریباً ایک سال تک میں عراق کے شہروں میں بیٹھا صبر کرتا رہا کہ شاید اس فتنے کی کالی رات چھٹ جائے اور صبح عافیت رونما ہو اسی امید پر طرح طرح کی مصیبتیں و پریشانیاں برداشت کرتا رہا کہ اہل خانہ اور دوستوں کو بے سہارا چھوڑ کر کہیں اور نہیں جانا چاہیے مگر آخر کار ۶۱۸ ھجری کی ایک رات دوستوں اور درویشوں کی جماعت کے ساتھ ہجرت کی۔" (۱۵۱)

یہ اور بعد کے حالات ایسے تھے کہ عراق، شام اور مصر کے کروڑوں مسلمان

---

(۱۵۰) میں نے بعض حضرات کے علاوہ اسلام کے ایک سو سال کے عرصہ میں سے صرف ایک شخصیت کا ذکر کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ بعض صدیوں میں تو بیک وقت کئی نابغۂ روزگار شخصیتیں موجود تھیں اور یہی طریقہ کار کتب تصوف کے بارے میں بھی اختیار کیا گیا۔

(۱۵۱) مرصاد العباد۔ نجم الدین نجم دایہ۔

مختلف فتنوں کی بھینٹ چڑھ گئے اور جو بچے رہے انہوں نے مختلف علاقوں کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت کے ان قافلوں میں زیادہ تعداد ان مشائخ و علماء کی تھی جو قرب سلطانی اور دربار ملوکیت سے گریزاں رہتے ہوئے اس سیلاب میں بہنے سے رہ گئے تھے۔ ان مہاجرین ہی کی بدولت اس برصغیر میں اسلام کا سورج اس آب و تاب سے طلوع ہوا کہ آج تک اس کی شعاعیں بے نور دلوں کو منور کئے ہوئے ہیں۔

برصغیر پاکستان و بھارت (۱۵۲)

اگرچہ مشائخ عظام اور صوفیائے کرام سے قبل اس برصغیر میں حکمائے اسلام کی آمد شروع ہو چکی تھی اور یہ سلسلہ مختلف خاندانوں کے عہد حکومت میں جاری رہا۔ (غزنوی سے مغلیہ دور تک) لیکن ہم اگر تصوف کی تصنیف و تالیف کے حوالہ سے صوفیائے کرام کا ذکر کریں تو ٹوٹی ہوئی کڑیاں جہاں جا ملتی ہیں۔ وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جنہیں اس خطے کے پہلے نامور صاحب تصنیف صوفی اور شیخ طریقت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ کی بلند پایہ تصنیف کشف المحجوب نہ صرف مسلم سکالرز کی توجہ کا مرکز رہی بلکہ مستشرقین نے بھی اس پر بڑی تحقیق کی۔ خاص کر روسی سکالر و النتین زوکوفسکی نے بڑی تحقیق سے کشف المحجوب کے متعدد نسخوں کا تقابل کر کے ۱۳۴۲ھ میں لینن گراڈ سے ایک نسخہ شائع کیا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے اس دور میں (عہد غزنوی) ہمیں کشف المحجوب کے سوا اور کوئی قابل ذکر کتاب علم تصوف پر نظر نہیں آتی۔ یہاں تک کہ ۵۸۲ ھجری میں محمد غوری نے سلطنت کا تقریباً خاتمہ کر دیا۔

(۱۵۲) تاریخ و جغرافیہ کی کتب میں برصغیر ہند و پاک کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اب جبکہ تقسیم عمل میں آ چکی ہے میرے خیال سے پاکستان و بھارت کا لفظ استعمال ہونا چاہیے۔ اسی لیے میں نے جہاں جہاں برصغیر کا ذکر مقصود ہے، برصغیر پاکستان و بھارت استعمال کیا ہے۔

اگرچہ غوری سلطنت کا یہ دور علم و ادب کی ترقی کے لیے ایک مشہور دور ہے لیکن حقیقت میں یہ دور فتوحات، سرکشوں کی سرکوبی اور امراء کی بغاوتوں کا دور کہلانے کا زیادہ مستحق ہے جس کے باعث پرسکون ماحول فراہم نہ ہو سکا البتہ اس دور کی صوفیانہ تالیف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ کے ملفوظات قابل ذکر ہیں۔ جس کے بعد ۶۲۷ ھجری میں سلطان شمس الدین التتمش کے دور میں حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید شیخ حمید الدین ناگوری کی تصنیف طوالع الشموس، تصوف کے موضوع پر بہترین کتاب ہے جس میں اسمائے الٰہی کی شرح تصوف کے رنگ میں کی گئی ہے۔

سلاطین دھلی کے اس دور میں صوفیہ حضرات کی کمی نہ تھی لہٰذا دنیائے تصوف میں ملفوظات اور مکتوبات کی جانب توجہ رہی اور ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی مجالس میں ابوطالب مکی کی قوت القلوب، امام غزالی کی احیاء العلوم داتا گنج بخش کی کشف المحجوب، شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف، ابوالقاسم قشیری کے رسالہ قشیریہ اور نجم الدین دایہ کی مرصاد العباد کا درس دیا جاتا اور ان کتب کے مضامین زیر بحث لاتے ہوئے تلقین و ارشاد ہوتے تھے۔

خلجی دور بھی اگرچہ صوفیائے کرام سے خالی نہ تھا لیکن اس دور میں بھی زیادہ تر توجہ ملفوظات و مکتوبات تک مرکوز رہی اور یہ سلسلہ تغلق دور تک رہا اور یہی وہ دور تھا جس میں سماع کے جواز و عدم جواز پر مباحثہ منعقد ہوا اور دنیائے تصوف میں برپا ہونے والا یہ سب سے پہلا علمی معرکہ تھا جس میں بقول امیر خورد ڈھائی سو سے زائد علماء شامل تھے۔ (۱۵۳) اس دور میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد تھی کہ آپ ایک بلند مرتبت مرشد اور ہادی طریقت کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے آپ کے ملفوظات جامع العلوم کے نام سے مرتب کئے گئے۔ آپ نے شیخ قطب الدین دمشقی کے رسالہ

(۱۵۳) سیر الاولیاء۔ امیر خورد

مکیہ کا ترجمہ بھی کیا اور اس کا آپ کے ہاں باقاعدہ درس دیا جاتا تھا۔ تغلق دور کی ہی ایک اور شخصیت حضرت شیخ سید محمد حسینی، بندہ نواز گیسودراز نے فصوص الحکم کی شرح لکھنے کے ساتھ ساتھ معراج العاشقین کے نام سے دکھنی زبان (اردو کی ابتدائی صورت) میں اس برصغیر میں تصوف پر سب سے پہلا رسالہ تحریر فرمایا اور پھر اسی سلطنت کے دور عروج میں حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید سید خورد مبارک کرمانی (امیر خورد) نے سیرالاولیاء کے نام سے اس برصغیر کا صوفیائے کرام پر منفرد تذکرہ تحریر کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس دور کی دیگر شخصیات تصوف شیخ ضیاء الدین بخشی نے سلک السلوک اور حضرت چراغ دھلوی کے خلیفہ سید محمد بن جعفر نے اسرار معرفت پر بحرالمعانی کے نام سے موضوعات تصوف میں گراں قدر اضافہ کیا۔

جہاں تک عہد خاندان سادات و لودھی کا تعلق ہے تو اس دور کی اہم شخصیت حامد بن فضل اللہ (مولانا جمالی) نے سیر العارفین تصنیف فرمائی جس میں مشائخ چشتیہ اور سہروردیہ کا تفصیلاً ذکر کرتے ہوئے ضمناً دوسرے اکابرین کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے لیکن آپ کی وجہ شہرت سیر العارفین رہی اور پھر اسی دور کی نابغہ روزگار شخصیت شیخ عبدالقدوس گنگوھی متوفی ۹۴۴ھ نے وحدۃ الوجود پر رسالہ قدسیہ، رشد نامہ، مظہر العجائب، لطائف قدوسی اور مکتوبات قدوسیہ کے ساتھ ساتھ عوارف المعارف کی شرح اور فصوص الحکم کا حاشیہ تحریر کر کے علم تصوف کے سرمایہ میں گراں نقد اضافہ فرمایا۔

دسویں صدی ھجری کے اس پہلے نصف تک اس برصغیر کے صوفیائے کرام کی تبلیغی سرگرمیوں سے جہاں ایک طرف لاکھوں غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تو وہاں دوسری طرف ان حضرات نے اپنے قیمتی علمی سرمایہ سے مسلمانوں کی اصلاح پر بھی توجہ کی جسے ہماری علمی، ثقافتی اور مذہبی تاریخ نے اپنے صفحات پر محفوظ کر لیا ہے۔

البتہ تحقیقی تجزیہ سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ اس برصغیر کے اکابر صوفیائے کرام نے اپنے حلقوں میں کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، فصوص الحکم، عوارف المعارف اور مرصاد العباد جیسی تصوف کی گراں قدر کتب کے درس پر خصوصی توجہ دی اور بعد کے صوفیائے کرام نے اپنے شیوخ کے ملفوظات اور اپنی ذاتی واردات کو قلمبند کیا۔ یہاں تک کہ اس برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کا آخری دور شروع ہوا۔ میری مراد ہے عہد مغلیہ۔ سلطنت مغلیہ کا بانی ظہیر الدین بابر تھا جو خود بھی دانشمند تھا اور دانشمندوں کا قدردان بھی، بابر کی تزک بابری اس کے علم و فضل کی گواہ ہے۔ بابر کے عہد میں اگرچہ تصوف کی زندگی زوال آشنا نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ اس دور میں علم تصوف پر جو کام ہوا وہ علاقائی طور پر تھا۔

بابر کے بعد عہد ہمایونی میں شطاری سلسلہ کا ظہور ہوا اور اس سلسلہ کے شیخ طریقت ابوالفتح سرمست شطاری کا ہمایوں معتقد تھا۔ اس سلسلہ کے بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری کی تصانیف میں جواہر خمسہ، اور رسالہ معراجیہ خصوصیت کی حامل ہیں۔

مغلیہ دور میں اکبر کا عہد جہاں فتوحات اور سلطنت کی توسیع کے اعتبار سے اہم ہے وہاں تصوف کے اعتبار سے بھی کچھ کم نہیں۔ اکبر خود شیخ سلیم چشتی کا زبردست معتقد تھا اس دور میں بہار و بنگال میں سلسلہ سہروردیہ، دکن میں سلسلہ چشتیہ اور دھلی میں سلسلہ نقشبندیہ خوب فروغ پا رہا تھا لیکن اس دور کی ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ علماء کی باہمی چپقلش نے اکبر کے اس جذبہ کو نہ صرف ماند کر دیا بلکہ اس میں مذہب سے بیزاری کے آثار پیدا ہونے لگے۔ اس کے مزید کیا اسباب تھے۔ اس کے لیے اس دور کا تاریخی لٹریچر ملاحظہ کیا جاسکتا

ہے۔(۱۵۴)

مختصر یہ کہ اس دور میں اگرچہ ایک طرف تو درباری علماء نے اکبر کو دینِ الٰہی کا لبادہ اوڑھا دیا مگر دوسری طرف تعلیمات تصوف کا چراغ بھی شمع محفل بنا رہا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار کے نام سے اس برصغیر کے صوفیہ کا ایک مستند تذکرہ تحریر کیا اور یہی وہ تذکرہ ہے جو اس برصغیر کی علمی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ لکھنے والوں کے لیے آج بھی ایک مستند ماخذ کا کام دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں زاد المتقین بھی ایک عمومی تذکرہ ہے جس میں انہوں نے اپنے شیوخ کے حالات بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ مصنفین دہلوی کا ذکر بھی کیا ہے۔

چونکہ عبدالحق محدث دہلوی قادری سلسلہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے اس لیے انہوں نے تصانیف کے ساتھ ساتھ سید شیخ عبدالقادر جیلانی کی متعدد تصانیف کے تراجم بھی کر کے انہیں عوام تک پہنچایا جن میں شرح فتوح الغیب اور غنیتہ الطالبین قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بہت ہی مستند سوانح حیات بہجت الاسرار جو کہ سلسلہ قادریہ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے، اس کی تلخیص فارسی میں زبدۃ الاثار کے نام سے کی۔ اسی دور میں حضرت مجدد الف ثانی کا رسالہ تہلیلیہ، رسالہ معارف لدنیہ اور مکتوبات، خواجہ محمد ہاشم کشمی کی زبدۃ المقامات قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد اکبر اور جہانگیر کے عہد میں علوم عقلی کو خوب فروغ ملا جس کی وجہ سے تاریخ، فلسفہ اور منطق کو عروج حاصل ہوا اور اسی کے ساتھ ساتھ فن شاعری بھی اپنے کمال کو پہنچ گیا۔

عہد شاہجہانی میں علم تصوف کا فروغ جاری رہا اور سیر الاقطاب جیسی مایہ

(۱۵۴) اس سلسلے میں۔ عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ، ملا نظام الدین کی طبقات اکبری، ابوالفضل کی آئین اکبری اور اکبر نامہ کے مطالعہ سے حقائق سامنے آسکتے ہیں۔

ناز تصنیف عمل میں آئی (۱۵۵) مکتوبات میں حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات قابل ذکر ہیں۔ یہ عہد اس اعتبار سے زیادہ اہم ہے کہ خود شہزادہ داراشکوہ نے ۱۰۵۳ ھجری میں حضرت ملاشاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اس دور کے اہم صوفی حضرت میاں میر سے اسقدر عقیدت ہوئی کہ ان کے حالات و افکار پر سکینۃ الاولیاء تصنیف کر ڈالی۔ شہزادے کی دوسری تصانیف میں سفینۃ الاولیاء رسالہ حق نما اور حسنات العارفین بڑی اہم ہیں۔

عہد شاہجہانی جس طرح علوم روحانی یعنی تصوف کا دور تھا اس کے برعکس عہد عالمگیری میں صرف علم عقلی کا فروغ رہا اور علوم روحانی یعنی تصوف پر زوال ضرور آیا۔ اسی لیے اکثر مورخین عہد عالمگیری کو فقہ اور شریعت کے عروج کا دور کہتے ہیں۔ جس کے بعد مغلیہ سلطنت خود بھی زوال کا شکار ہو گئی۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے احیائے دین کا کام سرانجام دینے کا اعزاز حضرت شاہ ولی اللہ کو عطا فرمایا۔ آپ ایک علمی اور صوفی گھرانے میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد شاہ عبدالرحیم نہ صرف ایک معتبر عالم تھے بلکہ صاحب حال درویش بھی تھے۔ آپ کی تصانیف میں حجۃ اللہ البالغہ، انفاس العارفین، الطاف قدس، لمعات، سطعات، ہمعات، القول الجمیل اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، اہل عرفان کے ذوق کی تشنگی دور کرتی ہیں۔(۱۵۶) شاہ صاحب کی تمام تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل امر نہیں رہتا کہ شاہ صاحب نہ صرف

(۱۵۵) سیر الاقطاب کے مصنف اللہ دیہ سے مشہور تھے اور نام شیخ الہدیہ چشتی تھا اس لیے یہ دونوں نام سیر الاقطاب کے سلسلہ میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱۵۶) حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے قلم سے وہ کام لیا جو تلوار سے بھی نہیں لیا جا سکتا تھا۔ آپ نے اپنے قلم سے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو نہ صرف سنوارا بلکہ علوم اسلامی کی بجھتی ہوئی شمع کی لو کو بھی اس قدر تیز کر دیا کہ اس برصغیر کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا اور آپ کی علمی اور روحانی کاوشوں سے مسلمانوں کو سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے۔

ایک جید عالم، عظیم محدث و مفسر تھے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مرشد کامل کی صلاحیتیں بھی ان کی ذات میں ودیعت فرمادی تھیں اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے اس دور انحطاط میں بزم تصوف کے بوریہ نشینوں نے اپنے انفاس قدسیہ سے حب الٰہی اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمعیں روشن کی ہوئی تھیں۔ شاہ صاحب کے بعد شاہ غلام علی صاحب کے مکتوبات قابل ذکر ہیں اور اسی دوران اس برصغیر کے مسلمانوں کو جنگ آزادی کی صورت میں زبردست ابتلا اور آزمائش سے گزرنا پڑا اور اس آزمائش میں تصوف کے چاروں بڑے اور ان سے متعلق دیگر سلاسل کے اولیائے کرام نے علمی اور عملی طور پر مسلمانوں کی مدد کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان جیسی نعمت سے نوازا۔

پاکستان:

پاکستان اگرچہ ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر ابھرا لیکن درحقیقت پاکستان اسی روز معرض وجود میں آگیا تھا جس دن اس برصغیر میں پہلا شخص مسلمان ہوا۔

اس اعتبار سے پاکستان کی جغرافیائی، تہذیبی و تمدنی اور معاشرتی تاریخ صدیوں پرانی ہے اس لیے کہ ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی تو مسلمان، ساری دنیا سے انسانیت سوز قوانین اور نظریات ختم کرنے اور اسلام کی روشنی سے پورے عالم کو منور کرنے کی غرض سے عرب دنیا کے ساتھ ساتھ افریقہ اور ایشیاء کی طرف بڑھے مسلمان فاتحین جس جس خطہ میں پہنچے وہاں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد رکھ دی لیکن جن شخصیتوں نے صرف خطے نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں پر بھی حکومت قائم کی

وہ اولیاء اللہ تھے ان ہی میں سے شیخ صفی الدین گازرونی (۱۵۷) کی شخصیت وہ قابل قدر ہستی ہے جس نے سب سے پہلے اس سرزمین پر قدم رکھا جسے آج ہم پاکستان کا دل پنجاب کہتے ہیں۔ چونکہ میں نے اس باب میں صوبہ سرحد کے اولیائے کرام کے لیے الگ فصل متعین کی ہے۔اسی لیے سب سے پہلے حضرت صفی الدین گازرونی متوفی ۳۹۸، ہجری کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس ملک کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب میں تشریف لانے والی پہلی شخصیت تھیں۔

سرزمین پنجاب میں تشریف لانے والے خصوصاً سلسلہ قادریہ کے اولیائے کرام میں چالیس سے زائد ایسی شخصیات ہیں جن کا ذکر مختلف تذکروں میں ملتا ہے ان میں میر سید شاہ فیروز متوفی ۹۳۳ھ سے لے کر شیخ قیصر شاہ متوفی ۱۲۵۳ ھجری جیسی شخصیات اور ان کے خلفاء شامل ہیں۔ جنہوں نے سلسلہ قادریہ کی آبیاری کرتے ہوئے بندگان خدا کا رابطہ ان کے خالق حقیقی سے پیدا کیا۔ جس کی وجہ سے نہ صرف انفرادی زندگیاں پاکیزہ ہوگئیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی پوری معاشرتی فضا پاکیزہ ہوگئی۔ ان حضرات کی کوششوں سے تاریکی اور ظلمت دور ہوگئی، اس لیے کہ ان کی زندگیاں عملی طور پر سوز و ساز عشق، محبت و خلوص، صدق و صفا، لطف و عطا، جود و سخا اور مہر و وفا کی پیکر تھیں ان کا ہتھیار خلوص تھا وہ اپنی حفاظت اخلاق کی ڈھال سے کرتے تھے اور ان کے پاس توکل و قناعت کی بے شمار دولت تھی جس سے انہوں نے انسانیت کو ذہنی غلامی سے

---

(۱۵۷) میں نے اولیائے پاک و ہند (پاکستان و بھارت) کے جو بھی تذکرے دیکھے ہیں ان میں حضرت سید علی ہجویری، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سر فہرست آتا ہے۔ لیکن میرے مطالعہ کے مطابق شیخ صفی الدین گازرونی اس سرزمین پر جسے آج پاکستان کہتے ہیں، قدم رنجہ فرمانے والی پہلی شخصیت ہیں جو ۳۶۸ ہجری میں اچ شریف آئے اور رشد و ہدایت کے ایسے چراغ روشن کیے کہ جن کی لو آج بھی اس خطے کو منور کیے ہوئے ہے۔ آپ کا وصال ۳۹۸ ہجری میں ہوا۔

نجات دلائی اور انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھائی۔ (۱۵۸)

پاکستان کے دوسرے بڑے صوبے یعنی صوبہ سندھ کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ اس اعتبار سے زیادہ خوش نصیب ہے کہ یہاں تشریف لانے والے سب سے پہلے صوفی حضرت عبداللہ شاہ غازی (۱۵۹) سرزمین پاکستان میں وارد ہونے والے بھی پہلے صوفی ہیں اور اس صوبے میں تین سو سے زائد ایسی شخصیات ہیں جن کے نام مختلف تذکروں میں موجود ہیں۔ جن میں شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسی ایسی لازوال ہستی بھی ہے کہ ایک طرف ان کا تقویٰ ہے تو دوسری طرف روحوں میں پیوست ہونے اور دلوں کو موہ لینے والی شاعری کہ جس کے پاکیزہ نغمے آج بھی سندھ کے گاؤں گاؤں اور گلی گلی گونج رہے ہیں۔ ان ہی ہستیوں میں شاعر ہفت زبان حضرت سچل سرمست اور عبداللہ شاہ بغدادی بھی ہیں جو عبداللہ شاہ اصحابی کے نام سے مشہور اور مکلی (ٹھٹھہ) میں مرجع خاص و عام ہیں۔

صوبہ سندھ کو اولیاء اللہ سے اس قدر نسبت ہے کہ اسلام کی پوری چودہ سال

---

(۱۵۸) سلسلہ قادریہ کے ان انمول موتیوں میں
- حضرت عبدالقادر ثانی متوفی ۹۴۰ ہجری۔
- سید محمد غوث بالا پیر متوفی ۹۸۹ ہجری۔
- شیخ بہلول قادری متوفی ۹۸۳ ہجری۔
- شیخ محمد طاہر لاہوری متوفی ۱۰۴۰ ہجری۔
- شیخ محمد میاں میر قادری متوفی ۱۰۵۴ ہجری۔
- شیخ حاجی محمد نوشہ گنج بخش متوفی ۱۱۰۳ ہجری۔
- شاہ لطیف امام بری متوفی ۱۱۱۷ ہجری۔
- شاہ عنایت قادری متوفی ۱۱۴۱ ہجری۔
- شیخ عبداللہ بلوچ قادری ۱۲۱۲ ہجری اور
- شیخ غلام حسین متوفی ۱۲۷۰ ہجری قابل ذکر ہیں۔

(۱۵۹) آپ کی پیدائش ۹۸ھ مدینہ منورہ میں اور شہادت ۱۵۱ھ سندھ میں ہوئی۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بھرپور جدوجہد کی۔

تحفۃ الزائرین کا مصنف رقمطراز ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ سادات کرام کی وہ پہلی شخصیت ہیں جو سرزمین سندھ میں وارد ہوئی۔

صدیوں میں ہر وقت یہ سرزمین ان کے فیضان سے مستفیض ہوتی رہی۔ (۱۶۰) اور یہ سلسلہ صرف حضرت عبداللہ شاہ غازی سے لے کر حضرت کفایت علی شاہ متوفی ۱۳۸۹ھ تک ہی پھیلا ہوا نہیں ہے بلکہ آج بھی آپ کے خلفاء میں سے حضرت پیر زبیر شاہ صاحب کی صورت میں چشمہ فیضان جاری و ساری ہے۔

سندھ کے تپتے صحراؤں اور لہلہاتے کھیتوں کی طرح بلوچستان کے سنگلاخ پہاڑوں اور چمن زاروں کی داستان بھی اولیاء اللہ کی مرہون منت ہے۔ اس لیے کہ سرزمین عرب سے رواں ہونے والے اولیاء اللہ کے قافلوں کا رخ اکثر اسی راستہ سے ہوا کیونکہ باصفا ہستیوں کے روحانی اثرات جہاں اس برصغیر کے کونے کونے میں ہیں وہاں بلوچستان بھی ان کی لو سے منور ہوا۔ بعض برگزیدہ شخصیتیں خود اس صوبے میں تشریف لائیں اور عقیدت مندوں کو صفائی باطن سے بہرہ ور کرتے ہوئے واپس تشریف لے گئیں (۱۶۱) جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ تقریباً تمام بڑے سلسلوں کے اثرات اس سرزمین پر پائے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مختلف تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید شیخ احمد ولد موسیٰ کے ذریعہ سلسلہ سہروردیہ کو بلوچستان میں بے پناہ فروغ حاصل ہوا۔ آپ کی رشد و ہدایت کا

---

(۱۶۰) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں بحرین کے گورنر عثمان بن ابی العاص الثقفی کے بھائی مغیرہ نے دیبل پر ایک بڑا حملہ کیا تھا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی سندھ میں بڑی دلچسپی لی جس کی تفصیل فتوح البلدان میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۱۶۱) حضرت سید احمد توختہ متوفی ۶۰۲ ہجری بلوچستان تشریف لائے اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے مستفیض فرمانے کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔ اسی طرح سفینۃ الاولیاء میں درج ہے کہ حضرت شیخ عثمان ہارونی کے ہاتھ پر جن آتش پرستوں نے اسلام قبول کیا وہ واقعہ بلوچستان ہی کا ہے اور اس واقعہ کا یادگار ایک گنبد آج بھی کانسی روڈ اور خدائیداد روڈ کے چوک کے قریب موجود ہے جہاں بیٹھ کر آپ نے ریاضت کی اور چلہ کشی فرمانے کے بعد عازم سندھ ہوئے۔

(تذکرہ صوفیائے بلوچستان۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر)

مرکز ژوب کا علاقہ تھا آپ کا لقب احمد جواں مرد تھا اور آج بھی آپ کا مزار کوہ سلیمان کی چوٹی پر مرجع خلائق ہے۔ یہی نہیں بلکہ شیخ حسن افغان متوفی ۶۸۹ ھجری، حضرت بہاؤالدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلیفہ تھے جن کے بارے میں حضرت کا فرمان تھا کہ جب قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ...... "مشغول عبادت وحسن افغان"۔ اسی سلسلہ کے شیخ یحییٰ کبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بھی تھے کہ جن کی ریاضتوں کی کثرت نے جسم کو اس قدر لاغر کر دیا تھا کہ ان کے ہم عصر ان کو شیخ علی دنگر یعنی شیخ علی لاغر کہتے تھے ان کے عقیدت مندوں کی کثرت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ بلوچستان میں صرف شیخ یحییٰ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

اولیائے قادریہ کی نشوونما اس خطہ میں سید شادی بن سید درجمال بخاری کے ذریعہ ہوئی جو اپنے تین بھائیوں، سید حیدر، سید ابراہیم اور سید ماٹو کے ہمراہ پشین میں آباد ہوئے۔ (۱۶۲)

سلسلہ نقشبندیہ کے متعارف کرانے میں حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب متوفی ۱۱۵۳ ھجری اور ان کے خلفاء میاں نور محمد قندھاری، ملا عثمان اخوند اور دیگر اولیائے کرام نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ان حضرات کی تعلیمات کے اثر سے متاخرین اولیائے کرام نے بھی اس سلسلہ کو ترقی دی جن میں

- خواجہ میاں روح اللہ اخوندزادہ متوفی ۱۳۱۴ ھجری،
- خواجہ فیض الحق جان متوفی ۱۳۱۸ ھجری،
- مولانا محمد صدیق نقشبندی مستونگی متوفی ۱۳۳۵ ھجری،

(۱۶۲) دراصل سلسلہ قادریہ کے فروغ میں اس خطہ پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ کی تعلیمات کا زیادہ اثر تھا اور آپ کی حیات ہی میں آپ کے ایک خلیفہ ملا معلی نے اس سلسلہ کی ترویج کے لیے ڈھاڈر دوری کے علاقوں میں تبلیغ کی۔ اسی طرح شہزادہ داراشکوہ نے بھی جھیل مگسی میں کچھ عرصہ قیام فرمایا اور ان کے ذریعہ بھی سلسلہ قادریہ کا اثر بڑھا۔

- خواجہ محمد عمر چشموی متوفی ۱۳۶۰ ھجری اور
- حضرت خواجہ عبدالحئی جان چشموی متوفی ۱۳۶۰ ھجری شامل ہیں، (۱۶۳)

حقیقت یہ ہے کہ بلوچستان میں بھی اسلام کی اشاعت میں برصغیر پاکستان و بھارت کی طرح بنیادی کردار اولیائے کرام ہی نے ادا کیا اور آج بھی سرزمین بلوچستان میں ان مقتدر ہستیوں کے عروس کے مواقعوں پر بلوچ اور پختون حاضر ہوتے ہیں اور اس طرح ان اولیائے کرام کی برکت سے پورے بلوچستان کے عوام ایک نہ ٹوٹنے والے رشتہ میں منسلک ہیں۔

اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ ان اولیائے کرام میں سے اکثر کے حالات اور ان کی وہ خدمات خلوت کدے میں گم ہیں جو انہوں نے اسلامی نظام حیات کو متعارف کرانے اور اصلاح معاشرہ کرتے ہوئے لوگوں کو نہ صرف باہمی اخوت و محبت کے لازوال رشتوں میں منسلک کر دیا۔ بلکہ آج تک ان کی یاد بس کسی نہ کسی صورت میں ہمارے معاشرے کا جزو ہیں۔ (۱۶۴)

غرض یہ کہ سرزمین بلوچستان میں اولیاء اللہ نے اپنے زہد و تقویٰ سے نہ صرف غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کیا بلکہ اسلام کی صحیح روح لوگوں کے دلوں میں پھونک دی جس سے یہ رضا و خلوص کے پیکر بن گئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس برصغیر کے دیگر خطوں کی طرح بلوچستان کی زمینوں پر تو بادشاہوں اور

(۱۶۳) حضرت خواجہ عبدالحئی صاحب کے ارشادات کو۔ ارشاد السالکین کے نام سے محفوظ کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ اسی طرح آپ کی ایک تصنیف ارشاد المصلین بھی مقصد نماز کے بارے میں ہے۔ یہ کتاب بھی فارسی میں ہے۔

(۱۶۴) اس سلسلہ میں ملا طاہر بابا خرواری جو میاں عبدالحکیم نانا صاحب متوفی ۱۱۵۳ ھجری کے ممتاز خلیفہ تھے، کی یادگار آج بھی بلوچستان کا مشہور ترین مقام، "زیارت" ہے۔ ملا صاحب کا مزار اسی مقام یعنی گوشنگی میں پہاڑ کے دامن میں ہے۔ گوشنگی کو ۱۸۸۳ء میں انگریزوں نے بلوچستان کے گرمائی صدر مقام اور سینی ٹوریم کے لیے منتخب کیا تھا۔ مقامی زبان میں مزار کو زیارت کہتے ہیں۔ جو دراصل ملا طاہر بابا خرواری کے مزار کی وجہ سے یہ مقام زیارت کہلایا اور آج تک اسی نام سے جانا جاتا ہے۔

سرداروں نے قبضہ کیا لیکن ان درویشوں نے زمین والوں کے دلوں کو اپنے تصرف میں لے لیا اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان اولیاء اللہ کے مزارات لاکھوں نفوس کی زیارت گاہ ہیں اور انہی کی عطا کردہ اسلام دوستی کے جذبہ سے پاکستان وجود میں آیا۔

جیالے پختونوں کی سرزمین صوبہ سرحد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی روشنی سے منور ہی اور جونہی اسلامی حکومت (ریاست مدینہ) کا قیام عمل میں آیا تو یہاں سے ایک جرگہ نیک خواہشات لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ عالم اسلام کے نامور مفکر، عالم دین اور عالمی اسلامی اخوت کے داعی حضرت علامہ جمال الدین افغانی کی روایت کے مطابق ..... پختونوں کے ایک سردار قیس نے چالیس عمائدین پر مشتمل ایک جرگہ کی قیادت کرتے ہوئے دیدار مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوق و شوق میں افغانستان (۱۶۵) سے مدینہ منورہ تک سفر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر خاص توجہ فرمائی وفد کے سربراہ، قیس کا نام عبدالرشید رکھا اور امیر کا لقب عطا فرمایا...... خالد بن ولید نے اپنی صاحب زادی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سربراہ وفد سے کیا۔ لہٰذا پختونوں کو بجا طور پر اس کا فخر ہے کہ یہ اسلام کے عظیم جرنیل خالد بن ولید کی اولاد ہیں۔ (۱۶۶)

صوبہ سرحد کی تاریخ نے اپنے صفحات میں بے پناہ یادگاریں رقم کی ہیں، واقعہ قیس عبدالرشید ہو، سلطان محمود غزنوی کے اس برصغیر پر سترہ حملے ہوں،

---

(۱۶۵) انگریزوں کے اقتدار سے قبل افغانستان صوبہ سرحد ہی کا ایک حصہ تھا اور دارالخلافہ کبھی پشاور ہوتا اور کبھی کابل، قندھار و غزنی۔

(۱۶۶) الافغان۔ علامہ جمال الدین افغانی۔

شہاب الدین محمد غوری (۱۶۷) کی پورے برصغیر پر پختونوں کی حکومت کی بنیاد ہو، شیر شاہ سوری جیسا قابل قدر حکمران ہو، سلسلہ تحریک مجاہدین ہو، انگریزوں کے خلاف جہاد ہو یا اولیائے کرام کی تحریک اصلاح معاشرہ، ہر داستان کی یادیں اس سرزمین، صوبہ سرحد میں دفن بھی ہیں اور رونق قرطاس بھی۔

تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے جب ہم بارہویں صدی ھجری کے دوسرے عشرہ میں پہنچتے ہیں تو ایک مرتبہ پھر اسی خطے کو اسلامی شعار کی بقاء کے لیے سرگرم عمل پاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ صدی اس برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس وقت پورا برصغیر، کابل و قندھار سے آسام تک اور نیپال سے ساحل مالا بار تک ایک سیاسی مرکز تھا اور اورنگزیب کی وفات کے بعد جونہی یہ سیاسی مرکز زوال سے ہمکنار ہونے لگا تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جس سیاسی تحریک کی بنیاد مرکز میں شاہ ولی اللہ نے ڈال دی تھی اسے صوبہ سرحد میں آگے بڑھانے والے اولیائے کرام ہی تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے اولیائے کرام نے یہ بیڑہ پہلے سے اٹھا رکھا تھا جن میں.....

۱۔ حضرت مست بابا متوفی ۹۶۹ ھجری
۲۔ سید علی ترمذی، پیر بابا متوفی ۹۹۱ ھجری
۳۔ بہادر بابا متوفی ۱۰۲۷ ھجری
۴۔ اخون پنجو بابا متوفی ۱۰۴۰ ھجری
۵۔ شیخ رحمکار کاکا صاحب متوفی ۱۰۶۳ ھجری

---

(۱۶۷) شہاب الدین محمد غوری ہی نے اس خطے میں ایک مستقل اور مستحکم اسلامی حکومت قائم کی۔ جیسا کہ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ ...... "ہندوستان کی فتح کا سہرا اسکندر اسلام محمود غزنوی ۴۲۱ ھجری کے سر ہے اور مستحکم اور مستقل اسلامی سلطنت کے قیام کی سعادت سلطان شہاب الدین محمد غوری ۶۰۲ ھجری کے حصے میں آئی۔

(تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم۔ سید ابوالحسن علی ندوی)

۶- حضرت اخوند درویزہ متوفی ۱۰۷۲ ھجری

۷- حاجی بہادر صاحب کوہاٹی متوفی ۱۰۹۹ ھجری اور

۸- جمال خان خٹک، فقیر بابا متوفی ۱۱۲۶ ھجری- قابل ذکر ہیں-

اور پھر جب تیرھویں صدی ھجری کے ابتدائی عشرہ میں (۱۲۱۲ھ) اسی تحریک کے مجاہدین نے صوبہ سرحد کا رخ کیا تو اہل سرحد نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ۱۲۱۳ ھجری میں پشاور میں اسلامی حکومت قائم کر دی اور اس کے صرف چند برس بعد جب ۱۸۰۳ء (۱۲۱۵ھ) کے معاہدہ کے تحت انگریز نے کمپنی بہادر کے احکام کا نفاذ شاہ عالم سے منوالیا (۱۶۸) تو اس کے ساتھ ہی اس نے صوبہ سرحد پر بھی اقتدار حاصل کرنے کے لیے سکھ حکومت کے ساتھ معاون حاکموں کے طور پر کام شروع کر دیا تاکہ یہاں کے مسلح جنگجو، جذبہ جہاد سے سرشار اور اسلام کے شیدائی پختونوں کی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے- کیونکہ انگریز جانتا تھا کہ اگر پختونوں کی طاقت کو سیاسی چالوں کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا تو وہ جہاد کے ذریعہ پہلے سکھوں کے اقتدار کا خاتمہ کریں گے اور پھر اس کے بعد انگریز کو اس برصغیر سے نکال باہر کریں گے اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا خصوصاً ۱۸۰۳ء کے اس معاہدہ کے بعد صوبہ سرحد میں اس کا ردعمل شروع ہوا اور.....

۱- خواجہ محمد شعیب شہید، تورڈھیری ۱۲۳۸ ھجری

۲- اخوند صاحب سوات متوفی ۱۲۹۵ ھجری-

۳- حضرت نجم الدین، ھڈے ملا متوفی ۱۳۱۹ ھجری

۴- حضرت عبدالوہاب پیر صاحب مانکی شریف متوفی ۱۳۲۲ ھجری اور

۵- حاجی صاحب ترنگزئی متوفی ۱۳۵۶ ھجری

---

(۱۶۸) انگریزوں نے ۱۸۰۳ء میں دہلی پر اقتدار قائم کر کے شاہ عالم سے ایک معاہدے پر دستخط کروا لیے جس کے تحت....... مخلوق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا قرار دیا گیا-
(تحریک شیخ الھند- میاں محمد)

جیسی روحانی شخصیات نے عملی طور پر پہلے سکھوں اور پھر انگریزوں کے خلاف خود اور اپنے خلفاء کے ساتھ مل کر نہ صرف جہاد کیا بلکہ ضلع ہزارہ کی اہم شخصیت سید اکبر شاہ صاحب ستھانوی کی سرکردگی میں شرعی حکومت قائم کی اور حضرت اخوند صاحب سوات نے شاہ صاحب کے امیر شریعت مقرر ہونے پر سب سے پہلے بیعت کی- یہ حکومت اس قدر پائیدار تھی کہ اگر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل شاہ صاحب کا انتقال نہ ہو جاتا تو مسلمان یقیناً یہ جنگ جیت جاتے اور اس کا اعتراف خود انگریزوں نے بھی کیا ہے- ہربرٹ ایڈورڈ لکھتا ہے کہ......"اگر سوات کی شرعی حکومت باقی رہتی اور مجاہدین کے سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتے تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا-"(۱۶۹)

غرضیکہ صوبہ سرحد میں تصوف صرف خانقاہی نظام تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کا تصرف پوری معاشرتی زندگی پر تھا اور اولیائے سرحد نے نہ صرف اس خطہ کی مخلوق خدا کو اللہ کی بندگی کا ڈھنگ سکھایا بلکہ انہیں انسانی غلامی سے بھی نجات دلائی-

اس اعتبار سے صوبہ سرحد میں تصوف کے حوالہ سے جو تاریخ مرتب ہوتی ہے- وہ دنیا سے فرار کی راہ نہیں بلکہ دنیا کو ہدایات الٰہی کے تحت بسر کرنے کا سبق دیتی ہے اور اس تاریخ کے اہم کرداروں میں اولیائے مانکی شریف کے کردار ناقابل فراموش ہیں کہ انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کی جو تحریک تیرھویں صدی ہجری میں شروع کی تھی اسے چودھویں صدی میں خود انہوں نے ہی پروان چڑھایا اور اب پوری دو صدیاں گزرنے کے بعد پندرھویں صدی ہجری میں بھی مانکی شریف کی سنگلاخ پہاڑیوں سے نہ صرف مادیت و روحانیت

(۱۷۰) کے چشمے جاری ہیں بلکہ یہاں وہ آب حیات بھی میسر ہے کہ جس کی تلاش میں سکندر سرگرداں رہا اور دونوں ہاتھ خالی لیے اس دنیا سے کوچ کر گیا مگر یہاں کے مادی وروحانی چشموں سے سیراب ہونے والے اس دنیا میں سکون اور آخرت کی حیات جاودانی پاگئے اور یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا اولیائے مانکی شریف پر وہ فضل ہے کہ جس سے وہ جسے چاہے نواز دے.......

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (۱۷۱)

ترجمہ:

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے

(۱۷۰) اولیائے مانکی شریف کی برکتوں سے مانکی شریف کی سنگلاخ پہاڑیوں میں سرسبز وشاداب باغات کی موجودگی اس کا ثبوت ہے کہ لوگوں کو روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی مادی ضروریات بھی ترقی پا رہی ہیں۔ جس سے جنگل میں منگل کا سا سماں رہتا ہے اور آج کے سائنسی عروج کے دور میں انسانی ذہن اس کا متقاضی ہے کہ اسے روحانی بالیدگی کے ساتھ ساتھ تسخیر کائنات کا سبق دیا جائے۔

(۱۷۱) قرآن، سورہ ۸۷ آیت ۲۱

باب چہارم

تصوف اور اولیائے مانکی شریف

صوبہ سرحد کی تحصیل نوشہرہ کے شمال مغرب میں نو (۹) کلومیٹر کے فاصلہ پر سات سو (۷۰۰) سے زائد گھروں اور ساڑھے پانچ ہزار سے زائد نفوس پر مشتمل ایک بستی کا نام مانکی ہے۔ (۱۷۲)

بے آب وگیاہ پہاڑیوں کے بیچوں بیچ یہ بستی روحانی طور سے بڑی زرخیز ہے اور تقریباً گزشتہ دو صدیوں سے توحید ورسالت کے پروانوں کو پروان چڑھا رہی ہے۔ یہ بستی علم ومعرفت کے جن چشموں سے مرجھائی انسانیت کو سرسبز وشاداب کرتی چلی آرہی ہے اس کا منبع شیخ الابرار، حامی شرع المتین، خلیفہ سید المرسلین، غوث الزماں حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب ہیں۔ جنہوں نے پورے ایک سو برس تک بدعت، بدعقیدگی اور دینی غلو کے خلاف جہاد کرتے ہوئے مخلوق خدا کو اتحاد واتفاق کی نعمت سے مالا مال کر دیا۔

حضرت پیر عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ..... پیدائش:

تیرھویں صدی ھجری کی عظیم روحانی شخصیت غوث دوران، مجاہد اعظم اور اصلاح معاشرہ کے داعی حضرت پیر عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۲ھ میں اکوڑہ خٹک میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا ضیاء الدین (۱۷۳) صاحب نے آپ کا نام اللہ کے حکم سے عبدالوہاب رکھا۔ (۱۷۴)

(۱۷۲) ۱۹۹۰ء کی مردم شماری (غیر سرکاری) کے مطابق مانکی شریف ۷۱۱ گھروں اور ۵۵۴۱ نفوس پر مشتمل ہے۔

(۱۷۳) حضرت ضیاء الدین صاحب اپنے دور کے جید عالم تھے اور اکوڑہ خٹک میں درس وتدریس کے سلسلے میں منسلک تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ ہجرت کر کے موضع بدرشی تشریف لے گئے۔ اہل اکوڑہ کو آپ سے اس قدر عقیدت تھی کہ وہ آپ کا جسد مبارک اکوڑہ لے گئے اور بمدفین اکوڑہ خٹک میں کی اور آج آپ وہیں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

(۱۷۴) حضرت عبدالوہاب صاحب کی پیدائش . . . بہت پہلے قبل آپ کے والد حضرت مولانا ضیاء الدین کو یہ غیبی آواز سنائی دی کہ........اس لڑکے کا نام عبدالوہاب رکھ لو۔ (مناقب مانکی صاحب۔ ملا نعمت اللہ۔ لاہور، مطبع محمدی بالاہتمام طباعت ص ۳)

تعلیم و تربیت:

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ نے اپنے والد محترم سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس دور کے جید علماء سے بھی علمی استفادہ کیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ نے بدرشی سے موضوع ڈھیری کٹی خیل ھجرت فرمائی اور حصول علم کی تلاش اور حقیقت سے آگاہی کی تڑپ آپ کو غوث الزمان، عظیم حریت پسند صاحب بصیرت سیاستدان اور دنیائے اسلام کے نامور اسکالر حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ سوات کے پاس لے گئی جنہوں نے آپ کو نہ صرف علم ظاہری و باطنی کی دولت سے مالامال کیا بلکہ خلافت سے بھی نوازا۔

پیر عبدالوہاب صاحبؒ اپنے مرشد کی نظر میں:

آپ کے مرشد حضرت اخوند صاحبؒ سوات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو حسب ذیل تین مقاصد کے حصول کے لیے وقف کر رکھا تھا........

(۱) قال اللہ وقال الرسول کے کلمہ الحق کے تبلیغ و ترویج
(۲) انگریزوں کے خلاف جہاد، تاکہ ان کے تسلط سے اس علاقے کو محفوظ رکھتے ہوئے حکومت الہیہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اور
(۳) اصلاح معاشرہ تاکہ اس خطہ کے مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاقی قدروں کا حامل بنایا جائے۔

اور یہی وہ تین بنیادی مقاصد تھے جن کی تربیت حضرت پیر عبدالوہاب صاحب کو دی گئی۔ جب مرشد نے یہ محسوس کر لیا کہ آپ اب عوام کی تربیت کے لیے موزوں ہو چکے ہیں تو آپ کو ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

(۱) میں اپنی روحانی قوت بجائے اپنے خاندان کے تمہیں منتقل کر رہا ہوں اس طرح میرے خاندان سے تو یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا لیکن تمہاری اولاد میں یہ

سلسلہ پروان چڑھتا رہے گا۔
(۲) میرا چولہا تو ٹھنڈا ہو گیا لیکن تمہارا قیامت تک گرم رہے گا۔ یعنی اب عوام دین و دنیا کی فلاح کے لیے تمہارے آستانے پر آتے رہیں گے۔
(۳) میری مثال موسم سرما کی ہے کہ جس طرح اس موسم میں ضرر رساں حشرات الارض (سانپ و بچھو) بلوں میں گھسے رہتے ہیں اور لوگ ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ میرا دور بھی شر و فساد سے محفوظ ہے اور اگرچہ آئندہ زمانہ میں فتنے و فساد سر اٹھاتے رہیں گے لیکن تم تو تم ہو اگر تمہارا ایک مرید بھی ایسے دور میں موجود ہوا تو ان فتنوں کا اثر زائل ہو جائے گا۔ (۱۷۵)

مرشد نے یہ دعائیں اس لیے دیں کہ انہوں نے آپ کے گوہر پوشیدہ کو بھانپ لیا تھا کیونکہ مرشد سے عقیدت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ سخت سردی کے دنوں میں حضرت اخوند صاحب کی پن چکی کو پانی فراہم کرنے والا بند پانی کے زور سے بہہ گیا۔ آپ کے مریدوں نے جان توڑ کوشش کی کسی طرح بند باندھ دیا جائے لیکن پانی کے بہاؤ کے آگے ان کی ایک نہ چلی حضرت عبدالوہاب صاحب خود پانی کے آگے لیٹ گئے اور باقی ساتھیوں سے کہا کہ اب بند باندھ لو۔ جب تک بند مکمل نہیں ہوا آپ اس جما دینے والے ٹھنڈے پانی میں لیٹے رہے۔ جب مرشد کو اطلاع ہوئی تو آپ کے خلوص سے بے حد متاثر ہوئے کہ آپ نے مرشد کے کام کو اپنی جان پر بھی ترجیح دی۔

اس کے علاوہ ایک مرتبہ جب مرشد تمام مریدین کے کمروں میں تشریف لے گئے تو ہر ایک کے ہاں خورد و نوش کے لیے شہد اور گھی موجود تھا لیکن جب آپ کے کمرے میں تشریف لے گئے تو صرف مسواک اور کنگھی آپ کا کل اثاثہ تھا۔

یہ خلوص اور سادگی مرشد کو بہت پسند آئی اور آپ نے خلافت عطا کرتے

---

(۱۷۵) ملفوظات حضرت اخوند صاحب سوات۔ مخطوطہ۔

ہوئے واپس گاؤں جا کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کرنے کی تلقین فرمائی۔ "خلافت عطا کرنے کے بعد مرشد نے آپ کو اس مشن کو جاری رکھنے کے لیے واپس گاؤں جانے کا حکم دیا۔ جس پر آپ نے واپس آ کر ڈھیری کٹی خیل میں رشد وہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ (۱۷۶)

مانکی سے مانکی شریف

آپ نے مرشد کے حکم سے جوں ہی رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا گرد و نواح کے لوگ جوق در جوق آ کر اصلاح پاتے گئے۔ بہت جلد آپ نے محسوس کیا کہ فوجی بینڈ کی موسیقی سے اصلاح معاشرہ کا عمل متاثر ہوتا ہے اور پھر دن بدن لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جس سے پانی کی قلت اور جگہ کی کمی کی مشکلات بھی پیش آ رہی ہیں تو آپ نے مانکی ہجرت فرمائی اور جس دن آپ مانکی تشریف لے آئے اس دن سے مانکی کو مانکی شریف کا اعزاز حاصل ہو گیا، آپ نے اپنی بقیہ عمر یہیں اعلائے کلمتہ الحق میں گزاری چوں کہ آپ کے مرشد حضرت اخوند صاحب سوات صرف عالم یا صوفی ہی نہ تھے بلکہ اپنے دور کے عظیم مجاہد بھی تھے لہٰذا آپ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے اور ان تینوں خصوصیات کے حامل بن گئے اور ان ہی کی کاوشوں نے صوبہ سرحد کے پختونوں کو اسلامی اخوت اور خلوص کا جذبہ عطا کیا کہ صدیوں سے یہ خصوصیات اس قوم کی روایات چلی آ رہی ہیں اور یہ سب کچھ ان خرقہ پوشوں کے طفیل ہوا جن کے بارے میں اقبال کا کہنا ہے کہ.....

---

(۱۷۶) حضرت اخوند صاحب سوات کے مریدوں میں آپ کے ساتھ ساتھ اخوندزادہ خوشگی گمنزری ملا شاماں بابا اور عبدالحنان یار حسین بابا شامل تھے لیکن حضرت اخوند صاحب نے حضرت عبدالوہاب صاحب کو خلافت سے نوازتے ہوئے ان سب حضرات کو آپ سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
تمنا درد دل کی ہو، تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں (۱۷۷)

پیر عبدالوہاب صاحبؒ بحیثیت مجاہد:

پیر صاحب نے عوام کی نہ صرف روحانی تربیت جاری رکھی بلکہ باطل کی چیرہ دستیوں کے خلاف جہاد بھی جاری رکھا اور اس کی تربیت بھی آپ نے مرشد سے حاصل کی تھی جیسا کہ تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے اپنے مرشد کی تربیت سے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر ان کے ہمراہ انگریزوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔ صوبہ سرحد میں انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان پہلی بھرپور جنگ ....."جنگ مبیلہ" ۱۲۸۰ ہجری (۱۸۶۵ء) میں آپ حضرت اخوند صاحب سوات کے شانہ بشانہ لڑے۔ اس جنگ میں مسلمان غازیوں نے انگریز کی منظم اور مسلح فوج سے جس بے جگری سے مقابلہ کیا انگریز کو یقین ہو گیا کہ وہ سر بکفن مجاہدین سے میدان جنگ نہیں جیت سکتا لہٰذا اس نے حسب عادت ——— (DEVIDE AND RULE) کا حربہ استعمال کرتے ہوئے کچھ خوانین کو خرید لیا جس کی وجہ سے وہ شکست فاش سے بچ گیا۔ لیکن مجاہدین کی یلغار نے اسے صلح کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا جسے حضرت اخوند صاحب نے اس شرط پر قبول فرمایا کہ انگریزوں کی فوج فوراً واپس چلی جائے اور اس طرح صوبہ سرحد کے علاقوں، سوات اور بونیر پر قبضہ کرنے کا انگریزی خواب نہ صرف ادھورا رہ گیا

---

(۱۷۷) کلیات اقبال۔ اقبال۔

بلکہ انہیں پھر کبھی بھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ سوات و بنیر پر فوج کشی کریں اور یہ صرف حضرت اخوند صاحب اور حضرت عبدالوہاب صاحب کے جذبہ جہاد کے طفیل ہوا۔ جسے غلام رسول مہر نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

..... "مجاہدین نے اپنے خون حیات سے امبیلہ کے میدان میں جو نقش مرتسم کیا وہ زمانہ کی گردش سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا اور انشاء اللہ تا قیامت محفوظ رہے گا۔" (۱۷۸)

شیخ عبدالوہاب صاحب اور آپ کے معاصرین علماء و صوفیہ:

آپ کا زمانہ پوری ایک صدی پر محیط ہے۔ یعنی تیرھویں ہجری کے تین چوتھائی حصہ سے لے کر چودھویں صدی ہجری کی پہلی چوتھائی تک (۱۲۲۲ تا ۱۳۲۲ھ)

اس دور میں برصغیر پاکستان و بھارت کی نابغہ روزگار ہستیوں میں

- حضرت شاہ نیاز احمد سرہندی متوفی ۱۲۵۰ ہجری۔
- حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی متوفی ۱۲۶۷ ہجری۔
- حضرت شاہ فضل الرحمان متوفی ۱۳۱۳ ہجری اور
- حضرت سید غوث علی شاہ متوفی ۱۲۹۷ ہجری شامل ہیں۔

ان اولیائے کرام کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے۔ (۱۷۹) تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے لیے تگ و دو فرمائی اور یہی وقت کی ضرورت تھی تاکہ انگریزوں کی غلامی سے محفوظ رہ سکیں۔

---

(۱۷۸) سرگزشت مجاہدین۔ غلام رسول مہر

(۱۷۹) حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق .... "اسلام کی ترقی کا دارومدار اتفاق۔ اولوالعزمی اور غیرت پر ہے۔" (تعلیم غوثیہ۔ گل حسن قلندر)

جبکہ حضرت مولانا فضل الرحمان کا فرمانا ہے کہ ..... "اشتیاق بقائے الٰہی، یہی ولایت ہے۔ اتباع سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔" (مسالک السالکین۔ مرزا محمد عبدالستار)

اپنے ان اور دیگر معاصر اولیاء کی طرح حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ، مانکی شریف نے بھی اپنے مرشد، حضرت اخوند صاحب، سوات کی سرکردگی میں اس مشن کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرشد کے وصال کے بعد اسی مشن کو جاری رکھتے ہوئے صوبہ سرحد کے دشوار گزار علاقوں میں خود اور اپنے مریدین کے ہمراہ اپنے شیوخ کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچایا اور ان میں اتحاد و اتفاق کی قوت پیدا کر کے ان کی بہادری کو جوش جہاد کے جذبہ سے بدل دیا اور اس طرح بدعت، بدعقیدگی اور دینی غلو کے خلاف قلمی و سیفی جہاد کیا۔

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ، مانکی شریف کا علمی و روحانی مقام

ہدایۃ الابرار (۱۸۰) کے مطالعہ اور آپ کے عقیدت مندوں سے لیے گئے انٹرویو (۱۸۱) کی روشنی میں تصوف کے بارے میں آپ کی تعلیمات کو حسب ذیل نکات میں پیش کیا جاسکتا جن سے آپ کے علمی و روحانی مقام کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

(الف) شریعت، طریقت اور حقیقت کے سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے نہ یہ کہ حقیقت شریعت سے جدا ہے، طریقت سے مراد وہ راہ ہے جو شریعت کی حقیقت تک پہنچاتی ہے نہ کہ شریعت حقیقت سے کوئی الگ امر ہے۔ پس شریعت کی حقیقت تک پہنچنے سے پہلے

---

(۱۸۰) حدایۃ الابرار حضرت پیر عبدالوہاب صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا محمد حسن چترزئی نے جمع کیے ہیں۔

(۱۸۱) میں نے اولیائے مانکی شریف کے حالات و افکار ترتیب دینے کے سلسلے میں ایک سوالنامہ جاری کیا تھا۔ اس سلسلہ میں پیرزادہ نبی امین صاحب اور حافظ گل محمد صاحب کے تعاون سے ۱۸ حضرات کے انٹرویو لیے گئے جن میں سے تین بزرگ ایسے تھے جنہوں نے حضرت عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ بھی پایا اور یہ تین بزرگ ....

۱۔ ارڑ ورمیانہ کے محمد امین صاحب ہیں جن کی عمر اس وقت ۱۰۹ برس ہے۔
۲۔ خوشگی کے عبدالغفار صاحب جو اب نوشہرہ میں مقیم ہیں اور
۳۔ موضع گوندہ نظام پور، تحصیل نوشہرہ کے راحت شاہ بابا ہیں۔

صرف شریعت کی صورت حاصل ہوتی ہے اور شریعت کی حقیقت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب نفس درجہ اطمینان تک پہنچ جائے اور درجہ ولایت پر فائز ہو۔ نفس کی ولایت اور اطمینان کے درجے تک پہنچنے سے قبل ایمان کی صورت حاصل ہوتی ہے جب کہ اطمینان حاصل ہونے کی بعد ایمان کی حقیقت سے آگاہی ہوتی ہے۔

حضرت کا یہ قول علم تصوف کے بنیادی فلسفہ کی وضاحت کرتا ہے کہ شریعت، طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے الگ صفات نہیں بلکہ ایک ہی صف کی ایسی صورتیں ہیں جن کے باہم ملنے ہی سے انسان اطمینان حاصل کرتا ہے۔

(ب) صوفی کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کامل صوفی وہ ہے، جس کی نظر میں پتھر اور جواہر یکساں ہوں۔

(ج) اولیاء اللہ کے وصال الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنا ہے اور جب ان کا نفس مرجاتا ہے تو پھر وہ ابد تک زندہ رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی اور بعد از مرگ یکساں ہوتا ہے بلکہ جسمانی موت کے بعد اور زیادہ بہتر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کے وصال کے بعد بھی ان کے در پہ پڑے رہتے ہیں اور زائرین کی خدمت کو بہت بڑا اعزاز تصور کرتے ہیں۔ جیسا کہ موضع گاڑو، نظام پور تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے راحت شاہ بابا بیان کرتے ہیں کہ۔ .... "میں اپنے والد کے ہمراہ مشر صاحب (حضرت عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور آپ سے اس قدر لگاؤ ہوا کہ آپ کے وصال کے بعد میں مانکی شریف چلا آیا اور پینتیس برس تک خدمت کی، یہی نہیں بلکہ ہم پانچ بھائی ہیں اور ہر ایک نے دس سے بیس برس تک زائرین کی خدمت کی ہے۔" (۱۸۲)

یہی وجہ ہے کہ آپ کے علمی و روحانی مقام کو خراج عقیدت پیش کرتے

---

(۱۸۲) محترمی راحت شاہ بابا سے یہ انٹرویو ۲۸، ستمبر ۱۹۸۹ء کو لیا گیا۔

ہوئے متعدد اہل قلم حضرات نے آپ کی خصوصیات بیان کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ایک عالم و صوفی کی سب سے بڑی خصوصیت توکل علی اللہ ہوتی ہے۔ اس صفت سے آپ کس قدر متصف تھے۔ نور نامہ اور دلائل الخیرات سے متصل قلمی اوراق میں امیر حسن خان بیان کرتے ہیں کہ ..... "جن دنوں آپ ڈھیری میں مقیم تھے ان دنوں سخت قحط تھا اور صرف پیاز اور روٹی پر گزارہ ہوتا تھا۔ حضرت عشاء کی نماز کے بعد گھر تشریف لائے اور معلوم کیا کہ اگر کچھ ہے تو مسجد میں ایک مہمان آیا ہے اسے پیش کیا جائے۔ آپ کی شریک حیات نے فرمایا کہ ایک ہی روٹی ہے جو عبدالحق (آپ کے صاحبزادے) کے لیے رکھی ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے، ہم تو صبر کرلیں گے۔ لیکن آپ نے وہ روٹی مسجد میں لے جا کر مہمان کو دے دی اس دوران گھر میں کسی نے روٹیوں کی ایک چھکور لا کر رکھ دی۔ حضرت کا بیان تھا کہ وہ دن اور آج کا دن ہمارے ہاں خوراک کی کمی نہیں ہوئی۔" (۱۸۳)

گویا آپ کی زندگی، تفسیر تھی۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" (۱۸۴) کی اسی لیے مناقب مانکی صاحب میں آپ کے سترہ مناقبات بیان کیے گئے ہیں جن میں

۱۔ اس بات کا ذکر کہ عبدالوہاب نام آپ کو اللہ کی طرف سے دیا گیا۔
۲۔ کبھی والدہ کی گود میں بول و براز نہ فرماتے۔
۳۔ آپ کے لیے ایک طوطے کا انجیر لے کر آنا۔
۴۔ تعلیم کی ابتداء حضرت خضر علیہ السلام سے کرنا۔
۵۔ فقہ کی کتب خصوصاً کنز حضرت خضر علیہ السلام سے پڑھنا۔

---

(۱۸۳) نور نامہ و دلائل الخیرات۔ مطبوعہ ۱۲۹۸ھ

(۱۸۴) قرآن۔ سورہ ۶۵، آیہ ۳ (اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے)

۶- آپ کی دعا سے ایک مرید کی عمر قید کی سزا سے رہائی۔

۷- نظیر نامی شخص کو بیٹے کی بشارت دینا جو لاولد تھا۔

۸- ۱۲۸۰ھ میں ایک باولے کتے کا کئی کسانوں کو کاٹنا اور پھر حضرت کے پاس آ کر نہ صرف تمام مریضوں کا صحت یاب ہونا بلکہ اس کتے کا آستانہ عالیہ پر آ کر سر جھکا دینا۔

۹- پرندوں کا مطیع ہونا خصوصاً ایک دن بلبل نے زانو مبارک پر سر رکھ دیا۔

۱۰- ننگرہار کے ایک مولوی کا بدنیتی سے مباحثے کے لیے آنا اور پھر دیوانہ وار ہو کر کپڑے پھاڑنا۔

۱۱- ۱۲۷۲ھ میں دوران تعلیم تربوز سے روزہ افطار نہ کرنا اس لیے کہ وہ مکمل طاہر نہ تھا کیوں کہ اس کی ایک جڑ پڑوسیوں کے ہاں تھی۔

۱۲- خان محمد نوشہروی کی دعوت میں برکت، جو صرف چار افراد کے لیے کی گئی تھی آپ کی دعا سے پچاس افراد کو پوری ہوئی۔

۱۳- حافظ جی نوشہروی کے صاحبزادے کا گھوڑے کے لیے سوال اور حضرت کا جواب کہ تمہارے والد نے بہت مال دفن کر رکھا ہے اس میں سے لے کر گھوڑا خرید لو ورنہ میر اسلم کے لڑکے تم سے چرا لیں گے اور ایسا ہی ہوا۔

۱۴- حضرت کا نوشہرہ تشریف لے جانا اور چائے کی فرمائش جس پر میزبان نے عرض کی کہ میری گائے تو دودھ نہیں دیتی اور آپ ہندوؤں کے ہاں کی چیز استعمال نہیں کرتے جس پر حضرت نے فرمایا کہ تم فوراً جاؤ اور گائے کا دودھ دوھو، میزبان نے عرض کی کہ حضرت ہم تو اس کی دولتیوں کا سامنا نہیں کر سکتے آپ کسی مرید کو بھیج دیں آپ نے مرید بھیجا تو لوگ تماشا کرنے کھڑے ہو گئے کہ اب اس بیچارے کی خیر نہیں گائے کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے گا۔ لیکن مرید کے بیٹھتے ہی گائے مطیع ہو گئی اور پھر ہمیشہ سکون سے دودھ دینے لگی۔

۱۵- موضع پبی کے ایک ہندو نے آپ کے فرمان پر موضع ڈاگی بانڈہ کے بہرام نامی شخص کو سود معاف کر دیا۔ حضرت کی توجہ سے اس کی دوکان دوران آتشزدگی محفوظ رہی۔

۱۶- عدل بیگ نامی دھقان پر اپنے زمیندار کے ایک سو بیس روپے واجب الادا تھے جس کی وجہ سے وہ پریشان تھا اور پیر صاحب کے لنگر کے لیے لکڑیاں لایا کرتا تھا۔ ایک دن لکڑیاں اکھٹی کرنے کے دوران ایک نیک صورت بزرگ نے اسے ایک سو بیس روپے امانت کے طور پر دیے کہ چند لمحوں بعد لے لوں گا۔ وہ بزرگ دوبارہ نہیں آیا اور آتا بھی کیسے وہ تو حضرت پیر صاحب خود تھے جنہوں نے غائبانہ تصرف کے ذریعہ عدل بیگ کی مدد کی اور اس کی اس مدد کے لیے کرامت کا ظہور کرنا پڑا۔

۱۷- بدرشی کے عبدالمجید خان بہادر عبدالحمید کے بھائی کا بیان ہے کہ حضرت پیر صاحب اپنے مرشد کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے تو رات موضع قاسمی میں رکنا پڑا۔ ایک شخص نے آپ اور آپ کے احباب کی دعوت کی اور قبل اس کے کہ آپ کے مریدین دعوت پر جاتے آپ نے فوراً منع کر دیا کہ اس شخص کے ہاں نہ جانا۔ آپ نے طعام ایک دوسرے صاحب کے ہاں نوش کیا۔ عشاء کے بعد جب آپ وعظ کرنے لگے تو شور و غل ہوا۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ ایک شادی ہے جس میں مختلف علاقوں کے ناچ گانے والے بلائے گئے ہیں اور رقص و سرور کی محفل گرم ہے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اسی شخص کے ہاں یہ پروگرام ہو رہا ہے جس نے پہلے آپ کی دعوت کی تھی اور آپ نے اچانک رد کر دی۔ اس طرح خلاف شرع امور والے گھر کے کھانے سے محفوظ رہے اور آپ کی اس کرامت نے مریدین کو شر سے محفوظ رکھا۔

آپ کی ان سترہ کرامات کا ذکر ملا نعمت اللہ نے پشتو اشعار کی صورت

میں ان لوگوں کے حوالہ سے کیا ہے جو، ان کرامات کے عینی شاہد تھے۔ (۱۸۵)
اسی طرح مصباح المنیر میں آپ کی توصیف اور کرامات کا ذکر ہے جس سے آپ کی روحانی بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے (۱۸۶) کیوں کہ آپ نے نہ صرف حیات طیبہ میں مریدین و معتقدین کی راہنمائی فرمائی بلکہ بعد از وصال بھی راہنمائی کا یہ سلسلہ جاری رہا جیسا کہ مصلح الدین صاحب (صاحب حق) فرماتے ہیں کہ...... "قیام پاکستان سے قبل میں نے "مطلع العلوم" نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں ۴۰۰ طلبہ زیر تعلیم تھے۔ انگریزوں نے مجھ سے اپنی حمایت چاہی جس پر میں نے انکار کیا تو انگریز نے مدرسہ سے نکالے ہوئے ایک طالب علم کے ضمیر کا سودا کیا اور منبر کے نیچے جعلی نوٹ بنانے کی مشین رکھوادی تاکہ مجھے ملوث کیا جائے میں نے خواب میں منبر کے نیچے ایک سانپ کو مار دیا۔ جس کی تعبیر میں سوچ ہی رہا تھا کہ خواب میں حضرت عبدالوہاب صاحب نے اشارہ فرما دیا جس پر میں نے وہ سامان برآمد کر لیا اور جب انگریز حسب پروگرام تلاشی لینے آیا تو سامان نہ پاکر انتہائی شرمندہ ہوا اور میرے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔ (۱۸۷)

اس کے ساتھ ساتھ جدید البیان میں آپ کی سمہ سے سوات روانگی اور دوران سفر آپ کے معمولات و کرامات کا ذکر ملتا ہے۔ (۱۸۸)
ان سب کمالات کے حامل ہونے کے باوجود آپ اہل علم کی نہ صرف توقیر فرماتے بلکہ دوسروں کو بھی ان کے احترام کی تلقین کرتے۔
موضع آرڑ درمیانہ کے محمد امین صاحب فرماتے ہیں کہ...... "میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ حضرت عبدالوہاب صاحب مانکی شریف کے پاس حاضر ہوتا

(۱۸۵) مناقب مانکی صاحب۔ ملا نعمت اللہ لاہور مطبع محمدی ص ۳ تا ۲۷
(۱۸۶) مصباح المنیر (مخطوطہ)۔ عبدالحکیم، ۱۳۳۷ھ، مملوکہ صاحبزادہ نبی امین صاحب۔
(۱۸۷) انٹرویو۔ صاحب حق صاحب، ۲۵ مارچ ۱۹۸۹ء
(۱۸۸) جدید البیان۔ ولی محمد شکی ۱۲۹۸ھ

تھا۔ ہر موقع پر آپ مجھے چند کتابوں کے نام مع مصنفین بتاتے کہ ان کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس بات کی تاکید فرماتے کہ آپ میرے لیے مخدوم ہیں لیکن علماء سے آگے نہ بیٹھیں، ان کا درجہ بہت بلند ہے (۱۸۹) اور ان ہی خوبیوں نے آپ کو ساقی کوثر کا مقام عطا فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ...... ساقی کوثر

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں دیگر بے پناہ انعامات سے نوازا وہاں عطائے کوثر کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا..... "انا اعطینک الکوثر"۔ (۱۹۰) ترجمہ: (اے محبوب) ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، (تمام خلق پر حسن ظاہر، باطن اور نسب میں افضل کیا، کتاب، حکمت، علم، شفاعت اور حوض کوثر سے نوازا۔) اور کتنے خوش نصیب ہیں حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب کہ رحمتہ للعالمین نے آپ کو ساقی کوثر کا رتبہ عطا فرمایا اور وہ بھی کس اعزاز کے ساتھ پیر صاحب کالدرہ موسیٰ خان، درگئی، مالاکنڈ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے... "حضرت اخوند صاحب سوات کی وفات کے بعد خویشگی کے اخوزادہ بہت مغموم تھے۔ (۱۹۱) اس صدمہ کو کم کرنے کی غرض سے حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں خواب دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع خلفائے راشدین اور جم غفیر تشریف فرما ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالوہاب صاحب مانکی شریف کو حکم دیا کہ حوض کوثر سے جام بھریں اور سب کو پلائیں۔ حضرت نے حکم کی تعمیل میں حوض

(۱۸۹) انٹرویو۔ محمد امین صاحب، ۲۵ مارچ ۱۹۸۹ء (محمد امین صاحب کی پیدائش ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ ہے۔ گویا اس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ برس سے بھی زائد ہے۔
(۱۹۰) القرآن۔ سورہ ۱۰۸، آیت ۱
(۱۹۱) کیونکہ انہیں اس بات پر ملال تھا کہ حضرت اخوند صاحب نے انہیں خلافت سے نہیں نوازا اور پیر عبدالوہاب صاحب ان پر سبقت لے گئے۔

کوثر سے جام بھرا اور سب کو پیش کیا۔" (۱۹۲)

اللہ اللہ کیا مقام عطا ہوا، حضرت کو رحمتہ للعالمین کے حضورؐ سے۔ تو پھر کیوں نہ خلق خدا گرویدہ ہو ایسی ہستی کی۔ مگر آپ اس کے باوجود حتی المقدور اپنے روحانی مقام کو دوسروں پر ظاہر کرنے کے لیے خوارق عادت کاموں سے اجتناب فرماتے تھے۔

اولیائے کرام کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اختیاری خوارق سے ہمیشہ پہلو تہی کرتے رہے۔ لیکن جہاں ضرورت ہوئی انہوں نے اضطراراً اپنی روحانی طاقت سے باطل کی چیرہ دستیوں کا قلع قمع کیا۔ اولیاؒ کے تذکرے اس طرح کی کرامات سے بھرے پڑے ہیں اور ہم اگر حضرت عبدالوہاب صاحب کی روحانیت سے مزید پردہ اٹھائیں تو ہمیں اس طرح کے درجنوں نہیں سینکڑوں واقعات ملیں گے لیکن جیسا کہ پیرزادہ نبی امین صاحب فرماتے ہیں کہ ان حضرات کی اصل کرامت تو مردہ دلوں کو حرارت بخشنا ہے اور اس میں اولیائے مانکی شریف سب سے آگے ہیں۔

میرے نزدیک بھی آپ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ آپ نے پوری ایک صدی تک نہ صرف انگریز کے خلاف عملی جہاد جاری رکھا بلکہ لاکھوں انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اسفل سافلین (۱۹۳) کے زمرے میں جانے سے بچایا اور یہی سب سے بڑی کرامت بھی ہے اور عبادت بھی....

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(۱۹۲) یہ انٹرویو حضرت پیر صاحب موسیٰ خان سے ۲، نومبر ۱۹۸۹ء کو لیا گیا۔
(۱۹۳) قرآن، سورہ ۹۵۔ آیت ۵

وصال

عالم اسلام کی نابغہ روزگار شخصیت، پختونوں کے مصلح اعظم اور بطل حریت حضرت عبدالوہاب صاحب مانکی شریف نے ایک سو برس تک باطل کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اور انسانوں کی بالعموم اور امت مسلمہ کی بالخصوص اصلاح فرماتے ہوئے ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ (۲۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء) کو وصل حبیب فرمایا۔

دراصل اولیاء اللہ کی موت، وصل حبیب ہی ہوتی ہے کیوں کہ یہ ہستیاں تو اپنے نفس کو پہلے ہی موت سے ہم کنار کر چکی ہوتی ہیں۔ موت نے کیا لینا......

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

عبدالغفار صاحب جن کا تعلق موضع خویشگی سے ہے اور اب نوشہرہ میں قیام پذیر ہیں، آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ...."میں اول صاحب (حضرت عبدالوہاب صاحب) کی وفات پر والد کے ساتھ آیا تھا، حد نظر آدمی ہی آدمی تھے۔" (۱۹۴) اور انسانوں کا یہ اتھاہ سمندر اس لیے تھا کہ ان ہستیوں میں سے ایک ایسی ہستی اس فانی دنیا سے تشریف لے جا رہی تھی جن کے بارے میں خود خالق کائنات نے اس دنیا میں خاص و عام کی زبان پر ان کے نام رہنے کی اور آخر میں کامیابی و کامرانی کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ ......"لہم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرہ"۔ (۱۹۵)

ترجمہ: انہیں (اولیاء اللہ کو) خوشخبری ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کے ذکر کردہ مسائل کو

(۱۹۴) انٹرویو عبدالغفار صاحب، ۲۵ مارچ ۱۹۸۹ء
(۱۹۵) اولیاء اللہ کے لیے اس خوشخبری کے سلسلہ میں قرآن نے بالکل واضح کر دیا کہ.......... سن لو بے شک اولیاء اللہ پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ (سورہ یونس، آیت ۶۲ تا ۶۴)

فقہی کتب میں مرتب کر کے ۱۳۲۲ ہجری میں طبع کیا گیا۔ (۱۹۶) اور پشتو کے ایک مشہور دانشور اور شاعر نے آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار جس طرح کیا ہے اس سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر عقیدت تھی خاص و عام کو اللہ کے اس ولی سے.....

دَ سیدو صاحب جی څکلی نائب شولی تہ
متقی دِ یک نبی دِ دین راہب شولی تہ
عبدالحلیم والی تعظیم کوم غلام یمہ زہ
مدام واڑ ددوی مزارتہ پہ سلام دیم زہ (۱۹۷)

(۱۹۶) ہدایۃ الابرار الی طریقۃ الاخیار۔ پیر حسن، لاہور رفاہ عام پریس ۱۳۲۲ھ (یہ کتاب مقدمہ، دس ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲ صفحات کی اس کتاب کے مقدمہ میں بدعت اور اہل بدعت سے اجتناب کرتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید کی گئی ہے۔ پہلے باب میں داڑھی کی شرعی حیثیت پر بحث ہے۔ دوسرے میں لباس، تیسرے میں مصافحہ کے آداب، چوتھے میں ختم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت پانچویں میں نکاح کے سلسلے میں ایک پیغام پر دوسرے پیغام نہ دینے کا ذکر، چھٹے میں رہن کے مسائل، ساتویں میں عصمت انبیاء، آٹھویں میں ایک مسلمان کو اسلام سے باہر کرنے والے اعمال کا ذکر، نویں میں حرام المال کا ذکر، دسویں میں متفرق مسائل اور خاتمہ میں اجرائے فتاویٰ کے طریقہ کار کا ذکر کرتے ہوئے مذہب سے بحث کی گئی ہے اور پھر کتاب کے آخر میں شجرہ پیران طریقت سلسلہ قادریہ بیان کیا گیا ہے۔

(۱۹۷) مناقب۔ عبدالحلیم۔ محولہ بالا (ان اشعار کا ترجمہ اس طرح سے ہے۔ آپ (حضرت عبدالوہاب صاحب) سیدو شریف کی حضرت جی (حضرت آخوند صاحب سوات جو آپ کے مرشد ہیں) کے پیارے نائب ہیں۔ آپ صاحب تقویٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے پاسبان ہیں۔ عبدالحلیم کہتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں، خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور ہمیشہ آپ کے مزار پر کھڑا اسلام عرض کرتا ہوں)۔

حضرت کی اولاد اور خلفاء

حضرت کے پانچ صاحبزادے (۱۹۸) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالحق صاحب ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا مشن آگے بڑھایا اور روحانیت میں وہ مقام پایا کہ اپنے دور کے غوث کہلائے جب کہ تذکروں میں آپ کے خلفاء کی تعداد تیس سے زائد ذکر کی گئی ہے ان میں نامی گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالحنان صاحب عرف یار حسین باباجی رحمتہ اللہ علیہ۔
۲۔ مولانا تاج الدین صاحب لاہوری۔
۳۔ حضرت شیخ مولانا محمد تسلیم عرف شاہان بابا رحمتہ اللہ علیہ۔
۴۔ حضرت مولانا میر احمد صاحب تیراہی رحمتہ اللہ علیہ۔
۵۔ حضرت میاں صاحب کاکڑ، افغانستان۔

حضرت کی وصیت

آپ کو اپنے بعد مرشد کے مشن کی تکمیل، عوام الناس کی اصلاح اور اہل خاندان کی راہنمائی کی کس قدر فکر تھی اس کا اندازہ آپ کے وصیت نامہ سے کیا جاسکتا ہے۔ جو آپ نے وصال سے قبل گواہوں کی موجودگی میں مرتب فرمایا۔ وصیت نامہ فارسی میں ہے جس کا اردو ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے....
سنت اسلام، سلام کے بعد تمام اہل اسلام خاص و عام پر اور خصوصاً میرے تابعین

(۱۹۸) آپ کے ان پانچ صاحبزادوں کا اسمائے گرامی یہ ہیں۔
(الف) حضرت شیخ عبدالحق صاحب ثانی رحمتہ اللہ علیہ
(ب) حضرت شیخ عبدالرزاق عرف حاجی گل رحمتہ اللہ علیہ
(ج) حضرت شیخ عبدالرحمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ
(د) حضرت شیخ عبدالقیوم عرف فقیر سیین خرمی رحمتہ اللہ اور
(ہ) حضرت شیخ عبدالواسع رحمتہ اللہ علیہ۔

پر یہ بات واضح رہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ عبدالوہاب بن ضیاءالدین قوم خٹک
جو کہ صاحب مبارک مانکی شریف (رحمتہ اللہ علیہ) کے نام سے معروف ہوں
نصیحت کے طور پر وصیت کرتا ہوں اپنی اولاد و شریک حیات رشتہ دار اور اپنے
خادموں کو اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تم لوگوں سے پہلے میری وفات مقدم ہے تو
قبض روح کے موقع پر میرے پاس زیادہ ہجوم نہ رہے۔ نیک اور صالح لوگوں کو
پیش کریں ایک بار مجھے کلمہ شہادت کی تلقین کریں پھر ایک مرد صالح بلند آواز
کے ساتھ بالکل درست ترتیل کے ساتھ سورہ یاسین کی تلاوت کرے اور دوسرے
لوگ آہستہ پڑھیں جب میری روح قبض ہو جائے تو پھر مسنونہ طریقہ کے
مطابق جلدی سے تجہیز و تکفین کریں اور مجھے غسل حافظ جی صاحب، امام
یا میرے بھائی صاحب یا کوئی اور میری اولاد اور خادموں میں سے جو بھی صالح ہو وہ
دے۔ اگر میں اسپنخوڑی شریف میں کوچ کر گیا تو گھر کے سامنے مشرق کی طرف
مجھے دفن کریں اور اگر مانکی شریف میں کوچ کر گیا تو مجھے مغرب کی جانب دفن
کریں اور اگر کسی اور جگہ کوچ کر گیا تو پھر پس ماندگان کو اختیار ہے۔ میرے دفن
سے پہلے جن مقامات پر میں وضو کرتا تھا ان کو مسمار کریں تاکہ کل کو لوگوں کے
لیے وہ جائے تعظیم نہ بن جائیں مجھے اور میرے صاحب جی مبارک کو روزانہ نماز
پنجگانہ کے بعد دعاؤں میں فراموش نہ کریں کیوں کہ مرنے والے دعائے مغفرت
کے محتاج ہوتے ہیں اور مومنوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک
برتاؤ کریں اور اخلاق سے پیش آئیں کسی بھی مومن اور ذی روح کو اذیت دینے
سے گریز کریں اور کتاب اللہ، حدیث شریف اور فقہ اسلامی کی ظاہری روایات پر
عمل کریں (یعنی وہ فقہی مسائل جو روایات سے حاصل ہو سکیں ان پر عمل کریں)
حکام وقت کے سلسلہ میں تدبر اور نرمی کا مظاہرہ کریں تاکہ کل کو بے عزتی کا
سامنا نہ کرنا پڑے اور اپنے آپس میں دینی اور دنیوی امور میں اتفاق رکھیں
دونوں ماؤں اور دونوں بہنوں کے ساتھ اور تمام عزیزوں کے ساتھ بہت زیادہ

مہربانی اور نرمی کریں خصوصاً اپنی حقیقی والدہ کو ہر طرح راضی اور خوب عزت و
خدمت کریں کیوں کہ وہ میرے ساتھ ڈیری کے ابتدائی زمانہ سے لے کر ابھی
تک بہت تکالیف سہہ چکی ہیں دونوں مائیں اور دونوں بہنیں تم سب کے لیے
دعاؤں کی جگہ ہیں۔ اسی طرح میری اولاد اور میرے بیٹے میرے بھائی شریف
الدین اور فجر الدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری جیسی اولاد میرے خلیفہ ہیں اور
میرے دوستوں کے لیے میری دعاؤں کہ جگہ ہیں۔ قولاً و فعلاً کسی قسم کی اذیت نہ
دیں ورنہ مجھے قبر میں اذیت ہوگی اور میں ناراض ہوں گا۔ تم سب کی طرف سے
اور میری جانب سے عاق ہوگی اگر میری اولاد میں سے کسی نے کسی سے کہا کہ تم
کو میری طرف سے عاق تو لفظ عاق کہنے والے کو بری طرح سے عاق ہے یعنی
عبدالحق عبدالرزاق کو یا عبدالرزاق عبدالرحمان کو یا عبدالرحمان عبدالقیوم کو یا
عبدالقیوم عبدالوسیع کو عاق کہے تو وہ میری طرف سے عاق ہے۔ دیگر عام
مسلمانوں کو اور میرے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری اہل و عیال نیک صالح
جو شریعت کے پابند محتاج لوگ ہیں۔ ان کو ستانا مجھے ستانا ہے اور مجھ سے دوری
ہے اور میرے اہل و عیال کے لیے لازم ہے کہ ہمیشہ دست بدعا رہیں محتاجوں کی
خوشنودی میرے اہل و عیال کی خوشنودی میں ہے۔ اگر میری اولاد میں کوئی
یقین کے ساتھ شریعت کی مخالفت کرے تو اس کی پیروی نہ کریں۔ وہ میرے
دوستوں میں سے نہیں ہے اور صاحب جی مبارک نے مجھ کو اولاد کا خیال رکھنا ان
باتوں میں، جو شریعت کے خلاف ہوں منع کیا تھا اور تم کو بہت ساری دعائیں
دیتا ہوں اور حیوانات اناج وغیرہ جو بھی میری وصیت میں شامل ہیں میرے
اوپر خرچ کریں لحاف گدے وغیرہ برتن اور ہر قسم کی چیزیں چاندی وغیرہ جو
وصیت کے علاوہ باقی رہ جائے منقولات میں سے وہ سب میرے وارث مسئلہ
وراثت کے مطابق بانٹ لیں۔ کتب خانہ میری امانت ہے اس سے میرے
وارث اور تمام اہل اسلام فائدہ اٹھائیں۔ اگر مذکورہ افراد اس سے فائدہ نہ اٹھ

سکیں تو میرا کوئی ایک وارث دوسرے وارثوں سے قیمت ادا کر کے خرید لے اور میرے مکانات کے لیے چار بیٹے ہیں مانکی شریف میں عبدالواسع کو اور اسپنخزی میں مبارک کو جو بال بچوں کے ساتھ رہ رہا ہے اسی کو میں نے خود دیا ہے وہ انہیں لوگوں کا حق ہے اور ایک گھر دربار کلاں مانکی شریف میں اس کی حدود معلوم ہے اور رہٹ کے کنوئیں والی زمین مغرب کی طرف مسمار شدہ اصطبل تک وہ قبرستان اور ہمارے پڑوسیوں کے گھر میں مشرق کی طرف صفیر و وادی نامی زمین ہے جنوب کی طرف یار خان کی زمین اور راستہ ہے اور شمال کی طرف ملک صبر گل کی زمین اور گھر ہے اور یہ دونوں جگہیں میری رحلت کے بعد حقیقی ماں اور ان کی بہنوں کی ہیں اور تین گز چوڑی زمین جو دونوں دروازوں (عبدالحق اور عبدالرزاق) کے سامنے اور مشرقی دیوار سے ندی کی طرف جو کہ مغرب کی جانب ہے اور شمالاً و جنوباً چھپر لنگر سے اصطبل کے دروازے تک ہے یہ راستہ جملہ بھائیوں کے مشترکہ آمد و رفت کے لیے ہے اور اس طرح کہ جو صحن مسجد مانکی شریف کے باہر ہے۔ بیٹے عبدالحق کو بے دخل کیے بغیر جو مسجد کے صدر دروازے سے متصل ہے۔ اس سے میرے پانچوں بچے اور دیگر اہل اسلام کے نشست و برخاست کے لیے ہے اور جنازہ گاہ (قبرستان) چند دوسری قبور بھی ہیں اور یہ سب غربا کے لیے جو ندی کے راستے میں واقع ہے۔

اور مشرق کی طرف اس زمین سے میری آرام گاہ کی دو گز زمین ہے اور شمال کی طرف "میرے ہمسائیوں کے گھر ہیں اور اس سے جنوباً (یعنی جنوب کی طرف) میرا ویران شدہ اصطبل ہے۔ یہ جنازہ گاہ (قبرستان) کو میں اپنی اولاد کے لیے خاص طور پر وقف کرتا ہوں اگر ان میں سے کوئی سفر آخرت کرے تو اس قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اگر ان کی سگی ماں (مادر حقیقی) میرے بعد سفر کریں تو حوض کے سامنے میرے نزدیک دفن کریں اور اگر میرے دوسرے رشتہ داروں سے یا ملازموں میں سے یا بزرگ مسافروں میں سے رحلت ہو (سفر

آخرت کریں) تو ان کو اس جنازہ گاہ میں دفن کیا جائے جو میں نے سردراز اور اسلم سے قیمتاً خریدا ہے۔

اور اس حقیر کی دیگر ملکیت جو زمینوں اور گھروں پر مشتمل ہیں ان کو اسوقت دیکھا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ (اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا)۔ ہر کوئی متعلقین وصیت نامہ جو اس وصیت نامے سے انحراف کرے یا عمل نہ کرے وہ مجھ سے اور میں اس سے آزاد و بے زار ہوں اور رب العالمین (دونوں جہانوں کا مالک و پروردگار انہیں ذلیل کردے۔)

لکھا گیا بتاریخ ۱۷ ربیع الثانی بروز ہفتہ دوپہر کے وقت بحضور صاحب خلوت مبارک اسپنخزی شریف زادہ۔ السلام علیکم ۱۳۱۴ھ فقط

بندہ وصیت کردہ و گواہ شدگان عبدالعزیز ملک شہر زمان الخ

یہ وصیت نامہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو دوپہر کے وقت حضرت پیر صاحب کے خلوت کدہ موضع اسپنخزی شریف میں لکھا گیا۔

اس کے آخر میں حضرت پیر صاحب نے اپنی مہر بھی ثبت کی اور گواہوں کے طور پر حسب ذیل حضرات کے نام قلمبند کیے گئے۔

۱۔ عبدالعزیز ساکن مومن گڑھی۔
۲۔ ملک شیر زمان ساکن اویزئی۔
۳۔ گل احمد شیخ ساکن اسپنخزی شریف۔
۴۔ عبدالقدیر، بہرام ڈیری۔
۵۔ مہر خان، خویشگی۔
۶۔ باچا صاحب ناوڑند، میر اسلم شاہ
۷۔ احمد شیخ، بہرام ڈیری۔
۸۔ عبدالقادر، بہرام ڈیری۔

۹۔ باچا، عبدالاحد۔ بانڈہ ابازئی۔

۱۰۔ محررہذا نور محمد بہبودے، علاقہ چچھ۔

اس وصیت نامہ کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبدالوہاب، پیر صاحب مانکی شریف نے پوری زندگی قال اللہ اور قال الرسول میں صرف کی ہی تھی۔ تمام مسلمانوں کو عام طور پر اور مریدین قرابت داروں کو خصوصی طور پر اس بات کی وصیت فرمائی کہ وہ ہر حال میں اس مشن کو جاری رکھیں اور یہ اسی کی برکت ہے کہ آج بھی اولیائے مانکی شریف کا طرۂ امتیاز تبلیغ دین ہے جس سے یقیناً پیر صاحب کی روح کو طمانیت حاصل ہو رہی ہو گی۔

حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب (ثانی صاحب):

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اذامات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلاثہ الامن صدقۃ جاریہ او علم ینتفع بہ اوولد صالح یدعولہ (۱۹۹)

ترجمہ:۔ جب انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں مگر تین چیزوں کا اجر اسے ملتا رہتا ہے۔

۱۔ صدقہ جاریہ

۲۔ ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں اور

۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب نے جہاں علم کی شمع روشن کرتے ہوئے اپنے لیے صدقہ جاریہ کا انتظام کر دیا وہاں اپنی اولاد میں ثانی صاحب، یعنی حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب کی صورت میں اپنے بعد ایک ایسی صالح شخصیت چھوڑ دی جس سے نہ صرف .... پیر صاحب کی روح پر نور اطمینان وسکون میں ہو گی، آپ کے درجات دن بدن بلند ہوتے رہتے ہوں گے بلکہ آپ کے ان نیک سیرت

(۱۹۹) صحیح مسلم۔ کتاب الوصیہ۔

فرزند کے ذریعہ روحانی تربیت کا سلسلہ قائم رہا اور پھر ان کی اولاد نے اسے ابھی تک جاری وساری رکھا ہوا ہے۔

اپنے دور کی اس عظیم علمی و روحانی شخصیت نے ۱۲۹۵ھ (۱۸۴۸ء) میں اس دھرتی کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ ۸۰ برس تک راہِ حق کے متلاشیوں کی راہنمائی فرماتے رہے، علم کے پیاسوں کو سیراب کرتے ہوئے اور اکابرین کے مشن کی تکمیل میں سلسلہ رشد وہدایت بطریق احسن جاری رکھا۔

حضرت عبدالحق صاحب کا علمی و روحانی مقام:

آپ ایک عالم متبحر ہونے کے ساتھ ساتھ سخاوت، حلم و بردباری اور تقویٰ جیسی صفات محمودہ سے متصف تھے۔ آپ کی انہی صفات کو مختلف شعراء نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

آپ کی علمیت کے بارے میں کہا گیا کہ ....

عالمان   و   زمانی   اولو   الباب
ستاپه   مخکښین   دوکپه   لکه   حباب (۲۰۰)

ترجمہ:۔ زمانہ بھر کے بڑے بڑے عاقل اور صاحب بصیرت علماء کی حیثیت آپ کے سامنے پانی کے ایک معمولی بلبلے کی مانند تھی۔

حضرت ثانی صاحب سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھ کر تھے اور اللہ کے حکم ...... وممارزقنہم ینفقون (۲۰۱) کی تفسیر تھے۔

ترجمہ:۔ اور (متقی وہ ہیں جو) ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آپ کی اس صفت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

(۲۰۰) قلمی نسخہ، مرتبہ عبدالقدوس نوشہروی ۱۵۷ صفحات کے اس قلمی نسخہ کے کئی صفحات برد ھو چکے ہیں۔

(۲۰۱) قرآن۔ سورہ ۲۔ آیت ۳

په سخاوت کښې خو حاتم دد خادم دے
په رضائی دے مولی ور کړے مال دے (۲۰۲)

ترجمہ:- آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی میں مال اس طرح لٹاتے تھے کہ گویا سخاوت میں حاتم طائی بھی آپ کا خادم تھا۔

آپ کی صفتِ حلیمی، لطف و کرم اور نیک سیرت شخصیت نے لوگوں پر کس قدر اثر ڈالا تھا، اس کا اندازہ اس شعر سے کیا جاسکتا ہے کہ.......

لطیف او حلیم طبع نیک خصلت وو
د الله د جانبه نیک سیرت وو

ترجمہ:- طبیعت کی لطافت اور حلم و بردباری جیسی اعلیٰ صفات اس بات کا ثبوت تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ایک نیک سیرت انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ "یا ایھاالناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (۲۰۳)

ترجمہ:- اے انسانوں اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

نیز تمام عبادات کا مقصد حصول تقویٰ ہے اور تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے ....."ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (۲۰۴)

ترجمہ:- بے شک تم میں اللہ کے نزدیک اسی کی فضیلت ہے جو تم میں متقی ہے۔

اور حضرت ثانی صاحب اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ اہل تقویٰ میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کا کہنا ہے کہ.....

مسجد کښې به وه ناست د شرع په سر یر
تقویٰ کښې لاثانی وو د پاک رسول وزیر (۲۰۵)

(۲۰۲) قلمی نسخہ۔ شاعر ولی محمد، مرتبہ عبدالقدوس نوشہروی
(۲۰۳) قرآن۔ سورہ ۲۔ آیت ۲۱
(۲۰۴) قرآن۔ سورہ ۴۹۔ آیت ۱۳
(۲۰۵) قلمی نسخہ۔ محولہ بالا

ترجمہ:- آپ مسجد میں منبر رسول پر تشریف رکھتے تھے اور آپ تقویٰ کے اس مقام پر تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اور آپ اطاعت رسول کا مجسمہ تھے۔

صاحبِ علم و معرفت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صاحبِ کرامات بھی تھے اور یہ کرامات وہ نہیں کہ آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے اعتقادی طور پر آپ سے منسوب کر دی ہیں بلکہ صوبہ سرحد کی معمر ترین شخصیات آج بھی ان کرامات کی عینی شہادتیں ہیں ان ہی میں سے دریائے کابل کی طغیانی کا واقعہ دوشہرہ گاؤں کے مولانا حضرت گل صاحب بیان کرتے ہیں کہ.......

"حضرت شیخ عبدالحق صاحب کو اطلاع ملی کہ دریائے کابل کا بند ٹوٹ گیا ہے اور آس پاس رہنے والے لوگ محفوظ مقامات پر منتقل ہو رہے ہیں۔ خویشگی گاؤں کے لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے کہ حضرت کچھ کریں ورنہ ہم بے گھر ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کل تک صبر کریں۔

آپ صبح کی نماز کے بعد نوشہرہ تشریف لے گئے اور کشتیوں کے پل کے قریب کھڑے ہو کر دریا سے چلو بھر پانی لیا اس پر کچھ پڑھا اور دریا میں واپس ڈالتے ہوئے مانکی شریف لوٹ آئے۔ لوگوں سے کہا گھروں میں رہو اللہ خیر کرے گا اور پھر لوگوں نے دریا کو اپنی معمول کی سطح پر آیا ہوا دیکھا۔"

یہ آپ کی وہ کرامت تھی جو عہدِ فاروقی کی یاد دلاتی ہے۔ (۲۰۶) اور اس بات کا احساس بھی کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی لاج آج بھی رکھتا ہے۔ بات صرف اللہ سے تعلق اور جذبہ چاہت کی ہے جیسا کہ اقبال نے کہا.......

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں (۲۰۷)

(۲۰۶) عہد فاروقی میں یہ تاریخی واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تحریر کردہ خط جب حوالہ نیل کیا گیا تو دریائے نیل رواں ہو گیا اور تیرہ سو برس بعد حضرت ثانی صاحب نے جب پانی دم کر کے دریائے کابل میں ڈالا تو دریا کا غیظ و غضب جاتا رہا اور وہ معمول کے مطابق بہنے لگا۔
(۲۰۷) کلیات اقبال۔ علامہ اقبال

لیکن اقبال کے ہمعصر حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اقبال کی اس آرزو کو پورا کر دیا کہ آج بھی اکابرین اسلام کے کارناموں کو دہرانے والی ہستیاں موجود ہیں یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمیں ان کی پہچان نہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کو یہ علمی مقام آپ کے معتقدین نے صرف اس لیے نہیں دیا کہ ان کو آپ سے حد درجہ عقیدت تھی بلکہ اس کا بڑا سبب آپ کی وہ علمی خدمات تھیں جن کے ذریعہ اس دور میں جہالت کی تاریکی علم کی روشنی میں بدل گئی۔ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں آپ کے خلفاء اور مریدین قرآن و حدیث کی تعلیمات سے عوام الناس کے دلوں کو علم کی روشنی سے منور کرتے رہے، جس کا ثبوت آپ کی تصانیف عقائد المومنین اور تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین تصوف کا وہ مایہ ناز سرمایہ ہیں جن سے آپ کی علمِ تصوف پر عمیق دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔(۲۰۸)

ان دونوں رسالوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف اور اہلِ تصوف کے مقام سے آپ نے علمی بحث کی ہے جس میں فضیلتِ ذکر، احوالِ شیخ اور تصرف اولیاء بعد الموت جیسے دقیق موضوعات کو آپ نے نہایت آسان اور متاثر کُن انداز میں بیان فرمایا ہے اور یہ آپ کا علمی مقام ہی تھا کہ انسان تو انسان جنات بھی آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے۔

موضع ٹیلہ بند، صوبہ سرحد کے ۸۰ سالہ عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران درس آپ نے اچانک فرمایا کہ اے جنات تم مرد اور عورتیں ایک دوسرے سے پردہ کیوں نہیں کرتے جس پر انہوں نے عرض کی کہ ہم ایک

(۲۰۸) عقائد المومنین۔ مطبع کریمی لاہور سے طبع ہوئی ہے جبکہ تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین ۱۳۳۰ھ میں آریہ سٹیم پریس لاہور سے طبع ہوئی جس میں شیخ و مرید کی تعریف و آداب کے ساتھ ساتھ فضیلتِ ذکر احوالِ شیخ، تصرف اولیاء بعد الموت اور مجاہدہ کے بغیر ولایت جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

دوسرے کو نہیں دیکھتے(۲۰۹) سبحان اللہ! حضرت ثانی صاحب کے مقام کا کیا کہنا ہے کہ جنات تو ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے لیکن آپ کی نظر سب پر ہوتی تھی۔ گویا اللہ نے آپ کو جنات کے مقابلے میں وسیع نظر عطا فرمائی تھی اور قرآن بھی اس کا گواہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی طاقت یقیناً جنات سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ توجہ فرمائیے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ! قال یا ایھا الملؤ ایکم یأتینی بعرشھا قبل ان یأتونی مسلمین۔ قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک، وانی علیہ لقوی امین، قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقراً عندہ قال ہذا من فضل ربی۔ لیبلونی أشکر ام اکفر و من شکر فانما یشکر لنفسہ، و من کفر فان ربی غنی کریم(۲۱۰)

ترجمہ:۔ (سلیمان علیہ السلام نے) فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ اس کا تخت میرے پاس لائے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر آئیں۔ ایک بڑا زبردست جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے حضور حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور یہ اجلاس برخاست فرمائیں اور میں بے شک اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں اور کہا اس شخص نے جسکے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور پیش کر دوں گا پل بھر سے قبل۔ پھر جب (سلیمان علیہ السلام نے) تخت اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری۔ اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے اور وہ ہی سب خوبیوں والا ہے۔

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے حلقہ درس کو اتنا وسیع کر دیا تھا کہ انس و جن استفادہ کرتے تھے۔

(۲۰۹) عبدالحکیم صاحب کا یہ انٹرویو ۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو ریکارڈ کیا۔ جس میں آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں یا کریم یا وکیل کے ورد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

(۲۱۰) قرآن سورہ ۲۷، آیت ۳۸ تا ۴۰۔

اسی طرح آپ کی دعا میں بھی حد درجہ تاثیر تھی جیسا کہ یار محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے سر کے گندم کے کھیتوں سے مناسب فصل نہ اٹھتی تھی ایک مرتبہ حضرت ثانی صاحب تشریف فرما ہوئے اور ایک کھیت میں نماز ادا فرمانے کے بعد دعا فرمائی جس کی برکت سے آج تک بہتات سے فصل پیدا ہوتی ہے۔ (۲۱۱)

مالاکنڈ ایجنسی کے ۸۰ سالہ تازہ گل صاحب فرماتے ہیں کہ......

"ثانی صاحب کے زمانہ میں، میں جوان تھا۔ بچپن ہی میں والدین کے ہمراہ آستانہ عالیہ مانکی شریف آتا تھا۔ مجھے مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ حضرت کی خصوصی توجہ سے دور ہو گئے اور آج تک کبھی دورہ نہیں پڑا۔" (۲۱۲)

یہی نہیں بلکہ دعا کے ساتھ ساتھ آپ دوا بھی تجویز فرماتے تھے۔ مثلاً سوزاک جیسی تکلیف دہ بیماری کا انتہائی آسان اور ارزاں بلکہ بلاقیمت نسخہ تجویز کرتے ہوئے فرمایا کہ ..... "مٹی کا کورا برتن توڑ کر باریک کر لیا جائے، پھر پانی ڈال کر اسے رات بھر شبنم میں رکھا جائے اور صبح چھان کر اس کا پانی پی لیا جائے۔" (۲۱۳) یہ نسخہ آپ نے دوران درس بیان فرمایا جب کہ ایک مریض آپ کے پاس اسی لیے حاضر ہوا تھا اور جم غفیر کی وجہ سے اپنا حال بیان کرتے ہوئے پس و پیش کر رہا تھا۔ آپ اس کی دلی کیفیت سے آگاہ ہوئے اور نہ صرف اس کا مسئلہ حل کر دیا بلکہ عوام الناس کو بھی فائدہ پہنچایا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ثانی صاحب کی علمی خدمات، معاشرتی اصلاح اور کرامات کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے ایک الگ کتاب مرتب کرنے کی

(۲۱۱) یار محمد صاحب کا یہ انٹرویو ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء کو اس وقت ریکارڈ کیا گیا جب آپ دیگر معمر حضرات کے ساتھ بڑی عقیدت سے مانکی شریف حاضر ہوئے، پیرزادہ نبی امین صاحب کی موجودگی میں ریکارڈنگ کا یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔

(۲۱۲) انٹرویو۔ تازہ گل صاحب، ۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء

(۲۱۳) انٹرویو۔ زید اللہ خان خویشگی بالا۔ عمر ۹۰ برس، ۵ مارچ ۱۹۸۹ء

ضرورت ہے تاکہ آپ کی تعلیمات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے کیونکہ جیسا کہ مختصراً ہم نے واضح کیا کہ آپ نے درس و تدریس، حقائق معرفت اور کئی اجتہادی مسائل بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ جسمانی اصلاح کی غرض سے کئی اہم بیماریوں کے لیے تیر بہدف نسخے بھی عطا کیے۔

اپنے دور کی جامع کمالات شخصیت اور مانکی شریف کے چراغ دوم حضرت شیخ عبدالحق صاحب جو معتقدین میں، حضرت ثانی صاحب سے مشہور و معروف ہیں انسانوں کی جسمانی و روحانی اصلاح علم کی شمع فروزاں کرتے اور اپنے اکابرین کے مشن اصلاح معاشرہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ۸۰ برس کی عمر میں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ (ستمبر ۱۹۲۸ء) کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہوں اس عالم و قطب دوران اور غوث الزمان پر۔

حضرت کو شعراء کا خراج عقیدت:۔

مقتدائے علماء، پیشوائے صلحاء غوث الزمان حضرت عبدالحق ثانی کو صوبہ سرحد کے عظیم شعراء عصر نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

موضع پیر پیائی کے مولوی کرامت شاہ نے مرثیہ وفات کہتے ہوئے لکھا ہے کہ.........

نن م بیا پہ زڑہ راغلے دیار غم دے
لہ چشما نوم وا ہنگو سیلاب سم دے
او ریدلے م اواز د لوے ماتم دے
چہ صاحب پہ عدم ابھیی قدم دے
سر د زڑہ م پہ ہجران قلم قلم دے (۲۱۴)

(۲۱۴) مناقب۔ مولوی کرامت اللہ مخطوط، ص ۷۷ (اس قلمی نسخہ میں جو پیرزادہ نبی امین صاحب مانکی شریف کے پاس موجود ہے اور کئی مناقبات ہیں جن میں سے صرف ثانی صاحب کے بارے میں ۲۲ مناقبات ہیں اور جن میں سے ۹ کا تعلق آپ کے تصرف بعد از وفات سے ہے)

ترجمہ:- آج پھر دل غمزدہ ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہے ایک بڑے ماتم کی آواز سنی ہے کہ صاحب (حضرت ثانی صاحب) نے راہِ عدم کا سفر اختیار کیا ہے اور اس جدائی سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔

اسرار الدین صاحب آپ کو غوث الزماں کے درجے پر فائز تصور کرتے ہوئے ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

پیام سلام ہم دے رحمت
تل پہ صاحب دکرامت
چہ دمانگی غوث الزمان دے
ارمان ارمان فانی جہان دے (۲۱۵)

اور یہ خراجِ عقیدت صرف پشتو اشعار ہی میں نہیں بلکہ فارسی اور عربی میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ فارسی میں مرشد کی جدائی پر افسوس اس انداز سے کیا گیا.......

افسوس صد ہزار بر فراق مرشدی
یارب اعط ما تیمنا لصاحبی (۲۱۶)

جبکہ عربی میں آپ کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھا گیا کہ.....

یبکی علیہ الطیور و الحیتان فی البحور
والاراضی السبع کلھا اوسبع السموات (۲۱۷)

ترجمہ:- میرے مرشد کے وصال پر ہوا میں پرندے اور سمندر میں مچھلیاں آہ وزاری کر رہی ہیں اور ساتوں زمین و آسمان بھی رو رہے ہیں۔

اور پھر موضع چوکی ضلع پشاور کے ملا میر افضل کے بیان کردہ مخمسہ میں

(۲۱۵) مناقب۔ اسرار الدین۔ مخطوطہ، ص ۱۵۵ (صاحب کرامت اور اس زمانے کے غوث، پیر مانکی صاحب (ثانی صاحب) کے لیے سلامتی و رحمت ہو کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور افسوس کہ یہ دنیا ہے ہی فانی)

(۲۱۶) مناقب۔ محولہ بالا ص ۳۱۹

(۲۱۷) مناقب۔ محولہ بالا ص ۳۲۲

حضرت سے عقیدت اور آپ کی لوگوں پر شفقت کا ذکر کرتے ہوئے بھی آپ کو غوث الزماں سے یاد کیا گیا ہے۔

ما یادیږی ھغہ خلوت ڈیر
پ عاجزانو تل شفقت دیر
کلہ بہ راشی ھغہ فرحت ڈیر
چہ لاس پہ ښکل کرم دربہاں
داخل دگورشہ غوث الزمان (۲۱۸)

ترجمہ:- مجھے وہ خلوت بہت یاد آ رہی ہے اور عاجز بندوں پر آپ کی شفقت۔ اب کب خوشی کی وہ گھڑی آئے گی کہ میں اس ہستی کی دست بوسی کروں۔ حضرت غوث الزماں تو دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت کا بعد از وصال تصرف:

اللہ کے نیک بندے نہ صرف اپنی زندگی میں مخلوقِ خدا کے دکھوں کا مداوا کرتے ہیں بلکہ ان کا یہ تصرف بعد از وصال بھی جاری رہتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت کے کئی تصرفات ہیں جو نہ سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں اور نہ ہی کتابی تذکروں میں مذکور ہیں۔ بلکہ ان تصرفات سے استفادہ کرنے والے اشخاص آج بھی موجود ہیں جن میں سے ایک شیر گڑھ کے امیر محمد صاحب ہیں جو عمر کی ساتویں دہائی میں اب بھی صحت کے اعتبار سے واقعی امیر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ...... "ثانی صاحب کے بعد حضرت ثالث صاحب کے دور میں، میرے دونوں پاؤں ناکارہ (شل) ہو گئے تھے۔ ہر طرح کا علاج کیا لیکن صحت یابی نہ ہوئی۔ والد صاحب (۲۱۹) نے فرمایا کہ چلو اپنے پیر صاحب کے ہاں سات جمعے چلتے ہیں۔ چوتھے جمعے عشاء کے بعد میں جونہی لیٹا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت

(۲۱۸) مناقب، ملا میر افضل، مخطوطہ محولہ بالا ص ۲۲۳۔

(۲۱۹) امیر محمد صاحب کے والد مولوی عبدالرحیم صاحب، حضرت ثانی صاحب سے بیعت ہے۔

ثالث صاحب کے خلوت خانہ میں ایک بزرگ سفید لباس میں آئے اور حضرت عبدالوہاب صاحب کے مزار پر دعا کرنے لگے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اٹھو ذکر کرو۔ میں نے معذوری ظاہر کی کہ میں تو چلنے پھرنے سے قاصر ہوں اور گھٹنے تک کپڑا ہٹا کر بتایا جس پر انہوں نے آگ میں سرخ کیا ہوا لوہے کا ایک آلہ چادر کے اندر سے نکال کر میرے گھٹنے پر دے مارا جس سے میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دن اور آج کا دن میں بالکل تندرست ہوں اور یہ بزرگ حضرت ثانی صاحب تھے (٢٢٠)

حضرت کا یہ تصرف جہاں مریدین و معتقدین کی مادی ضروریات کے سلسلہ میں تھا وہاں وہ حضرات جو علمی و روحانی طور پر آپ کی زندگی میں آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد بھی وقت طلب مسائل کے بارے میں آپ سے راہنمائی پاتے تھے۔

موضع مٹنے (پشاور سے پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر کوہاٹ روڈ پر یہ گاؤں واقع ہے) کے سلطان شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ثانی صاحب کے دور میں، میں جوان تھا اور درسِ تصوف میں حاضری دیتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد بہت سے مسائلِ تصوف میرے ذہن پیدا ہوتے تھے اور سوچتا کہ کاش آج ثانی صاحب موجود ہوتے تو ان سے رجوع کرتا، ہر موقع پر آپ مجھے خواب میں مسائل کا حل عطا فرماتے اور ابجبکہ میری عمر ایک سو برس سے اوپر ہے، آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔" (٢٢١)

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے صرف اپنے جسم راہ خدا میں پیش کیے ان کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ...... "بل احیاء ولکن لا

(٢٢٠) انٹرویو۔ امیر محمد صاحب۔ ٢٢ مارچ ١٩٨٩ء (امیر محمد صاحب اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں اور ٦٥ سال عمر ہونے کے باوجود آپ کی صحت قابلِ رشک ہے)

(٢٢١) انٹرویو۔ سلطان شاہ صاحب ٢٥، مارچ ١٩٨٩ء اسی طرح کے واقعات موضع خویشگی بالا کے زاہد اللہ خان صاحب نے بھی ریکارڈ کرائے ہیں جن کی عمر اس وقت نوے برس ہے۔

تشعرون (٢٢٢) "ترجمہ:۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

تو پھر وہ ہستیاں کیوں نہ وصال کے بعد بھی مصروف عمل رہیں گی جنہوں نے راہ وفا میں اپنے نفس کی قربانی پیش کی اور اسی راہ کے شاہ سواروں میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی شامل ہے۔ جن کی ذات وصال الی اللہ ہونے کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

کیا خوب فرمایا ولی محمد صاحب نے

مشر خوئی د صاحب عالی ہمت دے (٢٢٣)

د فقیر ورتہ دعا تل پہ بار بار شی

حضرت عبدالحق، ثانی صاحب کے ارشادات:

غوث دوران حضرت عبدالحق صاحب نے اصلاح عوام الناس کے سلسلے میں جو ارشادات فرمائے ان کا ذکر "د غوث وصیتونہ" نامی رسالہ میں مذکور ہے۔ یہ چیدہ اقوال زریں حسب ذیل ہیں۔

١۔ بے فائدہ باتوں کے بجائے خاموش رہو۔

٢۔ اگر بلند مرتبہ چاہتے ہو تو عاجزی اختیار کرو۔

٣۔ مقصد تک رسائی چاہتے ہو تو کوشش کرو۔

٤۔ نعمت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہو تو عبادت کرو۔

٥۔ مٹھاس چاہتے ہو تو خوب ذکر کرو۔

٦۔ دولت کے خواہشمند ہو تو صبر کرو۔

٧۔ عقل کی تلاش ہے تو علم حاصل کرو۔

(٢٢٢) قرآن سورہ ٢۔ آیت ١٥٤

(٢٢٣) مناقب۔ ولی محمد۔ مخطوطہ، ص ١٣، (ترجمہ: حضرت عبدالوہاب صاحب مانکی شریف کے صاحبزادے (حضرت عبدالحق صاحب) بڑے ہی عالی ہمت ہیں اور یہ فقیر بار بار دعا کے لیے ان کے مزار پر نور پر حاضر ہوتا ہے۔

۸۔ لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو گوشہ نشین ہو جاؤ۔
۹۔ قوت درکار ہے تو فاقہ کرو۔
۱۰۔ اللہ کی رضا کے طلب گار ہو تو باشرع پیر کی رضا حاصل کرو۔
۱۱۔ غم خواری چاہتے ہو تو پیر کامل متشرع کی طلب کرو۔
۱۲۔ عزت کے طلبگار ہو تو تارک الدنیا ہو جاؤ۔
۱۳۔ علم کے متلاشی ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔
۱۴۔ نعمت میں زیادتی چاہتے ہو تو شکر گزار بنو۔
۱۵۔ خوشحالی چاہتے ہو تو اللہ کے سوا کسی سے دل نہ لگاؤ۔
۱۶۔ ہر ایک کو اچھی نگاہ سے دیکھو۔
۱۷۔ موت کو بہت یاد کرو تاکہ دل عبادت کی طرف راغب رہے۔
۱۸۔ جاہلوں کی محفل سے پرہیز کرو۔
۱۹۔ جان کو فانی کر دو کہ باقی رہو (خواہشات کو قابو میں رکھو تو تباہی سے محفوظ رہو گے)
۲۰۔ عذاب سے نجات چاہتے ہو تو ماتحتوں سے شفقت سے پیش آؤ۔
۲۱۔ اپنے پیر کی باتیں یاد رکھو اور لکھ لو۔
۲۲۔ روزانہ اولیا اللہ کی دو حکایتیں مطالعہ کرو تاکہ تمہارا دل سخت نہ ہو۔
۲۳۔ اپنی عمر ہر ایک سے کم تصور کرو (یہ خیال کرو کہ تمہاری زندگی کے دن باقی لوگوں سے کم ہیں)
۲۴۔ اللہ کی عبادت میں سستی نہ کرو کہ بعد میں پشیمانی ہو۔
۲۵۔ کسی شے پر تکبر نہ کرو۔
۲۶۔ اولیاء اللہ کی بات پر شک نہ کرو ورنہ خسارے میں رہو گے۔
۲۷۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی نہ کرو کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔
۲۸۔ اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو۔

۲۹۔ اپنا دستر خوان کشادہ رکھو۔
۳۰۔ حتی المقدور دوسرے کے رزق پر نظر نہ رکھو۔
۳۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نہ چھوڑو ورنہ شفاعت سے محروم رہو گے۔
۳۲۔ اپنے دل کا راز کسی سے نہ کہو ورنہ پشیمانی ہو گی۔ (۲۲۴)

حضرت ثانی صاحب کے یہ فرمودات ایک انسان کی کامیاب زندگی کے لیے وہ راہنما اصول ہیں کہ اگر وہ ان پر عمل کر لے تو دین و دنیا میں کامیابی اس کا مقدر ہو گی۔

عوام الناس کی اصلاح کے لیے ان زریں اصولوں کے ساتھ ساتھ آپ نے تصوف کے دقیق مسائل، امثال کے ذریعہ بڑی عمدگی سے بیان فرمائے ہیں جنہیں حسب ذیل نکات سے واضح کیا جاسکتا ہے۔

الف:۔ مرشد کا مقام:۔ مرشد کی روحانی قوت کیا ہونی چاہیے اور کسے یہ حق ہے کہ وہ لوگوں سے بیعت لے، اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ "سات زمینوں کے نیچے باریک چیونٹی ہو، اس کا پاؤں ٹوٹ جائے اور فریاد کرے۔ ایسا شخص جو نہ تو اس کی آواز سن سکے اور نہ اس کا ٹوٹا پاؤں دیکھ سکے اگر یہ کسی کو بیعت کرتا ہے تو یہ شخص اچھا آدمی نہیں ہے۔" (۲۲۵)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ .. "چوتھے آسمان پر ریت کا دریا ہے جس کے کنارے کسی کو معلوم نہیں اور ایسا تیز رواں ہے جیسے پن چکی کا پرنالہ اور دریا کی ریت کے زروں کی تعداد معلوم نہ ہو اور ایسا شخص کسی کو بیعت کرے تو وہ شخص

---

(۲۲۴) رغوث وصیتونہ مولانا عبدالسلام۔ پشاور، کتب خانہ رحیمیہ، بلا سن طباعت ص ۱۱تا۱۲
(۲۲۵) مجمع الاسرار۔ مولوی عبدالغفور، مخطوطہ، مملوکہ مولوی عبدالقادر موضع، مہوک، چارسدہ ص ۲۳۔
یہ مخطوطہ ۱۸۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں تصوف کے بارے میں حضرت ثانی صاحب کے بڑے مفید اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

اچھا نہیں ہے(۲۲۶)

ان دونوں تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ شیخ طریقت اسے تسلیم کرتے ہیں جس سے کائنات کے رموز پوشیدہ نہ ہوں اور ہر ایک کو بیعت کرنے کی اجازت درست نہیں سمجھتے جس سے ایک اور نکتہ سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ آپ کا اپنا مقام تصوف اور رموزِ کائنات کی آگاہی میں کتنا بلند ہے۔

(ب) ذکر کے لیے اجازت ضروری ہے:

اذکار کی تاثیر کے بارے میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ........

اگر ذکر کے سلسلے میں مرید مرشد سے برابر ہدایات لیتا رہے تو اس کا اثر ہوتا ہے ورنہ اثر نہیں ہوتا۔"(۲۲۷)

(ج) آداب مرشد:

مرشد کے آداب بیان کرتے ہوئے آپ نے سولہ نکات کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کے سامنے آواز بلند نہ کرے۔
۲۔ مرشد کی کسی بات کو ناگوار نہ جانے۔
۳۔ مرشد کی کسی بات پر معترض نہ ہو۔
۴۔ مرشد کی غیر موجودگی میں اس کی طرف رخ کر کے تھوکنے سے بھی احتراز کرے۔
۵۔ مرشد سے اپنی نشست اونچی نہ رکھے۔
۶۔ مرشد کے سامنے اپنے آپ کو مردہ تصور کرے۔

---

(۲۲۶) مجمع الاسرار۔ مولوی عبدالغفور۔ محولہ سابقہ ص ۱۴۲
(۲۲۷) مجمع الاسرار۔ ص ۱۱۶ محولہ سابقہ

۷۔ مرشد کے سامنے کھانے پینے سے احتراز کرے۔
۸۔ مرشد کے کسی قول کا رد نہ کرے۔
۹۔ مرشد کے فرمان میں شک وشبہ بھی نہ کرے۔
۱۰۔ مرشد کے بارے میں بدگمانی کا مرتکب نہ ہو۔
۱۱۔ مرشد کے سامنے اپنی تعریف نہ کرے۔
۱۲۔ مرشد کے سامنے کسی کی برائی کا ذکر نہ کرے۔
۱۳۔ اطلاع کے لیے مرشد کا دروازہ نہ کھٹ کھٹائے۔
۱۴۔ مرشد کے سامنے ہر حال میں پر سکون رہے۔
۱۵۔ مرشد کے سوال کی حد تک ہی جواب دے اور غیر ضروری گفتگو نہ کرے۔
۱۶۔ مرشد کی نشست پر بھی نہ بیٹھے کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔(۲۲۸)

حضرت ثانی صاحب نے مرشد کے احترام کے بارے میں جن نکات کا ذکر کیا ہے اور جس انداز سے بیان کیے ہیں اس سے بہتر طور پر کسی مرید کی تربیت نہیں ہو سکتی اور وہ یہ کہ مرشد کو ہر بات پر مقدم جانے۔

(د) سلسلہ طریقت کی برکت:۔

حضرت ثانی صاحب کا قول ہے کہ بیان الایمان میں مذکور شجرہ طریقت کو دو رکعت نماز کے بعد پڑھنے سے مراد پوری ہوتی ہے۔(۲۲۹)

(ہ) بسم اللہ کی برکتیں:۔

حضرت ثانی صاحب نے فرمایا کہ اگر کبھی طوفان بادو باران نظر آئے تو انگشت شہادت کا رخ اس طرف کر کے سات مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تو طوفان ٹل جائے گا۔(۲۳۰)

---

(۲۲۸) مجمع الاسرار ص ۱۰۳۔۱۰۴ محولہ سابقہ
(۲۲۹) مجمع الاسرار۔ ص ۷۰ محولہ سابقہ بیان الایمان المعروف بہ عقائد المومنین کے صفحہ ۱ سے ۴ تک مذکورہ شجرہ ذکر کیا گیا ہے۔
(۲۳۰) مجمع الاسرار۔ محولہ سابقہ

(و) مرشد وہ ہے جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دے:

آپ اہل تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ...... "الشیخ ہوالذی یحیی العظام وہی رمیم (۲۳۱)۔"

ترجمہ:۔ شیخ (شیخ طریقت) وہ ہے جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گناہوں سے بوسیدہ شدہ ہڈیاں عبادت گزار ہو جائیں یعنی اہل تصوف وہ ہستیاں ہیں کہ گناہ گاروں پر توجہ کریں تو انہیں اہل تقویٰ بنا دیں۔

(ز) کتب تصوف کا مطالعہ:

حضرت شیخ عبدالحق صاحب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شمائل کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ متقدمین صوفیہ کی کتب کا بغور مطالعہ فرماتے۔ ان میں سے حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱) "تفسیر روح البیان" جو متصوفانہ انداز سے تحریر کی گئی ہے۔

(۲) فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر عسقلانی

(۳) مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی۔

(۴) حدیقۃ الندیہ۔ شیخ عبدالغنی نابلوسی

(۵) تنبیہ الغافلین۔ ابو اللیث سمرقندی

(۶) احیاء العلوم۔ امام غزالی

(۷) کتاب الرحمہ۔ علامہ سیوطی

(۸) الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر۔ امام شعرانی

(۹) غنیۃ الطالبین۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔

---

(۲۳۱) مجمع الاسرار۔ ص ۲۰۱ حوالہ سابقہ

(۱۰) نفحات الانس۔ مولانا جامی

(۱۱) مثنوی معنوی۔ مولانا جلال الدین رومی (۲۳۲)

شمائل کے مصنف نے آپ کی ظاہری خصوصیات کی بھی خوب تصویر کھینچی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ ...... "آپ کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا، غم دور ہوتا، روحانی قوت میں اضافہ ہوتا اور آپ کی نظر جس جانب اٹھتی روشنی ہی روشنی ہو جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا مقام، مقام قطبیت تھا۔" (۲۳۳)

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آگے چل کر مصنف نے آپ کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو "طویل الصمت، کثیر الذکر، کامل العقل، مہیب الجسم، لطیف اللسان، طیب البدن، احسن الجسد، اجودا لید لکھا ہے۔ (۲۳۴)

ترجمہ:۔ آپ خاموش طبع، خوب ذکر کرنے والے، عقل کامل کے حامل، بارعب جسم اور شیریں گفتار، معطر بدن، خوبصورت اور سخی داتا تھے۔

نیز شمائل میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ دونوں میں ماذون تھے۔ لیکن بیعت صرف قادریہ کے لیے لیتے تھے۔ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رہا اور آپ کے ہونہار فرزند حضرت شیخ عبدالروف۔ ثالث صاحب نے اسے مزید پروان چڑھایا۔

حضرت شیخ عبدالرؤف ثالث صاحب:

حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب ثانی کے بعد اصلاح عوام کا بیڑہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرؤف صاحب نے اٹھایا اور چھ سال تک مسلسل اس بیڑے کی ناخدائی فرمائی۔

---

(۲۳۲) شمائل۔ محمد عبدالغفور (مخطوط) ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

(۲۳۳) شمائل۔ محمد عبدالغفور (مخطوط) ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ ص ۷

(۲۳۴) ایضاً۔ ص ۹

پیدائش

آپ معتقدین میں ثالث صاحب سے معروف ہیں۔ آپ جلالی کیفیت کے حامل تھے، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفتِ قہاریت سے متصف تھے اور ایک کامل مسلمان میں اس صفت کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیساکہ آپ کے ہم عصر حضرت علامہ اقبال نے فرمایا....

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان (۲۳۵)

لیکن یہ جلال، اللہ کے نیک بندوں کے لیے نہ تھا بلکہ اللہ کے دشمنوں کے لیے اور یہ بھی وہی صفت ہے جس کا ذکر قرآن کریم ان الفاظ میں کرتا ہے ..... "محمد رسول اللہ۔ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (۲۳۶)

ترجمہ:۔ محمد، اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے، کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

صحابہ کرام کی یہی صفات پوری امتِ مسلمہ کی پہچان ہونی چاہیے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اولیاء اللہ میں یہ صفت موجود نہ ہو اور پھر کفار سے جہاد کے لیے تو اس صفت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

چونکہ حضرت، ان کے اکابرین اور ان کی اولاد ہمیشہ باطل سے نبرد آزما رہی (۲۳۷) اس لیے اللہ تعالیٰ نے دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے انہیں خاص کر جلالی کیفیت سے نوازا۔

(۲۳۵) کلیات اقبال۔ علامہ، ڈاکٹر محمد اقبال

(۲۳۶) قرآن۔ سورہ ۴۸، آیت ۲۹

(۲۳۷) حضرت کے جدِامجد حضرت عبدالوہاب صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی ابتدا کی تھی اور حضرت کے صاحبزادے امین الحسنات صاحب نے تحریک و قیام پاکستان میں اہم اور بنیادی کردار ادا کر کے انگریزوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس ملک سے نکال باہر کیا۔

تعلیم و تربیت اور بیعت:

آپ کے والد محترم حضرت شیخ عبدالحق، ثانی صاحب کی دلی خواہش تھی کہ آپ دینی علوم پر بھرپور دسترس حاصل کریں اور حصول علم میں جدوجہد کو شعار بنائیں، اسی لیے آپ نے اپنے دور کے مختلف علماء سے اکتساب کیا اور وہ بھی صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں یہی وجہ تھی کہ آپ والد سے بیعت نہ کر سکے اور دورانِ طالب علمی ہی آپ کے والد نے دار فانی کو الوداع کہا۔ آپ جب گاؤں تشریف لائے تو والد صاحب سپرد خاک کیے جا چکے تھے لیکن آپ کے لیے وصیت فرما گئے تھے کہ پنجاب جا کر حضرت تاج الدین (۲۳۸) صاحب سے بیعت ہوں۔

بیعت کے بعد آپ نے آستانہ عالیہ مانکی شریف کی سجادہ نشینی فرماتے ہوئے اپنے علم و معرفت سے لوگوں کی اصلاح فرمائی اور یہ سلسلہ تقریباً سات برس تک جاری رہا۔

علمی خدمات:

آپ کی علمی خدمات اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کی حامل ہیں کہ آپ نے درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا۔

آپ عصر سے مغرب تک درس دیتے جس میں روزمرہ کے مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیے جاتے تاکہ عوام اسلامی تہذیب و تمدن سے پوری آگاہی حاصل کریں اور وہ آنکھیں بند کر کے رسم و رواج پر کاربند نہ رہیں

(۲۳۸) دراصل حضرت ثانی صاحب کی یہ دلی خواہش تھی کہ ان کے یہ جانشین نازونعم میں پلنے کے بجائے تکالیف برداشت کریں۔ حصول علم و معرفت میں اپنا ایک مقام پیدا کرنے کے بعد آستانہ عالیہ مانکی شریف کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور یہ اسی صورت ممکن تھا کہ آپ اس دور کے نابغہ روزگار ہستیوں سے علم و معرفت کا اکتساب کریں اسی لیے آپ کو حضرت نے پنجاب جا کر حصول علم و معرفت کے لیے تگ و دو کی تاکید فرمائی اور ہونہار بیٹے کی جدائی برداشت کرتے رہے۔

اس لیے یہ آنکھیں بند کر کے چلنا جس طرح ایک فرد کے لیے مہلک ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ہولناک ایک قوم کے لیے ہوتا ہے کیونکہ اگر ایک قوم یا معاشرہ قانون فطرت کو چھوڑ کر رسم و رواج کی اندھی تقلید کو اپنا نظریہ حیات بنا لے تو قوم رسم و رواج کی غلامی قبول کر لیتی ہے اور پھر غلامی کا یہ سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ مسلمان اور غلامی یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ سلمان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ غلامی کی فضا میں اپنے دین کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ اسلام پر اسی وقت پوری طرح عمل ہو سکتا ہے جب انسان ساری بندشوں کو توڑ کر صرف اللہ کا فرمانبردار بن جائے اور اس حقیقت سے آگاہی کے لیے حصول علم ضروری ہے۔

حضرت نے اس کا مکمل اہتمام فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی اتباع میں علاقے بھر کے علماء نے لوگوں کو مذہبی شعار پر کاربند کر دیا اور یہ سلسلہ صرف انسانوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ والد کی طرح آپ بھی جن و انس کی روحانی تربیت پر مامور تھے۔

موضع ٹیلہ بند کے ۸۰ سالہ عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک رات ہمیں ساتھ لے کر نکلے کہ ڈرنا نہیں کچھ لوگوں کو بیعت کرنے جانا ہے، میں نے ایسی مخلوق پہلے نہیں دیکھی تھی معلوم ہوا کہ جنات کے ایک گروہ کی درخواست پر انہیں بیعت فرمایا۔" (۲۳۹)

اور ایک باکمال صاحبِ شریعت و طریقت کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر اس مخلوق کی راہنمائی کرے جسے اللہ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا اور حضرت کی یہ راہنمائی انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کے لیے اس لیے تھی کہ وہ بھی اللہ

---

(۲۳۹) انٹرویو، عبدالحکیم صاحب، ۲۳- مارچ ۱۹۸۹ء (عبدالحکیم صاحب نے حضرت ثانی صاحب کا زمانہ بھی دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ میں سولہ برس کی عمر سے مانکی شریف آتا ہوں، مجھے مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ حضرت نے یا کریم یا وکیل کے ورد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

کی عبادت کی خاطر پیدا کیے گئے۔

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔" (۲۴۰)

ترجمہ:- میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اصلاحی خدمات:-

اکابرین کی طرح آپ نے بھی سلسلہ جہاد جاری رکھا۔ انگریزوں سے اکثر معرکے رہتے۔ متعدد مرتبہ حکام نے آپ کے والد، حضرت ثانی صاحب سے کہا کہ لڑکے کو سنبھالو ورنہ قید کر لیا جائے گا اور اسی سلسلہ میں جب ایک مرتبہ ایک جھوٹے مقدمہ کے سلسلہ میں آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا تو ایک ساتھی سے فرمایا ...... "یہ ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ہوا۔" (۲۴۱) گویا بے گناہ ہونے کے باوجود آپ نے دوسروں کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا اور یہ بھی اصلاح کا ایک انداز ہے۔

اصلاحی خدمات کے سلسلے میں آپ کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو بے جا رسم و رواج کی خرابیوں سے آگاہ کیا اور انہیں اس بات کا عادی بنا دیا کہ وہ اپنے تمام معاملات سے قرآن و حدیث کی روشنی میں عہدہ برآہ ہوں اور یہ ان اصلاحات ہی کا اثر ہے کہ آج بھی صوبہ سرحد کے عوام دینی معاملات میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور اسی دینی جذبہ کی وجہ سے وہ کبھی بھی غیر مسلم کی حکمرانی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ہو۔ جبکہ اسلام کے نام پر وہ بے دام غلام بن جاتے ہیں۔

کرامات:

آپ بھی اپنے دادا اور والد صاحب کی طرح صاحب کرامات تھے اور انہی کی طرح حتی الوسع کرامات کے اظہار سے اجتناب فرماتے لیکن اکثر کرامات کا صدور

---

(۲۴۰) قرآن۔ سورہ ۵۱، آیت ۵۶

(۲۴۱) انٹرویو۔ بیش گل صاحب، ۲۳، مارچ ۱۹۸۹ء

ہو جاتا، کہ عام لوگوں کی اصلاح کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔

چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) —— مقدمہ قتل میں اگر کوئی آپ سے چادر یا ٹوپی لے کر جاتا تو بری ہو جاتا۔

(۱۱) —— کسی بھی قسم کا بیمار اگر آپ کے لنگر میں چند ہفتے خدمات سر انجام دیتا تو آپ کی خصوصی توجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے شفائے کاملہ عطا فرما دیتے۔(۲۴۲)

اور آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ جو بھی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کر لیتا اس کی زندگی ہی بدل جاتی۔ نہ معلوم کتنے ایسے گناہ گار تھے جو آپ کی اس کرامت سے ایسے بدلے، ایسے بدلے کہ انہوں نے دوسروں کو بھی بدل دیا اور اس طرح پورا معاشرہ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا منہ بولتا ثبوت پیش کرنے لگا۔

اقوالِ ثالث صاحب:

تصوف اور اس کے متعلقات کے بارے میں آپ کے اقوال آج بھی اصلی اور نقلی پیروں کی پہچان اور ان کے معیار کو پرکھنے کی بہترین کسوٹی ہیں۔ چند اقوال شاملِ مضمون ہیں۔

(۱) —— وہ پیر، پیر نہیں جو مرید کے گھر میں مرغی کے بچوں کی تعداد اور ان کے رنگ سے واقف نہ ہو۔

(۲) مرید گھر سے روانہ ہو تو پیر اس کے پاؤں کی آواز سنتا ہے۔

(۳) اللہ تبارک و تعالیٰ کا بندہ خاص وہ ہے کہ جس کو حق تعالیٰ عام لوگوں کی صحبت سے محفوظ رکھے اور قبول عام و خاص کے جال میں نہ پھنسائے۔ تم جس کو دیکھو کہ خلقت اس کی طرف متوجہ ہے یا وہ خلقت کی طرف متوجہ ہے تو وہ اللہ

(۲۴۲) انٹرویو۔ عبدالحکیم صاحب، نبیرہ ممدوح سابقہ۔

تعالیٰ کے حلقہ خصوصیت سے باہر ہو جاتا ہے۔ دنیا شیطان کا جال ہے اور خواہش، نفس کا جال ہے۔ جو چاہتا ہے کہ ان جالوں میں گرفتار نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ دنیا سے ہاتھ اٹھا لے۔

(۴) معرفت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو عقل کے ادراک اور اوہام کے احساس سے مجرد کر کے پہچانے کیونکہ اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ کوئی ایسا ہونا چاہیے کہ اسے پہچانے اور اس راز کو پا سکے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا وجود میں کوئی نہیں۔

(۵) درد کے ساتھ آؤ تاکہ تمہیں دوا ملے۔ یعنی درد نایافت لے کر آؤ تاکہ یافت کی دوا لے کر جاؤ۔ شوق کے درد سے آؤ تاکہ ذوق کی دوا پاؤ، فراق کا درد لے کر آؤ تاکہ تمہیں وصال کی دوا دی جائے اور فنا کا درد پیدا کرو تاکہ تمہیں بقا کی دوا حاصل ہو جائے۔

(۶) تین طرح کے اشخاص کو عزیز جانو۔

(۱) ایسا عالم جو اپنے علم سے بات کرے۔

(۲) وہ شخص جو کسی سے کوئی طمع نہ رکھتا ہو اور

(۳) عارف جو ہمیشہ دوست کی صفت کرے۔

(۷) جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ دونوں جہانوں کو غیر جانے اور یہی عشقِ صادق کی پہچان ہے۔(۲۴۳)

حضرت کے ان اقوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے علمِ تصوف کے دقیق مسائل میں والد بزرگوار سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ اسلیے آپ ہی کے دور کے دانشوروں نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

(۲۴۳) حضرت ثالث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان سینکڑوں اقوال میں سے یہ وہ چند اقوال ہیں جو آپ کے دور کے ان حضرات نے ریکارڈ کروائے جو آج بھی ان اقوال کو نہ صرف ازبر کیے ہوئے ہیں بلکہ عمل پیرا بھی ہیں۔ کیسٹ نمبرا

جدید صاحب می ولیده بیشانه شوم حیران
قوت بی انداز لری بیان نے دی ڈیر گران
عزت د پیر اولاد عین لازم په مریدان
موجود صاحب په نن زمان ولیانو کښی سلطان (۲۴۴)

ترجمہ:- نئے پیر صاحب (ثالث صاحب) کو دیکھ کر میں حیران ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ تصوف میں جو مقام دیا ہے اس کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت پیر صاحب (ثانی صاحب) کی اولاد کا احترام مریدین پر ضروری ہے اور موجودہ پیر صاحب تو آج کے زمانے کے اولیاء کے بادشاہ ہیں۔

اگرچہ والد محترم کے بعد آپ کو اصلاح الناس کے لے صرف چھ برس کا عرصہ میسر آیا (۲۴۵) لیکن ان چھ برسوں میں آپ نے علومِ اسلامی کی ترویج، تصوف کے ارتقاء اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے جو اہم کردار ادا کیا اس نے تاریخ کے اوراق میں آپ کے نامِ نامی کو ہمیشہ کے لیے سنہرے حروف میں محفوظ کر لیا اور میں نے آپ کے دور کے جن جن لوگوں سے ملاقات کی انہوں نے آپ کے صاحبِ شریعت و طریقت ہونے کی بھرپور تائید کی اور اپنے سے متعلق واقعات بھی بیان کیے۔ (۲۴۶)

مولانا غلام طہٰ صاحب امام مسجد حاجی صادق موضع ڈاگئی جدید فرماتے ہیں کہ "میں ثانی صاحب کے زمانہ میں دورانِ علالت مانکی شریف حاضر ہوا۔ بارہ دن قیام کیا اور روبصحت ہوا جس کے بعد حضرت نے واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ثالث صاحب کے دور میں اکثر آتا رہا اور اب بھی آتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کی برکت سے اس علاقے کے لوگوں میں تقویٰ پیدا ہوا اور وہ دین و دنیا

(۲۴۴) مناقب۔ عبدالحلیم، مخطوطہ، مملوکہ پیرزادہ نبی امین صاحب۔
(۲۴۵) آپ کو منصبِ خلافت سے ۱۹۲۸ء میں نوازا گیا اور ۱۹۳۴ء میں آپ نے وصال فرمایا۔
(۲۴۶) ہمارے جاری کردہ سوالنامے اور انٹرویوز کے نتیجہ سے معلوم ہوا کہ آج بھی پچاس افراد ایسے موجود ہیں جنہوں نے حضرت ثالث صاحب کا دور دیکھا ہے۔ (مصنف)

کی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔ ثالث صاحب کا دور اس لحاظ سے بڑا اہم تھا کہ آپ نے اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شریعت و طریقت کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔" (۲۴۷)

اسی موضع کے اکبر خان صاحب کا بیان ہے کہ .... "ثالث صاحب کا زمانہ بہترین زمانہ تھا۔" (۲۴۸) اسی لیے تو شاعر نے ان الفاظ میں آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

آخر مانکی شریف تہ شوم روان
په خدمت کے شوم حاضر د هغه خوان
هغه خوان چه د ثانی صاحب فرزند دے
لکه نمر په تمامی جهان څرګند دے (۲۴۹)

ترجمہ:- آخر کار میں مانکی شریف روانہ ہوا۔ اور ان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جو کہ ثانی صاحب کے فرزند ہیں اور ان کا نامِ نامی پوری دنیا پر چمکتے سورج کی طرح ظاہر ہے۔

افضل زہاد، زینت عباد اور تقویٰ و کمال سے آراستہ شخصیت حضرت عبدالرؤف، ثالث صاحب نے ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء) میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا اور آپ ہی جیسی صاحبِ عقل و شمشیر ہستیوں کے بارے میں اقبال نے کہا ہے

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری (۲۵۰)

اور پھر اس درویش نے خلافت کی امامت اس ہستی کے سپرد کی جو نیکیوں

(۲۴۷) ٹیپ شدہ انٹرویو۔ مولانا غلام طہٰ صاحب عمر ۹۵ سال۔
(۲۴۸) انٹرویو۔ اکبر خان صاحب۔ (خان صاحب کی عمر اس وقت پورے سو برس ہے)
(۲۴۹) مناقب۔ عبدالحلیم، مخطوطہ، ص ۶۱
(۲۵۰) کلیاتِ اقبال۔ علامہ اقبال۔

کے امینؒ تھے اور جنہوں نے واقعی اس خلافت کا حق ادا کر دیا۔

○ آپ کے صاحبزادے کا نام امین الحسنات ہے اور آپ نے نام کی مناسبت سے اپنے آپ کو اس کا اہل بھی ثابت کیا۔

آپ کی اولاد میں حضرت امین الحسنات صاحب کے ساتھ ساتھ پیر زادہ احمد گل، نور محمد، علی احمد اور فدا محمد صاحبان شامل ہیں۔ تمام بھائیوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خصوصاً پیر زادہ احمد گل صاحب، حضرت امین الحسنات کے ساتھ کافی فعال رہے۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اپنے بھائی کا بھرپور طریقہ سے ساتھ دیا اور اس طرح سیاسی میدان میں کافی سرگرم رہے یہاں تک کہ صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔

باب پنجم

حضرت سیّد محمد امین الحسنات

اگرچہ پہلی جنگ عظیم کو ختم ہوئے تقریباً تین برس ہو چکے تھے۔ لیکن اس کی تباہ کاریوں کے آثار محو ہونے میں نہ صرف ابھی پورے ایک طویل عرصے کی ضرورت تھی بلکہ انسانیت کو انسان کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے سے بچانے کے لیے ایسی ہستیوں کی اشد ضرورت تھی جو اپنا امن و چین انسان کے نام پر قربان کر دیں۔

انسانیت کے اس چمن کے لیے ایسے دیدہ ور چاہیے تھے جو نرگس کی بے نوری کو اپنے نور سے ختم کر دیں اور یہ اتنا آسان کام نہ تھا اس لیے کہ اسی دور کی عظیم شخصیت حضرت علامہ اقبال اس کا اظہار کر ہی چکے تھے کہ.....

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا(۲۵۱)

لیکن رب العالمین کی وسعت رحمت جوش میں آئی اور اس نے سسکتی انسانیت کو اس دور میں حضرت امین الحسنات اور دیگر ایسی مذہبی اور سیاسی دیدہ ور ہستیاں عطا کیں جنہوں نے اپنے اپنے طور پر انسانیت کی مسیحائی فرمائی اور ان میں حضرت امین الحسنات کا مقام اس اعتبار سے منفرد ہے کہ آپ نے نامساعد حالات (۲۵۲) میں اس خطہ زمین کی آزادی میں بنیادی کردار ادا کیا جو

(۲۵۱) کلیات اقبال۔ ڈاکٹر محمد اقبال

(۲۵۲) یہ صرف حضرت امین الحسنات کی شخصیت تھی کہ جس نے صوبہ سرحد میں کانگریس کی طاقت کا بھرپور مقابلہ کر کے صوبہ سرحد کو انڈیا میں شامل کرنے کی امید پر پانی پھیر دیا۔

انسانیت کی دردمان تھی، جہاں اسلامی مساوات، عدل اور احسان کی بنیادوں پر ایک ایسے معاشرے کے قیام کا عہد کیا گیا تھا جو ریاست مدینہ کی یاد تازہ کردے اور قیام پاکستان کے وقت واقعی وہ یاد تازہ ہو گئی کہ کس طرح انصار نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا۔ یہ سب کچھ ان بزرگوں کی تعلیمات کا اثر تھا کہ جس نے انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھائی اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی بنا دیا۔

مانکی شریف کی اس دیدہ ور ہستی نے آج سے ۶۸ برس قبل یعنی ۶ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ پہلی فروری ۱۹۲۲ کو اس دنیا میں آتے ہی یہ نوید دی کہ اس ہستی کی حیات کے صرف پچیس برس گزرتے ہی اس خطہ کے انسانوں کو آزادی کی نعمت حاصل ہوگی (۲۵۳) اور اس نوید کی پیشن گوئی حضرت کے جد امجد حضرت عبدالحق، ثانی صاحب پہلے ہی کر چکے تھے .... "میرا یہ بیٹا نیلی آنکھوں والوں کو بھگائے گا۔" (۲۵۴)

اور ظاہر ہے کہ نیلی آنکھوں والوں سے مراد انگریز تھا۔

تعلیم و تربیت

حضرت امین الحسنات نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ نہ صرف علمی بلکہ عملی ماحول تھا۔ جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ اس پر عمل انتہائی ضروری تھا۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے جد امجد تاحیات تھے جو اپنے وقت کے جید عالم اور اہل تصوف کے امام تھے۔ اور انہوں ہی نے بڑے غور و خوض کے بعد آپ کا نام سید محمد امین الحسنات رکھا اور اس طرح نیکیوں کے اس امین نے تعلیم کی ابتدا ایک ایسی امانت سے کی کہ جس امانت کا بوجھ نہ صرف آسمان و زمین کی برداشت سے باہر تھا بلکہ دیو ہیکل پہاڑ بھی اس کی ہمت نہ کر سکے اور لرزاں ہو گئے .....

---

(۲۵۳) حضرت امین الحسنات ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے اور ٹھیک ۲۵ برس بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

(۲۵۴) انٹرویو۔ مولانا فضل سبحان صاحب۔ مہتمم دارالعلوم قادریہ، بغدادہ، مردان، ۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء

انا عرضنا الامانۃ علی السماوات و الارض و الجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا (۲۵۵)

ترجمہ... بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔

حضرت امین الحسنات نے سب سے قبل اسی امانت یعنی قرآن کریم کو حفظ کرنا شروع کیا اور اس سلسلے میں اس دور کے جید علماء مولانا عبدالحنان یار حسین بابا جی صاحب اور حافظ صالح صاحب سے علمی استفادہ کے ساتھ ساتھ عبدالحنان یار حسین بابا جی صاحب ہی سے بیعت کی۔

حصول تعلیم میں مگن ہی تھے اور ابھی زندگی کی بارھویں بہار میں تھے کہ والد نے رحلت فرمائی اور اس طرح ظاہری بلوغت سے قبل ہی آپ پر مانکی شریف کے سلسلہ رشد و ہدایت کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داری آن پڑی اور اس دور کے جید علماء مشائخ عظام اور رشتہ داروں نے متفقہ طور پر آپ کو سجادہ نشین مقرر فرما دیا۔ (۲۵۶)

اتنی اہم ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا اور پورے بیس برس میدان علم کی سیاحی کی۔

قرآن سے شغف کی بنا پر آپکو یہ بھی معلوم تھا کہ جہاد مومن کی پہچان اور اس کی فضیلت ہے...

وفضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجراً عظیماً (۲۵۷)

---

(۲۵۵) قرآن۔ سورہ ۳۳، آیت ۷۲

(۲۵۶) ان حضرات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم اکوڑہ خٹک، تنے مولانا صاحب، صاحب حق صاحب، مردان اور مولانا سید عبداللہ شاہ جیسی علمی و روحانی شخصیات کے ساتھ ساتھ نوابزادہ محمد علی خان، ہوتی جیسی سیاسی شخصیت بھی شامل تھی۔ گویا علمی و سیاسی دونوں طرح کے حلقے آپ کی قیادت پر متفق تھے۔

(۲۵۷) قرآن۔ سورہ ۴، آیت ۹۵

ترجمہ.... اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

اور وہ ہستی کس طرح بیٹھنے والوں میں ہو سکتی تھی جس کے ہاتھ سے اس قوم کی آزادی کی تقدیر لکھی جانے والی تھی لہٰذا آپ نے اکتساب علم کے بعد جنگی تربیت پر توجہ دی۔ نیزہ بازی کے ساتھ ساتھ مروجہ فنون سپہ گری میں کمال حاصل کیا اور اس سلسلے میں اس دور کے بہترین تیر انداز اساتذہ، موضع نانال کے کریم خان کا کا اور اکبر پورہ کے باٹ بابا سے تربیت پائی جبکہ آتشین ہتھیاروں کی تربیت سابق فوجی رسالدار معروف خان سے حاصل کی اور اس طرح آپ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل فرماوی کہ جس کے مطابق ایک مسلمان کو اپنی استعداد کے مطابق جہاد کی تیاری کر لینی چاہیے۔

"واعدوالھم ما استطعتم من قوۃ" (۲۵۸)

ترجمہ.... اور ان (دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے) تمہیں جو قوت میسر ہو تیار کر رکھو

اور حضرت سید محمد امین الحسنات نے بھی آدھے درجن سے زائد بہترین قسم کے گھوڑے صرف اس لیے پال رکھے تھے کہ تیر اندازی میں مہارت حاصل کی جائے جیساکہ آیت بالا کی تفسیر میں "مسلم" نے قوت کے معنی، رمی یعنی تیر اندازی بتائے ہیں۔

خدمات

آستانہ عالیہ مانکی شریف نے ابتداء ہی سے جہالت، غلامی اور معاشرتی خرابیوں کے خلاف جہاد کو اپنا مقصد قرار دیا۔ آپ سے قبل تینوں اولیائے مانکی شریف نے اس مقصد کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد کرتے ہوئے اس خطہ

---

(۲۵۸) قرآن۔ سورہ ۸، آیت ۶۰

کے لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا، معاشرتی خرابیوں کو دور کر کے اصلاح عوام الناس فرمائی اور غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے عملی طور پر لوگوں کو بیدار کر دیا۔ اور پھر اس مشن کی تکمیل کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت محمد امین الحسنات کا انتخاب فرمایا۔ جنہوں نے اپنی علمی استعداد، روحانی اثر اور سیاسی بصیرت سے وہ کام کر دکھایا کہ آپ کی خدمات جلیلہ کو نہ صرف خراج تحسین پیش کیا گیا، تاریخی اوراق نے انہیں محفوظ کرتے ہوئے آج تک زندہ رکھا بلکہ رہتی دنیا تک خراج عقیدت پیش کیا جاتا رہے گا۔

۱۔ اصلاحی خدمات

حضرت امین الحسنات کا زمانہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے شروع ہو کر چھٹی دھائی کے آخر پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اور یہ تقریباً چالیس برس ایسے ہیں کہ جس میں ہر طرح کے فتنے پیدا ہوئے اور ایسے فتنے علاقائی، ملکی، اور عالمی سطح تک محیط تھے جن کے اثر سے معاشرتی زندگی بری طرح متاثر ہوئی۔ (۲۵۹) لہٰذا آپ نے سب سے پہلے معاشرتی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی تاکہ غیر مسلم حکمران اسلامی ثقافت کو نقصان پہنچاتے ہوئے ان کی معاشرتی زندگی کو زوال سے ہمکنار نہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی نظام عدم مساوات نے بھی لوگوں کو معاشی طور پر تباہ حال کر دیا تھا جس سے وہ طرح طرح کی معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہونے لگے جن میں جوا اور چوری وڈکیتی عام تھی۔ آپ نے اصلاح کا کام گھر سے شروع کیا اور مانکی شریف کے بزرگوں اور ان خرابیوں میں ملوث لوگوں کو ایک ساتھ عصرانے پر مدعو کیا اور پھر سب سے یہ حلف لیا کہ نہ صرف خود اس لعنت سے چھٹکارا حاصل کریں گے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے نجات دلائیں گے۔

---

(۲۵۹) ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے برصغیر کے عوام خصوصاً مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جس سے ان کی مذہبی، معاشی اور سیاسی حیثیت بری طرح متاثر ہوئی اور اس طرح ان میں معاشرتی خرابیاں جنم لینے لگیں جس کے نتیجہ میں وہ مختلف فتنوں کا شکار ہوئے۔

غیر شرعی رسومات کے خاتمہ کے لیے آپ نے یہ اہتمام کیا کہ اپنے مریدوں میں سے علماء کو مختلف علاقوں میں متعین کیا تاکہ وہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات کی اصل روح سے آشنا کریں اور انہیں معاشرتی زندگی میں سادگی، قناعت پسندی اور اخوت کے جذبات اپنانے کی ترغیب دیں۔ اس طرح بہت جلد پورے علاقے میں معاشرتی اصلاح کے اثر سے لوگوں کی معاشی اور اخلاقی حیثیت تبدیل ہوئی اور ان میں محنت و مشقت، اکل حلال اور باہمی تعاون جیسی اعلیٰ صفات پیدا ہوگئیں جس سے تمام خرابیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئیں۔

۲۔ سیاسی خدمات

حضرت امین الحسنات کی سیاسی خدمات کا تعین کرنے کے لیے ہمیں برصغیر پاکستان و بھارت کی تقریباً پانچسو سالہ تاریخ مد نظر رکھنی پڑے گی۔

اس تاریخ کے ابتدا آج سے ٹھیک ۴۹۲ برس قبل اس وقت شروع ہوئی جب ۱۴۹۸ء میں واسکوڈے گاما کالی کٹ کی بندرگاہ میں اپنے ساٹھ ساتھیوں کے ہمراہ لنگر انداز ہوا۔ اس وقت یہاں کا حکمران سکندر لودھی تھا۔ اس کے صرف ایک برس بعد ہی پرتگالیوں نے اپنی رہائش کا اجازت نامہ حاصل کر کے گوا کے ساحلی علاقوں میں سکونت پذیر ہونا شروع کر دیا۔ ان بیرونی لوگوں کی آمد کے ساتھ ہی انگریزوں کی نظر بھی اس خطہ پر پڑی یہاں تک کہ جہانگیر کے دور حکومت میں انہیں کارخانے قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی اور پھر ۱۶۴۰ء میں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے انگریزوں نے مدراس میں سینٹ جارج کے نام سے قلعہ تعمیر کرلیا۔

مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ ساحلی علاقوں اور مختلف ریاستوں میں پرتگالیوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں میں اگرچہ باہمی کشمکش

شروع ہوگئی لیکن اپنی حکمت عملی کی بناء پر انگریز ہی کامیاب رہا۔

اگرچہ نواب سراج الدولہ نے اسلامی سلطنت کو انگریزوں کے چنگل میں جانے سے روکنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی لیکن اپنوں ہی کی غداری کی بنا پر وہ کامیاب نہ ہوسکے، شہادت کے اعزاز سے نوازے گئے اور اس طرح اس برصغیر میں انگریزوں کے قدم پیوست ہوگئے۔

تجارت کے بہانے آنے والے مکار دشمن نے جب اپنا تسلط پوری طرح جمالیا تو پھر اصل روپ ظاہر ہوا اور مسلمانوں کو ہوش آیا کہ وہ کتنی بڑی سازش کا شکار ہوچکے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی نے مسلمانوں کو مزید ذلت کے غار میں دھکیل دیا جس کا ایک فائدہ ضرور ہوا اور وہ یہ کہ مسلمان علماء اور مشائخ کی کوششوں سے حریت پسندوں کی ایک بڑی تعداد حصول آزادی کے لیے ہر طرح کی قربانیوں کے لیے تیار ہوتی گئی۔

ایک بڑا المیہ یہ تھا کہ انگریزوں نے جنگ آزادی کو صرف مسلمانوں کی کاروائی قرار دیتے ہوئے انہیں کو نشانہ بنایا تاکہ آئندہ کے لیے ان کی ہمتیں پست ہو جائیں۔ سرسید احمد خان نے "اسباب بغاوت ہند" تحریر کر کے جنگ آزادی کے اسباب بیان کیے تاکہ انگریزوں کو ان کی غلطی کا احساس دلایا جائے کہ اس جنگ کا مقصد انگریز دشمنی نہیں تھی بلکہ معاشی، سیاسی اور معاشرتی اسباب تھے اس کے ساتھ ساتھ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں آگے لانے کے لیے مختلف اقدامات کیے (۲۶۰) اور علی گڑھ تحریک کی صورت میں مسلمانوں کے لیے اصلاح معاشرہ کا جو پروگرام مرتب کیا بہت جلد اس کے نتائج سامنے آنے لگے۔

---

(۲۶۰) سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کی ترقی کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ ان کو علمی، ادبی اور سیاسی بیداری کے لیے لائحہ عمل دیا اور پھر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی جو بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کا موجب بنی۔

ایک طرف تو برصغیر پاکستان و بھارت کے یہ مجموعی حالات تھے اور دوسری طرف صوبہ سرحد کی صورتحال تھی کہ ۱۸۱۹ء میں جب سردار یار محمد خان نے اپنے ہی بھائیوں کے مقابلہ میں پنجاب کے سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ سے مدد کی درخواست کی تو اس نے ۱۸۲۰ء میں پشاور کا پنجاب سے الحاق کر کے مختلف خوانین کو جاگیریں دے کر ان سے ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا۔ دو سال بعد ہزارہ پر بھی سکھ قابض ہوگئے اور پھر جب صرف ایک برس بعد یعنی ۱۸۲۳ء میں سکھوں نے پشاور کی طرف قدم بڑھانے شروع کیے تو نوشہرہ میں ان کا مقابلہ کیا گیا۔ لیکن خوانین پشاور باہمی انتشار کا شکار ہونے کی وجہ سے ان کو شکست نہ دے سکے اور اس طرح سکھ کامیابی کے ساتھ پشاور میں داخل ہوگئے اور سات برس تک اس علاقے پر قابض رہے یہاں تک کہ ۱۸۳۰ء میں مجاہدین نے سید احمد کی قیادت میں پشاور میں داخل ہو کر صوبہ سرحد میں اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کیا اور قلعے پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔

مسلمانوں کی بدقسمتی کہ صرف ایک سال بعد تحریک مجاہدین اس وقت دم توڑ گئی جب سید احمد اپنے رفقاء کار کے ہمراہ بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے جس کے ساتھ ہی اسلامی حکومت پھر خطرے میں پڑ گئی اور ۱۸۳۴ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ دوبارہ سکھ فوج لے کر پشاور میں داخل ہوگیا۔

انگریزوں کی نظریں تو صوبہ سرحد پر لگی ہی ہوئی تھیں، مسلمانوں اور سکھوں کی چپقلش نے انہیں موقع فراہم کر دیا اور ۱۸۴۶ء میں سکھوں اور انگریزوں کے مابین ہونے والے ایک معاہدہ کے تحت سرحد کے لیے انگریز ریجنٹ مقرر کر دیے گئے اور یوں صرف دو برس بعد انگریزوں نے سکھوں کو نکال باہر کیا اور سرحد پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

۱۸۹۴ء میں سرحد اور افغانستان کے درمیان ڈیورنڈ لائن قائم کر دی گئی

اور ۱۹۰۱ء میں اس علاقے کو ایک الگ صوبے کا درجہ دے کر اسے شمال مغربی سرحدی صوبے (N-W-F-P) کا نام دے دیا گیا اور پھر اپنے منصوبے کی تکمیل کے بعد انگریزوں نے ۱۹۰۵ء میں پرنس ویلز کے لیے پشاور میں دربار منعقد کیا جنہوں نے یہاں کے عوام سے غداری کرنے والوں کو خطابات دیے اور ان میں جاگیریں تقسیم کیں اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے انگریزوں کو سرحد میں قدم جمانے میں مدد دی تھی۔

اپنے ہی ہاتھوں آزادی لٹانے والوں نے جاگیریں پاکر عوام پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی اور ان کا ہر طرح استحصال کیا جانے لگا۔

ایسے موقع پر پھر مشائخ عظام میدان عمل میں آئے اور حضرت محمد امین الحسنات کی پیدائش سے سات برس قبل حاجی صاحب ترنگزئی نے قبائلی علاقہ سے اسلامی آزادی کے لیے جہاد کا آغاز کیا۔(۲۶۱)

اس کے ساتھ دیگر تحاریک، مولانا عبید اللہ سندھی کی جمعیتہ الانصار، ترکوں کی حمایت اور ریشمی رومال کے ذریعہ اسلامی مملکت کے قیام کے لیے صوبہ سرحد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اسی دوران مولانا محمد علی جوہر نے اپنی بیگم کے ہمراہ صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پھر ۱۹۲۸ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے اس صوبہ میں اصلاحات کے لیے اجتماعی جدوجہد کا آغاز کیا۔ صرف تین برس میں یہ جدوجہد کامیاب ہوئی اور ۱۹۳۱ء کی لندن گول میز کانفرنس نے سرحد میں

---

(۲۶۱) اس جہاد سے قبل بھی حضرت محمد امین الحسنات صاحب کے پردادا حضرت عبدالوہاب صاحب اپنے مرشد حضرت اخوند صاحب سوات کے ہمراہ ۱۸۲۷ء کے اس جہاد میں شریک تھے جب سید احمد شہید کی سرکردگی میں جہاد کا فیصلہ کیا گیا اور سکھ دربار کو یہ فرمان جاری کیا گیا کہ

(الف) اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہمارے بھائی ہو مگر یہ تمہاری مرضی پر ہے اس میں زبردستی نہیں۔

(ب) ہماری اطاعت کرتے ہوئے جزیہ ادا کرو ہم اسی طرح تمہاری جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔

(ج) اگر یہ دونوں باتیں تمہیں قبول نہیں تو پھر جنگ کے لیے تیار رہو اور یاد رہے کہ تمام پختون ہمارے ساتھ ہیں اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں شراب اتنی پیاری نہ ہوگی جتنا مسلمان کو شہادت سے پیار ہے۔

اصلاحات کے نفاذ کا اعلان کیا اور پھر ۱۹۳۲ء میں سرحد کو گورنری صوبے کا درجہ دیتے ہوئے قانون ساز کونسل کے انتخابات کرائے گئے۔ اصلاحات کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ نومبر ۱۹۴۵ء میں قائداعظم نے صوبہ سرحد کا دوسرا دورہ کیا۔ (۲۶۲) اور اسی دورہ میں آپ نے حضرت محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف کی خدمت میں حاضری دی جہاں پیر صاحب نے مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد تمام مریدین اور عقیدتمندوں کو بھی مسلم لیگ میں شمولیت کی تاکید فرمائی۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں حضرت امین الحسنات صاحب نے سیاسی زندگی کی عملی ابتدا کی اور صوبہ سرحد کے عوام کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ اور یہی دور صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کا دور عروج کہلاتا ہے جس کا تمام تر سہرا حضرت امین الحسنات صاحب پیر مانکی شریف کے سر ہے۔

مانکی شریف میں قائداعظم نے علماء کرام مشائخ عظام اور سیاسی شخصیتوں کی موجودگی میں سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ......

"علمائے کرام، پیران عظام و مشائخ حضرات آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور پاکستان کے حصول کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا وعدہ کیا۔ میں آپ کے جذبات کا انتہائی احترام کرتا ہوں۔ آپ نے سپاسنامے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا؟ مجھے آپ کے اس سوال پر بہت سخت افسوس ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان کا ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن ہے۔ یہی قرآن مسلمانوں کا قانون ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں ملا ہے۔ یہی

(۲۶۲) اس سے قبل قائداعظم ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی تنظیم کے سلسلہ میں صوبہ سرحد کے سات روزہ دورے میں طورخم تک تشریف لے گئے اور مختلف جلسوں سے خطاب کیا۔

قرآن ہمارا قانون ہے اور بس (۲۶۳)

پیر صاحب مانکی شریف کی وجہ سے پورے صوبہ سرحد میں قائداعظم کا والہانہ استقبال کیا گیا اور ہفتہ بھر کے اس طوفانی دورہ کے دوران صوبہ سرحد کے عوام سے متاثر ہو کر قائداعظم نے واپسی پر جو پیغام دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب مانکی شریف کی تحریک پاکستان میں شمولیت سے پورے صوبہ سرحد میں ایک انقلاب برپا ہو چکا تھا۔

اہل سرحد کے نام قائد کا پیغام

۱۹، نومبر سے ۲۷، نومبر ۱۹۴۵ء کے دورہ سرحد کے اختتام پر قائداعظم نے اہل سرحد کے نام یہ پیغام دیا... میرے پختون بھائیو! میں تقریباً ایک ہفتہ سرحد میں گزارنے کے بعد آپ سے رخصت ہو رہا ہوں سرحد میں آمد کے موقع پر آپ نے جس والہانہ عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی اس محبت اور عقیدت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ میں آپ کے صوبے سے پرامید ہو کر جا رہا ہوں۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ صوبہ سرحد کا بچہ، بوڑھا، جوان، عورت اور مرد سب کے سب پاکستان کے نظریے کو سمجھ چکے ہیں اور مسلم لیگ کے ایک پرچم کے نیچے متحد اور منظم ہو چکے ہیں۔ اس اتحاد، تنظیم اور یکجہتی کو دیکھ کر میں جرأت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اب پاکستان کی منزل انشاءاللہ بہت ہی قریب ہے۔ ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارے مطالبے کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔ میرا یہ پیغام یاد رکھیں کہ آنے والے انتخاب میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں جو بھی ووٹ ڈالا جائے گا، اس کا مطلب ہوگا... "پاکستان" اور جو ووٹ مسلم لیگی امیدوار کے خلاف ڈالا جائے گا اس کا مطلب ہوگا... "ہندو راج" یہی ہمارے نزدیک اہم اصول ہیں مجھے آپ پر

(۲۶۳) قائداعظم اور سرحد، عزیز جاوید، ص ۱۳۵

پورا پورا اعتماد ہے کہ آپ سرحد کے مسلمان موقع کی نزاکت کا احساس کریں گے
اور پاکستان کے رہنما کی حیثیت سے پاکستان کے حصول کے لیے صوبہ سرحد کا ہر
مسلمان اپنا عظیم الشان کردار ادا کرنے میں پیچھے نہیں رہے گا۔ مجھے یہاں ایک
ہفتے سے زیادہ ٹھہر کر آپ کے صوبے کے مختلف افراد سے ملنے کا پورا پورا موقع ملا
ہے، کئی ہزاروں افراد کے مجمع کو میں نے مخاطب کیا ہے اور سینکڑوں لوگوں سے
بالمشافہ گفتگو کی ہے۔ میں یہ کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ یہاں کے تمام
مسلمان چاہے وہ کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، پاکستان کے معاملے میں
سب کے سب متحد ہیں۔ اور وہ بلاشک وشبہ دلی طور پر مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔
وہ انقلابی تبدیلی جو صوبہ سرحد کے مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے یہ ایک معجزے
سے کم نہیں۔ میں مکمل طور پر یہ یقین کرتا ہوں کہ اگر صوبہ سرحد کے
مسلمانوں میں یہ اتحاد برقرار رہا اور سرحد کے لیڈروں نے اگر صحیح طریقے سے
یہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی کی تو یقیناً ہم صوبہ سرحد میں آنے والے
انتخابات میں کامیاب ہوں گے۔ اس صورت میں فتح ہمارے ہاتھوں میں ہے۔
یہ صوبہ سرحد کے لیڈروں پر منحصر ہے کہ وہ اس اتحاد کو برقرار رکھنے میں بہترین
صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں۔ میں صوبہ سرحد کے ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں اور
یہ پیغام دیتا ہوں کہ آنے والے انتخابات کے لیے مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی
بورڈ جس امیدوار کو منتخب کر کے اسے مسلم لیگ کا ٹکٹ دے، آپ میں سے
چاہے کسی کی رائے اس آدمی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو آپ قومی یکجہتی، قومی وقار،
اور قومی تنظیم اور اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے اس آدمی کے لیے اپنا ووٹ وقف
کردیں۔ مسلم لیگ کے امیدواروں کو آپ کی مدد اور ووٹ کا مقصد یہ نہیں کہ
اس امیدوار کو جسے مسلم لیگ ٹکٹ دے آپ میں سے ہر ایک کی منظوری یا
نامنظوری ضروری ہے۔ نظم وضبط کا یہ تقاضا ہے کہ آپ مسلم لیگ کے امیدوار کو
ووٹ دیں۔ یہ اس تنظیم اور وقار اور اس کی عزت کا مسئلہ ہے کہ ہم اس تنظیم

یعنی مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں جس کا نصب العین پاکستان ہے۔ چاہے
وہ کسی بھی حیثیت کا انسان کیوں نہ ہو۔ یہی اس مقدس نصب العین کا تقاضا
ہے جس کے لیے ہم اس وقت جدوجہد کر رہے ہیں کیونکہ قوم کے عظیم نصب
العین کے حصول کے لیے ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے جب تک
ایسا نہ ہو کسی عظیم نصب العین میں کامیابی کے امکانات نہیں ہوتے۔ ہم نے
انہی اصولوں پر چل کر دنیا پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہندوستان بھر کے مسلمانوں
نے پاکستان کے حصول کے لیے سردھڑ کی بازی لگادی ہے۔

میں آج آپ سے رخصت ہو رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ صوبہ سرحد کے
لوگوں کا دلی شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ میرا
والہانہ استقبال کیا اور اپنی عظیم الشان روایتی مہمانداری کا ثبوت دیا۔ آپ نے
جس مہربانی اور محبت سے ہر جگہ میری عزت اور حوصلہ افزائی کی ہے میں دل کی
گہرائیوں سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں کا بہت
زیادہ ممنون ہوں کہ انہوں نے میرا انتہائی حوصلہ بڑھایا۔ میرا شاہانہ استقبال کیا
گیا۔ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے جذبات دیکھ کر میرا حوصلہ بڑھ چکا ہے اور
انشاءاللہ میں اپنے قومی نصب العین یعنی پاکستان کے حصول کے لیے اب
دوگنی محنت کروں گا تاکہ ہم اپنی منزل کو جلد پاسکیں (۲۶۴)

قائداعظم کے اس پیغام پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل سرحد
سے قائداعظم انتہائی متاثر ہو کر گئے تھے۔ اور ڈیڑھ برس ہی گزرا تھا کہ صوبہ سرحد

---

(۲۶۴) قائداعظم اور سرحد۔ عزیز جاوید

کے عوام نے پاکستان کے حق میں ریفرنڈم کے ذریعہ اپنا فیصلہ دے دیا(۲۶۵) اور اولیائے مانکی شریف کے اس مشن کی تکمیل ہو گئی جو انہوں نے تقریباً ایک صدی قبل شروع کیا تھا۔(۲۶۶)

لیکن قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس کے اصل خالقوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور مفاد پرست طبقہ حکومت پر قابض ہو گیا جبکہ حضرت پیر مانکی شریف کی تحریک پر جمعیت الاصفیا نے ایک عہد نامہ مرتب کیا تھا کہ .... "پاکستان بننے کے بعد یہاں اسلامی حکومت ہو گی"۔ اور اس عہدنامے پر حضرت کے ساتھ ساتھ قائداعظم، مانکی شریف کی اہم شخصیت ٹھیکیدار میر اسلم خان او مسلم لیگ کے دیگر کئی اراکین نے دستخط کیے تھے (۲۶۷) لیکن افسوس ہے کہ چار عشرے گزرنے کے باوجود اس پر عمل نہ ہو سکا جبکہ آج تک اسلام کا نام ہی لے کر عوام پر حکومت کی گئی۔

---

(۲۶۵) قائداعظم نے صوبہ سرحد کے لیے ایک ریفرنڈم کمیٹی قائم کی تھی جس کے سربراہ قائداعظم خود تھے اور پیر صاحب مانکی شریف اہم ممبر۔ اور پیر صاحب کا یہ اثر ہی تھا کہ جب ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو حکومت ہند نے ریفرنڈم کے نتائج کا اعلان کیا تو معلوم ہوا کہ پاکستان کے حق میں ۸۹,۲۴۴ ووٹ پڑے جبکہ ہندوستان کے حق میں صرف ۲,۸۷۴ ووٹ۔ یہ یاد رہے کہ صوبہ سرحد میں صرف پیر صاحب مانکی شریف کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ گویا ووٹروں کی اکثریت نے حضرت پیر صاحب کے فرمان کے مطابق پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ اسی لیے اس حقیقت کا آج بھی اعتراف کیا جاتا ہے کہ اگر قائداعظم، پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں پاکستان کے بارے میں ہمنوا نہ بناتے تو صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا نتیجہ کچھ اور ہوتا۔

(۲۶۶) مانکی شریف کی پہلی روحانی شخصیت حضرت عبدالوہاب نے ۱۸۶۵ء میں اپنے مرشد حضرت اخوند صاحب سوات کے ہمراہ انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جہاد میں حصہ لیا اور مانکی شریف کی چوتھی روحانی شخصیت نے قیام پاکستان میں اہم اور بنیادی کردار ادا کر کے اپنے اکابرین کے مشن کی تکمیل کر دی۔

(۲۶۷) یہ اہم (DOCUMENT) بڑی کوششوں کے باوجود مجھے نہ مل سکا اس کا ذکر اکثر مصنفین نے کیا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اگر انہیں اس کے بارے میں علم ہو تو پیرزادہ نبی امین صاحب، مانکی شریف سے یا مصنف کتاب ہذا سے رجوع فرمائیں۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے یہ بڑی اہم قرطاس ہے۔

حضرت پیر صاحب...... قید و بند میں:

حضرت موہانی کا یہ مشہور شعر ہے کہ....

ہے مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی
یک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

اس شعر کی عملی تشریح تحریک پاکستان کے سلسلہ میں دوران قید و بند حضرت پیر صاحب نے فرمائی اگرچہ آپ شعر و شاعری میں تو مشغول نہ رہے لیکن آپ نے نہ صرف اہل سرحد کو بار بار یہ پیغام دیا کہ حصول پاکستان کی جدوجہد میں کسی بھی قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں بلکہ آپ کے مریدوں نے ہری پور ہزارہ کی جیل پر لہرانے والے یونین جیک کے پرچم کو اتار کر مسلم لیگ کا پرچم لہرا دیا۔ آپ کی جیل سے رہائی قیام پاکستان سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ہوئی۔(۲۶۸)

حضرت پیر صاحب کا وزارت سے انکار:

قیام پاکستان کے بعد کم از کم صوبہ سرحد کی سربراہی آپ کا حق تھا اور اگرچہ آپ کو وزارت پیش بھی کی گئی لیکن آپ نے نہایت بے نیازی سے فرمایا کہ .... "درویشوں کو وزارت سے کوئی سروکار نہیں" (۲۶۹) اور اس طرح آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کی جدوجہد کسی عہدے یا سیاسی مفاد کے لیے

---

(۲۶۸) یہ گرفتاری تحریک سول نافرمانی کے سلسلہ میں کی گئی تھی جبکہ آپ کے اشارے پر ہزاروں مریدین نے گرفتاریاں پیش کیں۔ دیگر کارکنوں کے ساتھ آپ کی رہائی بھی ۳، جون ۱۹۴۷ء کو عمل میں آئی۔ دراصل حضرت پیر صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت کے ساتھ ہی حصول پاکستان کے لیے اپنی جدوجہد تیز کر دی تھی۔ آپ نے ہزاروں روپے خرچ کرتے ہوئے مسلم لیگ کے منشور اور حصول پاکستان کے مقاصد کے سلسلے میں تحاریر اور مضامین پشتو میں شائع کرائے تاکہ صوبے کی اکثریت جو پشتو جانتی تھی، اس تحریک سے پوری طرح آگاہ ہو سکے۔

(۲۶۹) اس کی وضاحت وزیراعظم لیاقت علی خان کے اس خط سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت پیر صاحب کو فروری ۱۹۴۸ء میں تحریر کیا۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ا

نہیں تھی بلکہ آپ کی کاوشوں کا مقصد اسلامی نظامِ حکومت کا قیام، عوامی بہبود اور ملکی استحکام تھا۔ جس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے آپ نے قیامِ پاکستان کے بعد ملکی سیاست میں تعمیری حصہ لیتے ہوئے دیا۔

مہاجرین کی آبادکاری

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی سب سے اہم مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا تھا جس کے لیے سرحد میں بھی قائداعظم ریلیف کمیٹی قائم کی گئی اور پیر صاحب اس کے نائب صدر مقرر کیے گئے۔ آپ نے قریہ قریہ جا کر اپنے مریدوں اور معتقدین کو اس نیک کام کے لیے تیار کیا جس کے نتیجہ میں عوام نے دل کھول کر فنڈ دیے اور اس طرح صوبہ سرحد میں مہاجرین کو اس طرح آباد کر دیا گیا کہ وہ اس معاشرے کا ایک حصہ بن گئے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی جب کہ لسانی اور علاقائی تعصب نے تقریباً ہر صوبے کو متاثر کیا ہے لیکن صوبہ سرحد میں الحمدللہ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ اور پھر لاکھوں افغان مہاجرین آج بھی اس صوبے میں زندگی کے ہر شعبہ میں سرگرمِ عمل ہیں اس لیے کہ یہ ان ہی روحانی ہستیوں کی تعلیمات کا اثر ہے کہ جن کے نزدیک آدمیت سب سے پہلی ترجیح ہے۔

جہادِ کشمیر اور پیر صاحب مانکی شریف (۲۷۰)

اولیائے مانکی شریف نے ہمیشہ اصلاحی تحریک کے ساتھ ساتھ کفر اور غلامی کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ اس لیے قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی جب مسئلہ کشمیر درپیش ہوا تو آپ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی آزادی کی خاطر اپنے احباب، مریدین اور معتقدین کے ہمراہ کشمیر کے محاذ پر تشریف لے گئے اور اس جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور اگر اس جہاد کے خلاف سازش نہ ہوتی تو یقیناً پاکستان کی طرح

(۲۷۰) اگر اس وقت تمام مذہبی جماعتیں جہادِ کشمیر پر متفق ہوتیں، قبائلیوں کو منظم طریقے سے میدان میں اتارا جاتا اور اربابِ حکومت سازشی ٹولے کی چالوں میں نہ آتے تو کشمیر ہندو سامراج سے آزاد ہو جاتا۔ حضرت پیر صاحب نے جہادِ کشمیر کے لیے پورے صوبے کا دورہ کیا۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۔۳

آج کشمیر بھی آزادی کی نعمت سے مستفیض ہوتا۔

جہادِ کشمیر کے سلسلے میں پیر صاحب کے ایک ساتھی قاضی فضل الرحمان صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر شفیق الرحمان صاحب نے مجھے بتایا کہ والد صاحب فرماتے تھے۔ "جہادِ کشمیر سے واپسی پر ایک اہم مسئلہ قبائلی لشکر کو کنٹرول کرنا تھا کیوں کہ کامیابی کے قریب پہنچ کر جب ان لوگوں کو واپسی کے لیے کہا گیا تو وہ انتہائی بددل ہو چکے تھے جس سے خود پاکستان کے سرحدی علاقوں میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا۔ ایسے موقع پر والد صاحب نے پیر صاحب کے ہمراہ مل کر سیاسی تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان مجاہدین کی نہ صرف ہر طرح خاطر مدارت کے لیے خان گڑھی حبیب اللہ کے تعاون سے بروقت اقدامات کیے بلکہ پیر صاحب نے انہیں پند و نصائح کے ذریعہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی تلقین کی اور اس طرح پیر صاحب کے روحانی اثر سے وہ مطیع ہو گئے۔ (۲۷۱)

اسی تحقیقی دورہ کے دنوں میں ایک دن میں جب محمد حنیف خان صاحب ـــــ سے ملاقات کے لیے ان کے گھر حاضر ہوا تو دورانِ گفتگو خان صاحب نے پیر صاحب کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا......

"میں پیر صاحب کے ہمراہ وادی کاغان کے مقام کوائی میں تھا، وہاں چائے کی دعوت تھی لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت کافی عرصہ سے بارش نہیں ہوئی جس سے ہماری اقتصادیات بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ اپنے فضل سے بارش فرما دے۔ آپ نے فرمایا کہ آئیے سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ آپ سید ہیں اس کی برکت سے بارانِ رحمت ہو جائے۔ دعا کے بعد پیر صاحب نے مجھے آہستہ سے فرمایا کہ خان، چائے جلدی سے پی لیں تاکہ واپسی ہو اس لیے کہ بارش ہونے پر پھر مشکل ہوگی (کیوں کہ سید حضرات نے دعا

(۲۷۱) انٹرویو۔ ڈاکٹر شفیق الرحمان، مانسہرہ ۲۰، جنوری ۱۹۹۰ء ڈاکٹر صاحب سے یہ گفتگو ان کے کلینک (لب ۱) مانسہرہ میں ہوئی اور اس وقت میرے ہمراہ برادرم محمد قاسم خان ایڈووکیٹ بھی تشریف فرما تھے۔

کی ہے! ہم چائے پی کر روانہ ہی ہوئے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی"۔(۲۷۲)

توجہ فرمائیے کہ اللہ کے یہ نیک بندے جب ہاتھ اٹھاتے تھے تو اللہ انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹاتا لیکن آپ نے کبھی ان کرامات کا نہ تو زور و شور سے ذکر کیا اور نہ ان سے لوگوں پر اثر ڈالنے کی کوشش کی اس لیے کہ آپ مذہب کے نام پر دنیا داری کرنے کے سخت خلاف تھے۔(۲۷۳) اپنی کرامت پوشیدہ رکھنے کی غرض سے اہل کوائی کو اس اعزاز سے نوازنے کی کوشش کی۔

پیر صاحب اور جناح عوامی مسلم لیگ

جہاد کشمیر کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کی تساہلی اور اسلامی نظام کے نفاذ میں لیت و لعل نے پیر صاحب کو مسلم لیگ سے بددل کر دیا۔ حالانکہ وہ پیر صاحب ہی کی ہستی تھی کہ جس نے پارٹی اور حکومت کی قیادت کو الگ الگ رکھنے

---

(۲۷۲) محمد حنیف خانصاحب ہزارہ کی اہم سیاسی شخصیت ہیں۔ آپ مختلف حکومتوں کے دوران اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء کی

(THE PEACE CONFRENCE OF THE ASIAN AND PACIFIC REGIONS) منعقدہ پیکنگ میں پیر صاحب کے ہمراہ آپ بھی پاکستانی وفد میں شامل تھے۔ اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس ۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ہوا جس میں ۳۷ ممالک کے ۳۷۸ مندوبین نے شرکت کی، جن میں پاکستان کے ساتھ ساتھ آسٹریلیا، برما، کینیڈا، سری لنکا، چلی، چین، کولمبیا، کاسٹاریکا، قبرص، ایکویڈور، السلواڈور، گوئٹے مالا، ہنڈراس، بھارت، انڈونیشیا، ایران، عراق، اسرائیل، جاپان، نکاراگوا، پانامہ، پیرو، فلپائن، شام، تھائی لینڈ، ترکی، امریکہ، روس اور ویت نام شامل تھے۔

حنیف خان صاحب، فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) اور ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) کے عہد حکومت میں، بہت فعال رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے برادر بادشاہ خان دونوں حضرات نے پاکستانی سیاست میں ہزارہ سے اہم کردار ادا کیا اور آج کل بادشاہ خانصاحب کے صاحبزادے اور آپ کے بھتیجے گشتاسپ خان اپنے بزرگوں کی روایات قائم کرتے ہوئے گزشتہ کئی برسوں سے ہزارہ کی نمائندگی کرتے ہوئے پاکستان، خصوصاً صوبہ سرحد کی سیاست میں اہم اور کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور عوام سے رابطہ کے دوران مجھے اندازہ ہوا کہ اہل ہزارہ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

(۲۷۳) پیر صاحب کی کرامات اور پیش گوئیوں کے بارے میں الگ سے بحث کی جائے گی۔ یہاں سلسلہ گفتگو کو مربوط رکھنے کے لیے کرامات مذکورہ بالا کو ذکر کیا گیا ہے۔

کی تجویز پیش کی اور قائداعظم نے اس سے اتفاق کیا جب کہ دوسرے لیڈروں کو اس کا ملال تھا لہٰذا انہوں نے پیر صاحب کے مقابل قیادت پیدا کرنے کے لیے سازشیں شروع کر دیں۔(۲۷۴)

اور چونکہ حکومت کسی طرح بھی اسلامی نظام کے بارے میں مخلص نہ تھی لہٰذا آپ نے ۱۹۴۹ء میں مانکی شریف میں صوبہ سرحد کی نامور سیاسی شخصیات کو مدعو کیا اور سب کی متفقہ رائے سے ایک نئی سیاسی پارٹی ..... "جناح عوامی مسلم لیگ" کا قیام عمل میں لایا گیا۔(۲۷۵)

---

(۲۷۴) کراچی میں ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظم کی موجودگی میں پیر صاحب نے یہ تجویز پیش کی۔ بات بیلٹ تک پہنچی اور پیر صاحب کی رائے کی حق میں فیصلہ ہوا قائداعظم مسلم لیگ کی صدارت سے الگ ہو گئے۔ اکثریت نے پیر صاحب کا نام تجویز کیا لیکن پیر صاحب اس پر راضی نہ ہوئے لہٰذا چوہدری خلیق الزماں کو مسلم لیگ کا صدر چن لیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کا یہ قدم بھی ذاتی منفعت کے لیے نہ تھا بلکہ پارٹی اور حکومت کی اصلاح کے لیے تھا۔

(۲۷۵) قائداعظم کی وفات کے بعد پیر صاحب کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی، مسلم لیگ سے وہ پہلے ہی مایوس ہو چکے تھے لہٰذا استحکام پاکستان اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے نئی سیاسی پارٹی بنائی گئی جس میں حسب ذیل حضرات اپنی پوری ہمدردیوں اور توانائیوں کے ساتھ موجود تھے۔

(۱) ارباب سکندر خان خلیل
(۲) غلام محمد خان لونڈ خور
(۳) ارباب عبدالغفور خان
(۴) ارباب سیف الرحمان ایڈووکیٹ
(۵) شیر بہادر خان ایڈووکیٹ
(۶) دوست محمد کامل
(۷) ماسٹر خان گل
(۸) مولانا شاکر اللہ
(۹) میاں عبداللہ شاہ اور دیگر سیاسی، مذہبی اور فلاحی شخصیات

حضرت پیر صاحب نے مسلم لیگ کی طرح اس نئی جماعت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر فعال کردار ادا کیا۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۴

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ پیر صاحب نے کئی موقعوں پر مسلم لیگ کے باہمی اختلافات ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۵

جب حسین شہید سہروردی نے پیر صاحب کو اس بات کا یقین دلایا کہ چونکہ اہل بنگال بھی شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں اس لیے پاکستان میں مکمل طور سے اسلامی قوانین رائج کر دیے جائیں گے تو سہروردی کو اس پارٹی کا پاکستان بھر کے لیے صدر بنا دیا گیا اور پیر صاحب نے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے نئی پارٹی اپنی سیاسی قوت کے لیے نہیں بنائی بلکہ اس کا مقصد بھی شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہے اور پھر آپ نے تحریکِ پاکستان کی طرح اپنی ذمہ داری صرف صوبہ سرحد تک محدود رکھی۔ پنجاب کے لیے نواب افتخار حسین ممدوٹ اور سندھ کے لیے جی ایم سید کو ذمہ داری سونپی گئی اور جب محمد ایوب کھوڑو نے پارٹی کا نام صرف عوامی لیگ تجویز کیا تو پیر صاحب نے اس سے بھی اتفاق کیا اور اسی لگن اور تندہی سے اس پلیٹ فارم سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تگ و دو شروع کی جس طرح قیامِ پاکستان کے لیے شروع کی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حسین شہید سہروردی پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہو گئے (٢٧٦) لیکن سہروردی صاحب بھی پیر صاحب کا اصل مطالبہ ..... "شریعت اسلامیہ کا نفاذ" پورا نہ کر سکے جس سے پیر صاحب سیاست دانوں سے قطعی مایوس ہو گئے اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے آپ نے اپنے طور سے اسلامی اقدار کی ترویج اور عوامی فلاح و بہبود کی طرف توجہ مرکوز کر لی۔

پیر صاحب مانکی شریف مورخین و محققین کی نظر میں

حضرت محمد امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف نے تحریکِ پاکستان، قیام پاکستان، استحکام پاکستان اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو قابل قدر خدمات انجام دیں انہیں نہ صرف آپ کے ہم عصروں نے خراج تحسین پیش کیا بلکہ آج تک جو بھی مورخ اور محقق پاکستان کے بارے میں جب بھی لکھتا ہے

---

(٢٧٦) چونکہ پیر صاحب صدق دل سے اسلامی اقدار کے عروج کے لیے عمل پیرا تھے اس لیے ریفرنڈم اور عوامی لیگ کی کامیابی دونوں آپ ہی کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ تھا۔

اس کی تحریر آپ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ (٢٧٧)

١۔ عبدالخالق صاحب خلیق نے "زہ او ځما زمانہ" (میں اور میرا دور) کے عنوان سے ١٧٢، صفحات پر مشتمل پشتو کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت دیگر واقعات کے ساتھ ساتھ حضرت امین الحسنات، پیر صاحب مانکی شریف کی روحانی، اصلاحی، اور سیاسی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مصنف، حضرت کی روحانی کمالات اور فلاحی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہے-----

پہ امداد دِ مرحوم پیر صاحب کمال
مونږ جوړه کړه په مانکی کښې ھسپتال (٢٧٨)

ترجمہ: پیر صاحب (حضرت امین الحسنات) جو کہ روحانیت کے درجہ کمال پر تھے، ان کی مدد سے ہم نے مانکی شریف میں ہسپتال تعمیر کی۔

اسی طرح حضرت امین الحسنات، پیر صاحب مانکی شریف کی سیاسی خدمات اور ان پر عوامی اعتماد کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ

....

پہ اگست کښې انتخاب اوشو ضمنی
شو ممبر اسمبلی پیر د مانکی (٢٧٩)

ترجمہ: اگست میں جب ضمنی انتخابات ہوئے تو حضرت پیر مانکی صاحب کو اسمبلی کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اور پھر یہی مصنف اپنے ہم عصر اس عظیم روحانی اور

---

(٢٧٧) آج بھی سینکڑوں حضرات ایسے موجود ہیں جنہوں نے حضرت امین الحسنات پیر مانکی شریف کی روحانی بلندیوں کے ساتھ ساتھ آپ کی مدبرانہ سیاسی صلاحیتوں کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا۔ ان میں سے ٨٠ سے زائد افراد سے بالمشافہ ملاقات کر کے ان کے انٹرویو کیے گئے۔ جن میں سے صرف چند کا ذکر کیا جائے گا۔

(٢٧٨) زہ او ځما زمانہ۔ عبدالخالق، پشاور، ادارہ اشاعت سرحد، ١٩٧٢ء، ص ٩٩۔

٢٧٩۔ ایضاً ص ١١٥۔ (یہ اگست ١٩٥٣ء کا ذکر ہے جب سردار عبدالرشید کے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مقرر ہونے کے بعد ضمنی انتخابات کرائے گئے۔ سردار صاحب اس سے قبل انسپکٹر جنرل پولیس تھے۔

سیاسی شخصیت کے وصال پر یوں گویا ہوتا ہے.........

مرگ د پیر صاحب وہ مرگ دپختنون قام
پہ مشکل بہ څوک حاصل کړی دامقام (۲۸۰)

ترجمہ: پیر صاحب کی وفات دراصل پوری پختون قوم کی موت ہے اور یہ مقام کسی کو بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف کی زندگی میں، اسلامی نظام کے قیام اور تحریکِ پاکستان کا جذبہ نمایاں تھا مئی ۱۹۴۶ء کی پاکستان کانفرنس منعقدہ بنوں (صوبہ سرحد) میں، بحیثیت صدر آپ نے فرمایا۔

"مسلمان وہ ہیں جو ہر حالت میں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسلام نسلی چیز نہیں اور نہ مسلمان صرف نام، خوراک اور لباس سے پہچانے جاتے ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے پہچانے جاتے ہیں.......

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ داخل ہو جاؤ اسلام میں کل (۲۸۱) اور اللہ کے احکام پر عمل کرو۔ مگر اے برادران عزیز جب تک اسلامی حکومت نہ ہوگی تب تک ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسلامی حکومت کے بغیر قصاص کیسے لیا جا سکتا ہے اور شریعت کیسے جاری ہو سکتی ہے.......

سیاسی حالات کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظم کے حوالہ سے آپ نے فرمایا......

"جناح صاحب وہ ہے کہ جو کانگریس میں اس غرض سے شامل تھے کہ یہ انگریزوں کے خلاف ہے۔ جب جناح صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ تحریک مسلمانوں کے لیے تباہ کن ہے تو وہ الگ ہو گئے۔ مسلم لیگ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے

(۲۸۰) زہ او حالات زمانہ۔ محولہ بالا، ص ۲۲۵۔

(۲۸۱) یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ (قرآن، سورہ ۲، آیت ۲۰۸)

آپ نے فرمایا......

"مسلم لیگ والوں نے خلافت اور کانگریس کے نام سے قربانیاں کی ہیں۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب نے کانگریس میں کتنی قربانیاں کی تھیں لیکن آخر کار وہ بھی ہندو سے بیزار اور کانگریس سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ تحریکِ خلافت میں ہندوؤں کو گاندھی پر اشتباہ پیدا ہوا کہ مسلمان نہ ہو جائے تو اپنی قوم کو مطمئن کرنے کے لیے گاندھی نے اعلان کیا کہ میری رگ میں ہندو کے لیے خون ہے مسلمان مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ حق خود اختیاری اور پاکستان۔ کانگریس کا مطالبہ اکھنڈ ہندوستان۔"

آزادی کی تحریکوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے آپ نے قوموں کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ترکی عورت کا حوالہ دیتے ہوئے سامعین کو یاد دلایا کہ.......

"ترکوں کو مریض یورپ کہا جاتا تھا مگر ان کی قومی ہمدردی دیکھیں کہ ایک ترکی عورت نے دو سو کارتوس پائے۔ ان دو سو کارتوسوں کو اس نے اپنی فوج تک پہنچانے کی کوشش کی۔ نہایت سردی کی وجہ سے اس کے بیٹے کی جان نکل گئی۔ مگر ایک جان قربان کی اور دو سو جانوں کو دشمنوں کے نرغہ سے بچا لیا۔"

آزادی کے بارے میں انگریز کے رویہ کا بیان آپ نے ان الفاظ میں کیا ....

"انگریز نے دوران جنگ (دوسری عالمی جنگ) اعلان کیا کہ آزادی ہر قوم کو ملے گی۔ اب جنگ کے بعد اسے ہندوستان کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ادھر روس ہر مظلوم کا دوست ہے۔ نیز اب انگریز زیادہ کھاتے تنگ ہو گیا ہے اس لیے مجبوراً ہندوستان کو چھوڑ رہا ہے اور اس لیے اس نے ہندوستانیوں کو عارضی اختیارات اور حکومت دینے کی کوشش کی....... مسلم لیگ

نے اپنے نصب العین کے مطابق پاکستان مانگا۔ پاکستان، جو دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد بن گیا۔" (۲۸۲)

غرض کہ قیام پاکستان سے صرف ایک برس قبل منعقد ہونے والی "پاکستان کانفرنس (۲۸۳) میں حضرت امین الحسنات، پیر مانکی شریف نے اہل سرحد کو قیام پاکستان کے پس منظر پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے تمام تاریخی حقائق سے آگاہ فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریفرنڈم میں اس خطہ کے مسلمانوں نے اپنی اسلام اور پاکستان دوستی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کا پورا (CREDIT) پیر مانکی صاحب کو جاتا ہے تو پھر کیوں نہ آپ کے ہم عصر مورخین آپ کو خراج تحسین پیش کرتے اور خراج تحسین اس لیے کہ تحریک پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان تک کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ تو پہلے بات تحریک پاکستان کی.......

تحریکِ پاکستان اور پیر مانکی صاحب :۔

یوں تو تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں پیر مانکی صاحب کا کردار کسی طرح بھی قائداعظم، لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر سے کم نہیں لیکن آپ نے کبھی بھی قوم پر یہ احسان نہیں جتایا۔ مگر افسوس ہے ہمارے مورخین پر کہ انہوں نے بھی اظہارِ حق سے پہلوتہی کرتے ہوئے تحریکِ پاکستان کا سہرا صرف چند افراد کے سر ٹھہرایا اور حقیقی اور مخلص محرکینِ پاکستان کو وہ مقام نہ دیا جس کے وہ حقدار تھے۔ پیر صاحب کے نزدیک دوسرے لیڈروں کا کیا مقام تھا۔ درج ذیل مضمون اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

"خدا کا بہت بڑا فضل ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کی سیاست، ہمت، قابلیت اور بے لاگ کوششوں اور مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں اور صبر کی وجہ

(۲۸۲) جمہوریت۔ (ہفت روزہ) پشاور، ۶ جون ۱۹۴۶ء

(۲۸۳) یہ کانفرنس ۳۰ اور ۳۱، مئی دو دن جاری رہی۔ ۳۱، مئی کو صبح ساڑھے آٹھ بجے پاکستان مشاعرہ ہوا۔ اس کانفرنس کی پوری روئیداد مذکورہ اخبار نے بڑی تفصیل سے اور نمایاں طور پر شائع کی تھی۔

سے انگریز اس بات پر مجبور ہوا کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلمانوں کا حصہ علیحدہ کر کے ان کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس میں پاکستان یعنی اسلامی حکومت قائم کریں۔ مگر چونکہ کچھ عرصہ پہلے مسلمانانِ سرحد کا کچھ حصہ عبدالغفار خان کے بہکانے سے ہندوؤں کے ساتھ تھا اور گزشتہ الیکشن میں کانگریس کی امداد کی تھی اس لیے انگریز نے یہ فیصلہ کیا کہ صوبہ سرحد کے لوگوں سے پھر پوچھا جائے کہ وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندوستان۔"

کسی کے فریب ومکر اور دھوکے میں نہ آئیے اور یاد رکھیے کہ آپ سے جو رائے لی جائے گی وہ صرف "پاکستان و ہندوستان" کے متعلق ہوگی۔ یہ بات برطانوی حکومت کے اعلان میں بھی واضح طور پر بیان کی گئی ہے اور ایک پریس کانفرنس میں وائسرائے نے بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ صوبہ سرحد کے باشندوں سے پوچھا جائے گا کہ وہ... "ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے یا پاکستان کے ساتھ۔"

اگر آپ سے کوئی کہے کہ ووٹ پاکستان اور پٹھانستان کے متعلق ہوں گے یا ایک بکس جناح صاحب اور دوسرا عبدالغفار خان کا ہوگا اور اس قسم کی کوئی اور بات کہے تو یہ سب جھوٹ ہوگا۔

جو لوگ اس قسم کی باتیں کہیں ان سے کہیے کہ آپ کوئی ایسا صندوق بتلائیں جس پر عبدالغفار خان، جناح صاحب یا پٹھانستان کا نام لکھا ہو۔ صندوق صرف دو ہوں گے ایک "پاکستان" کا اور دوسرا "ہندوستان" کا۔ اس کی تحقیق پولنگ اسٹیشنوں پر بھی غیر جانبدار اشخاص سے ہو سکے گی۔

پھر یاد رکھیے! کہ صرف یہی پوچھا جانا ہے کہ

"پاکستان مانگتے ہو یا ہندوستان؟"

"مسلمان کا ساتھ دیتے ہو یا ہندو کا؟"

امید ہے کہ مسلمان پاکستان کے لیے اور مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے حق،

میں ووٹ دے گا(۲۸۴)

یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کی تاریخ مرتب کرنے والے بعض غیر جانبدار مؤرخین نے حضرت پیر صاحب کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ "تقسیم کے بعد سرحد میں چار نمایاں اور ممتاز مسلم لیگی لیڈر تھے اور اپنے صوبے کے حدود سے باہر ملکی سطح پر بھی شہرت و مقبولیت کے مالک تھے۔ انہوں نے قیامِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ یہ لیڈر سردار عبدالرب نشتر، خان عبدالقیوم خان، پیر مانکی شریف اور یوسف خٹک تھے۔"(۲۸۵)

یہی نہیں بلکہ پیر صاحب مانکی شریف نے تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کو آگے لانے میں ۱۹۴۵ء میں ان حضرات کو اکٹھا کیا اور اس موقع پر جو خطاب کیا وہ تحریکِ پاکستان کے اغراض و مقاصد اور علمائے کرام و صوفیائے عظام کی دلچسپی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا.... "میرے واجب الاحترام معزز بھائیو! قبل اس کے کہ میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں آپ جملہ حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے علمائے کرام کا عموماً سجادہ نشینان عظام حضرات کا خصوصاً تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے شریعت کے حقوق کی حفاظت کی خاطر بہت دور دور سے مالی و جانی تکالیف برداشت کرتے ہوئے تشریف آوری فرمائی ہے یہ آپ کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میری سمجھ میں ایسے الفاظ نہیں آسکتے جس سے آپ صاحبان کا شکریہ ادا کر سکوں میں اس فکر میں ہوں کہ آپ حضرات کے اس احسانِ عظیم کا بدلہ کس طرح پورا کر سکوں گا کہ آپ حضرات نے میرے ساتھ وہ مہربانی کی۔ جس کے میں لائق ہی نہ تھا۔

---

(۲۸۴) پیر صاحب مانکی شریف کی یہ تقریر ایک پمفلٹ کی صورت میں شعبہ نشر و اشاعت مسلم لیگ، صوبہ سرحد نے اردو اور پشتو میں ساتھ ساتھ شائع کر کے جاری کی۔ جس میں منطقی طور سے صوبہ سرحد کے عوام کو تحریکِ پاکستان کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے ان کو پاکستان کے حق میں فیصلہ دینے کے لیے تیار کیا گیا۔

(۲۸۵) مسلم لیگ کا دورِ حکومت۔ ڈاکٹر صفدر محمود۔ لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۸۶ء ص ۲۰۹

آپ نے میرے غریب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخش کر قابلِ فخر بنادیا اور عزت افزائی کر کے میرا حوصلہ بڑھایا، بلکہ میرے خیال میں آپ حضرات نے اپنے بیش قیمت اوقات اور دیگر مصروفیات کو نظرانداز کر کے اپنی تشریف آوری سے اس اجتماعِ خیر کے شمولیت کو جو ترجیح دی ہے اس سے تمام مسلمانوں کو خوشی اور حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ کیونکہ ایسے نازک وقت میں جبکہ دھریت کے دریا طغیانی میں آچکے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اظہارِ حق کے آواز حقیقت کو بلند کرنا اور مذہب اسلام کو اس سیلابِ فساد سے بچانا کوئی آسان کام نہیں۔ میں اس قابل نہیں کہ اس موقع پر کچھ زیادہ عرض کر سکوں۔ کیونکہ حاضرین حضرات میں بہت قابلِ قدر ہستیاں موجود ہیں جو کمترین سے ہر لحاظ پر زیادہ قابل اور ارشاد ہونے کے حقدار ہیں۔ جن کے حضور میں میرا کچھ کہنا ایک قسم کی گستاخی ہوگی لیکن چونکہ اس اجتماع کا محرک میں ہوں۔ اس لیے ضرورت نے مجھے اپنے خیالات جس کی بنا پر میں نے اس اجتماع کی ضرورت محسوس کی پیش کرنے پر مجبور کیا۔ اردو دان حضرات کی خاطر مجبوراً اپنا خیال اردو میں ظاہر کر رہا ہوں۔ حالانکہ میری عام قابلیت بھی کچھ نہیں اور اردو میں تو بالکل ہی کم جانتا ہوں کیونکہ میری مادری زبان نہیں۔ اس لیے پہلے سے التماس کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے کچھ غلطی سرزد ہو تو ازراہِ کرم مجھے معاف فرمائیں۔

میرے بزرگو! عرصہ سے کمترین کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس پر پیشوایانِ مذہب اسلام متفق ہو کر اس فسق و فجور کے زمانہ میں حق کی تبلیغ اور مذہبِ اسلام کی ترقی کے لیے عملی قدم اُٹھا کر مسلمانوں کی عام حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صوفیائے کرام یا علمائے دین نے یہ فعل ترک کر دیا ہے۔ بلکہ میرے خیال میں ہر ایک صاحب انفرادی طور پر کوشش کر رہا ہوگا لیکن اجتماعی اور انفرادی طاقت میں بہت فرق ہے اور خصوصاً بزرگوں کی اجتماعی طاقت جو نیک مقصد کے لیے ہو، انشاءاللہ اس

کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ کی تاب نہ لاسکے گی۔ آج کل مشائخ عظام اور علمائے کرام کے اجتماعی تبلیغ اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ اگر غفلت سے کام لیا گیا۔ تو میرے خیال میں مذہبِ اسلام کو بیش از بیش نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اس موقع پر پیشوایانِ ملت کو ایسی قربانی کرنا چاہیے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تمام اہلِ اسلام نے کی تھی اور ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ جو اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے برداشت کیں تھیں۔ مذہبِ اسلام کے نگہبان اور مدد کرنے والے صرف اہلِ علم اور متقی اصحاب ہیں۔ ہمیشہ سے ان ہی لوگوں نے مذہب کے لیے قربانی کی ہے اور اب بھی انہی کی قربانی اور جان توڑ کوشش سے مذہبِ اسلام کی ترقی کی امید ہو سکتی ہے۔ برادرانِ اسلام! دنیا میں مسلمانوں کا نصب العین اعلائے کلمۃ الحق اور اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری خود کرنی اور دوسرے سے کرانی ہے اور شریعتِ اسلام کے قوانین پر خود عمل کرنا اور دوسروں سے منوانا ہے۔ خود ان پر عمل کرنے کو تو ایک طرف رکھ دیجیے۔ دوسروں پر منوانے کے لیے زبردست طاقت کی ضرورت ہے مگر بدیشی حکومت کی وجہ سے اب ہماری وہ طاقت نہ رہی اب اگر ہم کچھ خود کرنا چاہیں یا دوسروں نے منوائیں تو وہ صرف قانونِ وقت کے ماتحت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قانونِ وقت کے ماننے پر ہم مجبور ہیں اگر قانون ایک چیز کی اجازت نہیں دیتا تو دوسروں پر منوانے کو تو چھوڑیں۔ ہم خود ہی اس کو رائج نہیں کر سکتے اب رہا قانون کا سوال تو شروع شروع میں جب انگریزوں نے آکر ہمارے ملک پر قبضہ کیا تو بہت عرصہ تک انگریزی حکومت کا افسرِ اعلیٰ اپنی مرضی سے قوانین بنا کر رائج کر لیتا تھا۔ اسمیں دوسرے کسی کو دخل دینے کی طاقت نہ تھی اور پبلک کو مجبوراً ان قوانین پر عمل کرنا پڑتا۔ کچھ عرصہ بعد انگریزوں نے اپنی امداد کے لیے یا عوام کی بدنامی سے بچنے کی خاطر اپنے ساتھ قوانین بنانے میں برائے نام ان

ہندوستانیوں کو ملا کر کونسل بنائی ہے جو حکومت کی خاطر اپنی قوم و مذہب کو قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ ایسے لوگ حکومت خود ہی نامزد کر لیتی تھی۔ اس لیے حکومت ہی کے منشا کے مطابق قوانین بنانے پر فخر کرتے تھے اور اس دوسری صورت میں بھی خیر خواہانِ قوم و ملت کو کسی قسم کا دخل دینے کا اختیار نہ تھا کیونکہ نہ تو ان سے حکومت کی ناجائز خوشامد ہو سکتی تھی اور نہ ہی حکومت کی مرضی پر چلنے کو تیار تھے۔ تیسرے دور میں تقاضائے وقت سے حکومت نے عوام کے منتخب شدہ نمائندوں کی کونسل بنائی منظور کی۔ تاکہ عوام اپنی مرضی سے لائق اور قابلِ اعتبار اشخاص کو رائے دے کر منتخب کریں جو ان کی منشا کے مطابق کونسلوں میں جا کر قوانین وغیرہ بنائیں، جو قوم کے لیے مفید ہوں، گزشتہ انتخابات میں ہر ممبر نے مسلمانوں سے اس دھوکہ اور فریب پر ووٹ حاصل کیے کہ ہم کونسلوں اور اسمبلیوں میں جا کر نفاذِ اسلام کریں گے اور ہر پارٹی نے ایک دوسرے سے زیادہ خادمِ اسلام ہونے کا دعویٰ کیا لیکن جو پارٹی بھی برسرِ اقتدار آئی۔ اس نے اسلام کے ساتھ غداری کی اگر کوئی اسلامی قوانین بنائے تو وہ بھی شریعت اسلامی سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر شرعی طور پر بنائے۔ تو کیا ایسے لوگوں سے کوئی امید ہو سکتی ہے؟ کہ وہ اسلام کی خدمت کماحقہ کر سکیں گے۔ جنہوں نے سال بھر میں بھی روزہ نہ رکھا ہو یا جو سال بھر میں ایک نماز بھی بھولے سے نہ پڑھے۔ یا جس نے باوجود طاقت کے کبھی زکوٰۃ نہ دی ہو اور حج نہ کی ہو اور عام مذہبی امور میں اس پر بھی عمل نہ کیا ہو بلکہ روز و شب علمائے دین کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ کیا ایسے لوگ مسلمانوں کے لیے شرعی قانون بنا کر راہِ عمل بنائیں گے۔ یا ایسا کرنے کی کوشش کریں گے اور اسلام اور مذہب کی ترقی کے خواہشمند ہوں گے۔ بلکہ وہ تو اعلانیہ کہتے ہیں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں اس میں مذہب کا کوئی دخل نہیں۔ کیا مسلمانوں کی سیاست میں مذہب کو دخل نہیں۔ یا کیا قرآن کریم ہی تمام سیاست نہیں۔ یا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی یہ

سیاست پرانی ہو چکی ہے اور اب ان بے پرواہوں کی سیاست کا زمانہ ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب کا نام صرف اقتدار حاصل کرنے کے لیے لیتے ہیں اور جب اقتدار مل جاتا ہے پھر نہ اسلام اور نہ مذہب کی پرواہ کرتے ہیں۔ جیسے ۱۹۳۰ء میں خدائی خدمتگاروں نے شراب خانوں اور چکلوں پر پکٹنگ کی تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ حکومت ان کو خلاف شرع امور کے بند کرانے پر جیل بھیج رہی ہے اور اس طرح پچھلے الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ حاصل کر کے اسمبلی میں گئے۔ مگر جب ۱۹۳۷ء میں ان کی وزارت بنی اور صوبہ میں کانگریس کی حکومت بنی تو نہ شراب بند کی اور نہ چکلہ بند کیا۔ حالانکہ اس وقت یہ دونوں خلافِ شرع امور بند کرنے کی طاقت ان کے ہاتھوں میں موجود تھی۔ پھر ۱۹۴۲ء میں جب وزارت چھوڑ دی تو اسی طرح شراب وغیرہ پر پکٹنگ شروع کر دی۔ مگر اب ۱۹۴۵ء میں جبکہ دوبارہ کانگریسی وزارت ہے نہ شراب پر پکٹنگ ہے نہ بند کراتے ہیں حالانکہ اب حکومت کانگریس کی ہے اور ہر ایک ایسے خلافِ شرع کام کے بند کرنے کے مجاز ہیں۔ اسی طرح مسلم لیگ والے بھی اقرار اور دعوے کر کے کامیاب ہوئے مگر آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا اور زبانی پاکستان کے نعرے لگا لگا کر مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرتے رہے مگر سرحد اسمبلی میں پاکستان کی تجویز جب خان بہادر سعد اللہ خان نے پیش کی۔ تو اسی مسلم لیگی اورنگ زیب نے صرف اجیت سنگھ کی ناراضگی کی وجہ سے یہ تجویز ملتوی کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ وقت میں نسبتاً مسلم لیگ مسلمانوں کے مفاد کی جماعت ہے اور پاکستان مسلمانوں کی نصب العین ہے مگر پاکستان مذہبی پاکستان ہونا چاہیے اگر مذہبی پاکستان نہ ہو تو ہندوستان اور پاکستان میں ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ شامل ہونے سے ہمیں مذہبی خطرہ ہے۔ وہ تو ہمارے مذہب کے دشمن ہیں اگر ہم مذہبی مسئلہ بالائے طاق رکھیں تو ہندوؤں کے ساتھ ہی مسلمانوں کے دیگر

معاملات میں شرکت ہو سکتی ہے اور ویسے پاکستان ماننے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ اکثر یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں ان میں علماء کا کیا دخل ہے۔ تو میرے خیال میں اگر یہ لوگ انتخابات کے وقت یہ اعلان کر دیا کریں کہ سیاسی معاملات میں مذہب کا کوئی دخل نہیں۔ ہم صرف ممبر بننے اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔ تو عوام کو دھوکہ تو نہ ہوگا اور اگر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ اکثر انتخابات کے وقت ہر امیدوار ایسے دعووں کی تومار باندھ دیتا ہے کہ ہم خدمتِ قوم اور ترقی مذہب کے لیے ممبری حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مذہب کے پیشوایان بھی علما اور قوم بھی علماء کے ماننے والی۔ تو یہ ضرور نیک و بد کی تمیز اور جھوٹ و سچ کے معلوم کرنے میں حق بجانب ہیں۔ میرے خیال میں ضروری ہے کہ پہلے علماء میں اتفاق ہو جائے اور بعد میں اتفاق سے ہر صوبہ میں ہر نشست پر جہاں سے کسی عالم دین کی کامیابی یقینی ہو۔ مذہبی امور کی حفاظت کے خیالے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب کرانے ضروری ہیں۔ عام مسلمانوں کو ان کو امداد کرنی چاہیے۔ کیونکہ مذہب کی چوکیداری کے لیے مذہب سے ناواقف ممبر موزوں نہیں۔ اگر آپ سب حضرات میرے اس خیال سے متفق ہوں تو انشاء اللہ ہماری حسبِ منشاء مذہبی امور میں کامیابی یقینی ہے اور اگر ہم کو سو فیصدی کامیابی نہ ہو تو کچھ تو ہو جائے گی اور اگر کامیابی نہ ہو تو اظہارِ حق تو ہو جائے گا بلکہ اگر ہم اس آیت پر یقین کریں۔

"کم من فئتہ قلیلۃ غلبت فئتۃ کثیرہ باذن اللہ واللہ مع الصابرین" (۲۸۶)

تو کیوں کامیاب نہ ہوگی یا ہماری کم طاقتی کا زیادہ طاقت کے مقابلہ میں ڈر معلوم ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کر ہماری کونسی کامیابی ہوگی کہ قیامت کے دن سردارِ تمام جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ میں سرخروی سے پیش ہوں۔

(۲۸۶) قرآن۔ سورہ نمبر ۲۔ آیت نمبر ۲۴۹

ہم نے ایسے نازک وقت میں جبکہ مذہبِ اسلام کا نام لینا یا شرعی احکام پیش کرنا بھی لوگوں نے بدنامی اور تہمت کا باعث بنا رکھا تھا اور ہم نے طاقتور دشمن کے مقابلہ میں کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے آوازِ حق بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے اور ایسا کہنے کا موقع حاصل ہو جائے۔

یہ تو تھا میرا نظریہ جو پیش خدمت کیا باقی آپ میرے بزرگ ہیں۔ اس کے متعلق جو فیصلہ متفقہ طور پر کریں مجھے بسر و چشم منظور ہے اگر آپ حضرات نے یہ فیصلہ طے کیا کہ آئندہ انتخابات میں علمائے دین میں سے بھی کسی کو کامیاب کرانا ضروری ہے یا نہ یا غیر جانبدار رہنا چاہیے تو میں ہر طرح سے ہر امداد دینے کا وعدہ کرتا ہوں اور ہر طرح سے آپ حضرات کے فیصلہ پر عمل کرنا اپنا فخر سمجھوں گا۔ بہرحال اب وقت ہے کہ علمائے دین اس نازک صورت حالات کے پیشِ نظر دینِ اسلام کی بقا اور نگہبانی کے لیے کوئی عملی قدم اٹھا کر سچے وارثِ انبیاء بنیں۔

آخر میں، میں پھر آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کا قیمتی وقت لینے کی معافی چاہتا ہوں اور حاضرین کے لیے دعائے مغفرت کا طالب ہوں وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین۔ (۲۸۷)

حضرت پیر صاحب کی اس تقریر نے ہزاروں مشائخ و علمائے کرام کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے تحریکِ پاکستان میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کا عہد کیا اور مشائخ و علماء کو اس تحریک میں شامل کرنے کا سہرا پیر صاحب مانکی شریف کے سر ہے اور آج جو ہم مذہبی شخصیات کو سیاسی میدان میں دیکھتے ہیں وہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے جو پیر مانکی صاحب نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل شروع کی تھی۔

(۲۸۷) تقریر۔ پیر امین الحسنات صاحب، مانکی شریف، ۲۴، اکتوبر ۱۹۴۵ء اس موقع پر متفقہ طور سے یہ تجویز منظور ہوئی کہ آئندہ انتخابات اور پھر بعد میں قوم کی راہنمائی کے لیے مشائخ عظام اور علمائے کرام کی ایک جماعت قائم کی جائے جو جمعیۃ اصفیاء کے نام سے موصوف ہو اور اس کے لیے باقاعدہ عہد نامہ بھی تیار کیا گیا۔

قیام واستحکامِ پاکستان اور پیر مانکی شریف:۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب پاکستان کا قیام عمل میں آگیا تو اب اس کے استحکام کے لیے مخلص اور دین دار راہنماؤں کی ضرورت تھی جو اپنی ذات پر قوم و ملت کو ترجیح دیں اور یہ توقع صرف اُن ہستیوں سے کی جا سکتی تھی جنہوں نے تحریکِ پاکستان کی اپنے خون سے آبیاری کی تھی۔ اس سلسلے میں جہاں قائداعظم محمد علی جناح نواب زادہ لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کے نام ذہنوں میں آتے ہیں وہاں حضرت پیر امین الحسنات صاحب، مانکی شریف اور ان کے ساتھیوں کو فراموش کرنا اکابرینِ تحریکِ پاکستان سے انتہائی درجہ بے وفائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کا مورخ اس اہمیت کو تسلیم کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صفدر محمود نے حضرت پیر صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ...... پیر صاحب ایک شریف النفس انسان تھے اور انہوں نے تحریکِ پاکستان میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دی تھیں۔ (۲۸۸)

لیکن کیا ان چند الفاظ سے حقِ احسان ادا ہو جاتا ہے؟

یقیناً نہیں!

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف کی پوری زندگی، جہالت، غربت اور غلامی کے خلاف جہاد میں گزری لیکن بالخصوص جس سیاسی زندگی کا باقاعدہ آغاز آپ نے قیامِ پاکستان سے دو سال قبل ۱۹۴۵ء میں کیا تھا وہ اتنا بھرپور تھا کہ دو سال کے اندر آپ نے وہ مقام حاصل کر لیا کہ تقسیم ہند کے وقت متاثرہ خاندان آپ ہی سے رجوع کرنے لگے اور ان کے غموں

(۲۸۸) مسلم لیگ کا دورِ حکومت۔ ڈاکٹر صفدر محمود۔ لاہور۔ سنگِ میل پبلیکشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۹۔

کا مداوا آپ ہی کی شخصیت تھی۔" (۲۸۹)

استحکام پاکستان اور پیر مانکی صاحب:۔

استحکام پاکستان کے لیے سیاسی سطح پر پیر صاحب کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ آپ ہی کی شخصیت تھی جس نے کراچی میں ہونے والے مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ تجویز پیش کی کہ حکومت اور پارٹی کی سربراہی الگ الگ ہونی چاہیئے اور کئی لیڈروں کی ناپسندیدگی کے باوجود اس تجویز کو منظور کر لیا گیا۔ اگرچہ آپ کو بعد ازاں اس کی یہ سزا دی گئی کہ آپ کی سیاسی شخصیت کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ بننے کے بعد خان عبدالقیوم نے بعض سرخ پوشوں کو ہمنوا بنالیا اور باقی کو دبا دیا۔ یہی روش انہوں نے مسلم لیگی لیڈروں کے بارے میں بھی اختیار کی۔ جو سرکردہ مسلم لیگی ان کے ہاں میں ہاں ملانے پر تیار نہ ہوئے۔ ان سے نہایت نامناسب اور غیر شریفانہ سلوک کرنے سے بھی احتراز نہ کیا۔ ڈاکٹر صفدر محمود نے مسلم لیگ قیوم گروپ کے جنرل سیکریٹری یوسف خٹک کے ایک انٹرویو مورخہ ۱۶، نومبر ۱۹۷۱ء کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ...... "قیوم طبعاً آمر ہیں جبکہ پیر مانکی شریف تحریک پاکستان میں اپنی بھرپور خدمات کے باعث صوبائی معاملات میں زیادہ عمل دخل کے خواہاں

(۲۸۹) آج بھی پیر زادہ نبی امین صاحب کی فائل میں درجنوں ایسے خطوط موجود ہیں جو لٹے پٹے قافلوں سے لوگوں نے پیر صاحب کو لکھے اور اپنی پریشانیاں بیان کرتے ہوئے آپ سے دعا کی استدعا کی۔ ان میں سے ایک خط شامل کتاب کیا جاتا ہے۔ کمال والا، ضلع سیالکوٹ سے سید غلام حیدر شاہ جموی نے اپنے آپ کو خواجہ دین محمد عرف حضرت ملا صاحب کا غلام اور عقیدت مند بتاتے ہوئے ۸، نومبر کو تحریر کیا کہ...... "حضرت سوچیت گڑھ کی سرحد عبور کرتے ہوئے ڈوگرہ ملٹری نے مسلمان لڑکیاں روک لیں جن میں میری بھتیجی، عظیم بی بی عمر ۱۲ اور ۱۵ برس بھی شامل ہے۔ آپ اللہ کے حضور اس سید زادی کی عصمت و آبرو کے حفاظت کی درخواست فرمائیں۔"

(خط بنام حضرت پیر مانکی شریف)

تھے۔ (۲۹۰) اس لیے ان میں شخصی بنیادوں پر تصادم ناگزیر ہو گیا۔" (۲۹۱) اگرچہ بعد میں لیاقت علی خان نے بھی اس تصادم کو روکنے کی بڑی کوشش کی لیکن مخالف حضرات کے طرز عمل سے پیر صاحب مطمئن نہ تھے...... "قائد اعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خان نے مانکی شریف اور قیوم کے اختلافات دور کرانے کی کوشش کی، یہ کوشش وقتی طور پر کامیاب ہو گئی اور شریف النفس پیر صاحب نے حکومت سے پورا تعاون کرنے کا وعدہ بھی کر لیا لیکن جلد ہی وہ قیوم خان پر شک و شبہ کا اظہار کرنے لگے۔ پیر صاحب نے الزام لگایا کہ قیوم خان نے اپنے سرکاری منصب سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شہری اور ضلعی لیگوں میں اپنے پیروکاروں کو منتخب کرالیا ہے اور پارٹی پر ان کی گرفت بہت مضبوط اور مکمل ہو گئی ہے اور پیر صاحب اسی مسلم لیگ میں اجنبی سے بن کر رہ گئے ہیں جس کی خدمت میں انہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ صرف کیا تھا۔ چوہدری خلیق الزمان نے ایک مرتبہ پھر دونوں متحارب دھڑوں سے بات چیت کی لیکن اختلافات برقرار رہے۔ اس طرح سرحد مسلم لیگ میں گروہی جوڑ توڑ اور سازشوں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ "خان قیوم کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے سرحد مسلم لیگ کے مختلف گروہوں میں اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی گئی۔ ان کی پالیسی اور طرز عمل سے مایوس اور دل گرفتہ ہو کر ۱۹۴۹ء میں مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی سے سات ارکان اسمبلی بھی علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے وزیر اعلیٰ پر کمیونسٹ ہونے اور تخریبی اور غیر اسلامی پروگرام پر عمل کرنے کا الزام لگایا۔" (۲۹۲)

(۲۹۰) یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پیر مانکی صاحب یہ عمل دخل اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ نظام اسلام کے اس نفاذ کے لیے چاہتے تھے جس کا وعدہ انہوں نے اور ان کی تحریک پر ہزاروں مشائخ عظام اور علمائے کرام نے عوام الناس سے کیا تھا۔

(۲۹۱) مسلم لیگ کا دور حکومت۔ محولہ سابقہ، ص ۲۱۰

(۲۹۲) یہ تمام نکات کتاب مارشل لا سے مارشل لا تک، پاکستان ٹائمز لاہور کے اشاعت ۱۵، دسمبر ۱۹۴۸ء اور ۱۹، مارچ ۱۹۴۹ء میں بیان کیے گئے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ وہ مسلم لیگ جس کو سرحد میں سرخ رو کرنے کا سہرا پیر مانکی کے سر تھا، اس کی رکنیت سے بھی آپ کے ساتھیوں کو محروم کرنے کی کوشش کی گئی....... "سرحد میں مسلم لیگ کی رکنیت سازی کے مہم کے سلسلے میں جو تنظیمی کمیٹی مقرر کی گئی اس کے لیے چوہدری خلیق الزماں نے خان عبدالقیوم سے پیشگی منظوری حاصل کر لی تھی۔ وزیر اعلیٰ کے زیر اثر تنظیمی کمیٹی نے اس بات کا پورا اہتمام کیا کہ رکنیت سازی صرف صوبائی ارباب اختیار کے پیروکاروں تک محدود رہے۔ پیر مانکی شریف کے حامیوں کو یہ عذر پیش کر کے رکنیت کے فارم تک نہ دیئے گئے کہ ایک آدمی کو صرف ایک ہی فارم مل سکتا ہے۔" (۲۹۳)

حضرت پیر صاحب نے اس موقع پر اپنی ذمہ داری کو پوری طرح محسوس کیا اور عوام الناس کو صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے صوبے بھر کا دورہ کیا لیکن....

"پیر صاحب نے پندرہ دن تک صوبے کے مختلف حصوں کا دورہ کیا اور لوگوں پر اس صورتحال کے مضمرات واضح کرنے کی کوشش کی لیکن حکومت نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت تمام پبلک جلسوں اور اجتماعات پر پابندی عائد کر دی۔ یہ پابندی مخالف گروپ کی سرگرمیوں میں روکاوٹ ڈالنے کی بھونڈی کوشش تھی۔ پیر صاحب نے اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے تحقیقاتی کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ کر دیا لیکن چوہدری خلیق الزماں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے خان عبدالقیوم خان پر عائد کردہ تمام الزامات سے چشم پوشی کی۔ (۲۹۴)

یہاں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم لیگ کے مرکزی قائدین نے بھی تحریک پاکستان کے مخلص کارکنوں کو نظرانداز کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح رفتہ رفتہ مسلم لیگ مخلصین سے خالی اور اقتدار کی ہوس رکھنے والوں سے پر ہوتی

(۲۹۳) مسلم لیگ کا دور حکومت۔ محولہ سابقہ ص ۲۱۲

(۲۹۴) مسلم لیگ کا دورِ حکومت۔ محولہ سابقہ ص ۲۱۲

گئی جس کا ثبوت بادشاہ گل (۲۹۵) کی بحیثیت صوبائی مسلم لیگ کے آرگنائزر کی حیثیت سے نامزدگی تھی۔

یہاں پر اس دلچسپ حقیقت کا ذکر بے جا نہ ہوگا جس سے ہمارے قائدین کے ذاتی مفادات کی وجہ سے ملک کو سیاسی عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔

ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب "مسلم لیگ کا دور حکومت" ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۴ء کے صفحہ ۲۱۷ اور ۲۱۸ کے حاشیہ میں لیاقت علی کے دورہ سرحد کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ "ڈان" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

"سرحد کے اس دورے پر جانے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ لیاقت علی خان ذاتی طور پر سرحد لیگ کے تنظیمی مسائل کا جائزہ لینا چاہتے ہیں اور بر سر موقع تمام شکایات کی پڑتال کر رہے ہیں اس لیے ان پر اظہار رائے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن سرحد لیگ کے بعض بنیادی مسائل ایسے بھی ہیں جن پر برملا اور صاف گوئی سے اظہار خیال ہونا چاہیے۔ ان میں سرفہرست یہ ہے کہ کیا صوبوں میں حکومت اور مسلم لیگ کا سربراہ ایک ہی شخص ہونا چاہیے۔ اس سوال کو سرحد اور سندھ میں بڑی اور فوری اہمیت حاصل ہو گئی ہے کیوں کہ وہاں عنقریب بالغ رائے دہی کی اساس پر پہلے کی نسبت زیادہ ارکان والی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہونے والے ہیں۔ سرحد میں یہ عہدے اب تک علیحدہ رہے ہیں۔ اگرچہ یہ افواہیں سننے میں آرہی ہیں کہ قیوم خان یہ دونوں عہدے اب اپنی ذات میں یکجا کرنے کے حق میں ہیں۔ لیاقت علی خان پشاور میں اس سے بھی سننے

(۲۹۵) بادشاہ گل، ۱۹۴۷ء میں پاکستان آئے تھے اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں ان کا نام سننے میں نہیں آیا تھا۔ ان کی تعلیم بھی نہیں تھی، انہیں نہ کوئی سیاسی اثر و رسوخ حاصل تھا اور نہ سیاسی پارٹی میں کام کرنے کا کوئی تجربہ تھا۔ وہ قیادت کے بنیادی اوصاف سے بھی بالکل معری تھے جو سرحد میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کے لیے ناگزیر تھے اس منصب جلیلہ پر ان کا تقرر خان عبدالقیوم خان کے ایماء پر ہوا تھا۔ کیونکہ تمام دوسرے آمروں کی طرح انہیں فعال آرگنائزر یا مقبول لیڈر کی ضرورت نہیں تھی بلکہ انہیں ایک وفادار آدمی درکار تھا۔ (انٹرویو۔ یوسف خٹک محولہ سابقہ)

کی کوشش کریں گے لیکن یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا، قیوم خان کے لیے یہ بات مناسب نہ ہوگی کہ وہ اسمبلی میں اپنی طاقت کی بنیاد پر صوبائی لیگ کی سربراہی بھی حاصل کرلیں۔ اسمبلی میں ان کے اپنے پیرو کاروں کی بھرمار ہوگی۔ معقول اور صحیح یہی ہوگا کہ ان دونوں عہدوں کو الگ رکھا جائے۔"

"ڈان" کے اس اداریے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پشاور جانے سے پہلے لیاقت علی خان بھی نہیں چاہتے تھے کہ قیوم خان صوبائی لیگ کے صدر بن جائیں لیکن پشاور پہنچنے کے بعد قیوم خان نے انہیں اپنا ہم نوا بنالیا۔ اس بات کی تائید یوسف خٹک نے بھی مولفِ کتاب "مسلم لیگ کا دورِ حکومت" کے ساتھ اپنے انٹرویو میں کی۔ "کہا جاتا ہے کہ قیوم خان نے لیاقت علی خان کو ذاتی وفاداری کا یقین دلایا اور وزیراعظم کو اس خطرے کا احساس دلایا کہ اگر ابراہیم جھگڑا(۲۹۶) صدارتی انتخابات میں کامیاب ہوگئے تو وہ پنجاب میں دولتانہ اور سندھ میں کھوڑو کے ساتھ مل کر ایک بہت مضبوط گروپ بنالیں گے۔ سندھ میں کھوڑو کے بطور صدر صوبائی مسلم لیگ منتخب ہونے کا قوی امکان تھا۔ لیاقت علی خان کو اسبات میں اپنے لیے خطرہ نظر آیا۔ کیوں کہ وہ وزیراعظم ہونے کے ساتھ پاکستان مسلم لیگ کے صدر بھی تھے۔ اس لیے انہوں نے جماعت سے زیادہ اپنے ذاتی مفاد میں قیوم خان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔(۲۹۷)

حصولِ اقتدار کی یہ کہانی تو بہت طویل ہے جس میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف اور ان کے مخلص، محب وطن اور اسلام دوست ساتھیوں کی خدمات کو یکسر نظرانداز کردیا گیا۔ خاص کر پیر صاحب، جن کی خطا صرف یہ تھی کہ

---

(۲۹۶) ابراہیم جھگڑا پاکستان مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ کے رکن تھے اور صوبہ سرحد مسلم لیگ کے، خان عبدالقیوم خان کے مخالف صدارتی امیدوار۔ ان کی شخصیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خان عبدالقیوم مرکز کی کھلی تائید، اپنے حکومتی اختیارات اور صریح بے ضابطگیوں کے باوجود صرف ۱۸، ووٹوں کے فرق سے کامیاب ہوئے۔

(۲۹۷) مسلم لیگ کا دورِ حکومت۔ محولہ سابقہ

بس اتنی سی خطا پر رہبری چھینی گئی ہم سے
کہ ہم سے قافلے منزل پہ لٹوائے نہیں جاتے

میری گزارش یہ ہے کہ ----- "کاش ہمارے لیڈر اپنے ذاتی مفادات پر ملک وملت کو ترجیح دیتے تو آج یہ سیاسی ابتری ہمارا مقدر نہ ہوتی کہ جہاں مہاجر، پٹھان، پنجابی اور سندھی کہلانے پر تو ہر ایک فخر کرتا ہے اور پاکستانی کہلانا کوئی پسند نہیں کرتا اس کی ذمہ داری ہم نئی نسل پر نہیں ڈال سکتے بلکہ اس کے ذمہ دار ہمارے بزرگ سیاستدان ہیں جنہوں نے حصولِ پاکستان کے بعد وہ جذبہ برقرار نہ رکھا جو تحریکِ پاکستان کے دوران تھا بات یہیں تک ہوتی تو خیر تھی بلکہ انہوں نے شریف النفس اور مخلص لیڈروں کی کوششوں کو بھی بارآور نہ ہونے دیا جس کا خمیازہ آج ہم سب بھگت رہے ہیں۔" (۲۹۸)

لیکن تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے۔ خان قیوم نے جس سازش کے تحت صوبہ سرحد کی طاقت اور شخصیت بن کر "شیرِ سرحد" کا خطاب اختیار کیا تھا وہ بھی گورنر جنرل غلام محمد کی سازش کا شکار ہوگئے اور وہ اس طرح کہ ان کو صوبے سے ہٹا کر مرکز میں لے جایا گیا اور ظاہر ہے کہ سرحد میں انہیں جو حیثیت حاصل تھی مرکزی وزارت اس کا عشرِ عشیر بھی نہ تھی۔

لیکن ان تمام حالات کے باوجود پیر صاحب مانکی شریف کے اس مقام میں کوئی فرق نہ آیا جو عوام کے دلوں میں جگہ کر چکا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی شخصیت کو ملکی سطح کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر بھی تسلیم کیا گیا۔

---

(۲۹۸) مصنفِ کتاب ھذا۔

پیر مانکی شریف کی بین الاقوامی شخصیت

اندرون ملک امن و امان کے قیام اور بیرون ملک اس طرح کے اداروں سے رابطہ کے لیے (PAKISTAN PEACE COMMITTEE) قائم کی گئی جس کے اراکین حسب ذیل اہم مذہبی اور سیاسی شخصیات تھیں۔

صدر...... پیر صاحب مانکی شریف (حضرت امین الحسنات صاحب)
جنرل سیکرٹری...... پروفیسر صمصام الحنی
نائب صدر...... محمود علی قصوری،
خان محمد علی خان آف لوندخور اور پیر الٰہی بخش
سیکرٹریز...... سید مطلبی فرید آبادی،
فضل حق شیدا اور منہاج برنا
خازن...... محمد عمر، (۲۹۹)

اس کمیٹی کا ہیڈ کوارٹر کراچی تھا اور BUDAPEST سے آپ کو ورلڈ کونسل پیس میں شرکت کے لیے جو دعوت نامہ موصول ہوا وہ ۱۷ کریم منزل رتن تلاؤ کراچی کے پتہ پر تھا۔ (۳۰۰) گویا قوم کی خاطر گھر بار چھوڑ کر آپ نے کراچی میں سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔

آپ نے اس کانفرنس میں شرکت کے موقع پر دو تقاریر فرمائیں جن سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر کی سیاست پر آپ کی نگاہ کس قدر مرکوز تھی۔

چینی صدر اور عوام کے نام:

آج ہم عوامی جمہوریہ چین کی دوستی کا بڑا دم بھرتے ہیں اور کئی لیڈروں نے اس دوستی کے قیام کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی لیکن قارئین درج ذیل تقریر

(۲۹۹) ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۶
(۳۰۰) ٹیلیگرام نمبر ۳۷۵، مورخہ ۱۸، مارچ ۱۹۵۳ء

سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس دوستی کی بنیاد حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف نے ۱۹۵۳ء ہی میں رکھ دی تھی آپ کی تقریر ملاحظہ ہو۔

جناب صدر اور میرے چینی بھائیو!

"مجھے بڑی خوشی ہوئی جب امن کمیٹی نے مجھے چینی عوام سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ آج سے چند سال پہلے میں چین آنے کا خیال تک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ بلاواسطہ ملاپ صرف چینی عوام کی اس کامیاب جدوجہد کی وجہ سے ہوا ہے جو کہ چیئرمین ماؤزے تنگ کی رہنمائی میں انہوں نے آزادی اور نئی زندگی کے لیے کی۔ میں چینی عوام اور ان کے محبوب رہنما ماؤزے تنگ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔

ابھی دنیا نے پہلی جنگ عظیم کے اثرات سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا تھا کہ موت کے سوداگروں، ان جنگ بازوں نے ایک اور مہیب جنگ کی تیاری شروع کر دی اور دو سال سے وہ اپنی تمام تر زندگی کے ساتھ جنگ شروع کر چکے ہیں۔

دنیا کے عوام جنگ نہیں چاہتے۔ چین اور پاکستان کے عوام جنہیں صدیوں کی مسافت کو چند سالوں میں طے کرنا ہے تو بالکل یہ جنگ نہیں چاہتے۔ آپ ترقی کی دوڑ میں شامل ہو چکے ہیں۔ ہمیں ابھی اس مرحلے تک پہنچنا ہے جہاں سے یہ دوڑ شروع کی جاسکتی ہے۔ ہم ہر گز کسی کو بھی آپ کی اس دوڑ میں روڑے اٹکانے نہ دیں گے۔

میرے ایشیائی بھائیو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم امن عالم قائم کرنے اور اگر ضرورت پڑے تو امن ٹھولسنے کے لیے اپنی مکمل کوشش کریں گے۔

میں پاکستان کے عوام کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے ملک کو آپ کے اور اپنے دیگر امن پسند پڑوسیوں کے خلاف جنگی اڈے کے طور پر استعمال نہ ہونے دیں گے۔

پاکستان اور چینی عوام کا اتحاد..... زندہ باد

امن عالم...... زندہ باد

چیئرمین ماؤزے تنگ..... زندہ باد

حضرت امین الحسنات، پیر مانکی شریف کی اس مختصر مگر جامع تقریر میں اس دور کے دہشت گردوں کے لیے تنبیہ، امن پسندوں کے لیے نرم گوشہ، اپنی سرزمین کو جنگی اکھاڑہ نہ بنانے کا عزم، پڑوسی ممالک سے خوشگوار تعلقات اور چین سے بے لوث دوستی کا وہ اظہار ہے کہ جس نے آگے چل کر پاکستان و چین کو دوستی کے نہ ٹوٹنے والے رشتہ میں منسلک کر دیا اور یہ سب کچھ آپ کی سیاسی بصیرت کے طفیل تھا۔ اور قیام امن کی انہی کوششوں نے آپ کو عالمی سطح کی سیاسی شخصیت بنا دیا۔

اور پھر ۳، اکتوبر ۱۹۵۲ء کا بلیٹن بسلسلہ.......

The peace conference of the Asia and Pacific Regions (301)

مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس مرد قلندر نے دنیا بھر کے لیڈروں کے سامنے یہ ثابت کر دیا کہ.....

میں خاک نشین ہوں، میرا مسلک ہے فقیری
دنیا میں کوئی، عرش نشین ہے تو مجھے کیا

آپ نے اس کانفرنس میں جو ولولہ انگیز تقریر فرمائی اس کا ایک ایک لفظ آپ کی دوراندیشی کا گواہ ہے۔ آپ نے فرمایا.....

عزیز دوستو!

آج یہ کانفرنس ایسے وقت میں ہو رہی ہے جبکہ دنیا کے کروڑوں انسان

(۳۰۱) یہ کانفرنس قیام امن کی کوششوں کے سلسلہ میں پیکنگ میں منعقد ہوئی جس میں اکتالیس ممالک کے چار سو سے زیادہ مندوبین نے شرکت کی اور پاکستانی وفد کی سربراہی جناب امین الحسنات، پیر مانکی شریف نے فرمائی۔

تردد واذیت میں گرفتار ہیں اور مستقبل غیر یقینی ہوتا جا رہا ہے۔ کوریا میں مذاکرات کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا ہے شمالی کوریا اور چین پر بمباری ہوتی رہتی ہے۔ تباہی و بربادی کے ہولناک نشان پر بہیمیت شرمندہ ہے۔ چین کو اقوام متحدہ کی ممبری سے روک کر اسے حملہ آور قرار دیا گیا ہے، جاپان کی اسلحہ بندی ہو رہی ہے، ایشیا اور دوسرے علاقوں میں جنگی اڈوں کی تعمیر اور فوجی معاہدوں کا سلسلہ جاری ہے کوریا اور چین کے خلاف جراثیمی جنگ کی گئی ہے اور اب یہ منصوبے ہیں کہ جنگ کو وسیع کر کے چین کو اس کی لپیٹ میں لے لیا جائے۔

ان حالات میں چین کی امن کمیٹی نے ایشیا اور بحرالکاہل کی امن کانفرنس کے انعقاد کے لیے جو اقدام کیا ہے اس کے لیے وہ قابل مبارکباد ہے۔ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے عوام کو موقع دیا ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کے ذریعہ پیکنگ میں جمع ہو کر جنگ کے خطرہ سے ایشیاء اور ساری دنیا کو نجات دلانے کے ذرائع پر غور کریں اور امن کے تحفظ کے لیے دنیا کے عوام میں اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کریں۔ پیکنگ اس مہتم بالشان کانفرنس کے لیے اس وجہ سے بھی موزوں ہے کہ یہ اس قوم کا دارالخلافہ ہے جس نے انصاف و آزادی کے لیے جدوجہد کی ہے اور میں پاکستان کے ۷ کروڑ باشندوں کی طرف سے چین کی امن کمیٹی، پریپٹی کمیٹی اور دنیا کے تمام عوامی نمائندوں کو خیر سگالی کے پیغام دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ امن جیسے بلند مقصد پر ایک ہیں۔

جنگ کے خطرہ کا شدید احساس اور امن کی بڑھتی ہوئی آرزو کا اندازہ سیکریٹری جنرل کی رپورٹ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اس کانفرنس کو ناکام بنانے کے لیے رجعت پسند طاقتوں نے کیا کیا سازشیں کیں اور کیسی کیسی رکاوٹیں پیدا کیں، لیکن امن کے مجاہد، ان تمام مزاحمتوں کو عبور کر کے یہاں پہنچے انہوں نے کس کس طریقہ سے پیکنگ آنے کا وسیلہ نکالا اس کی داستان عجیب، سنسنی خیز اور دلچسپ ہے ایسے حالات میں ۴۱ ملکوں سے ۴۲۵ سے زیادہ نمائندوں کا اس

کانفرنس میں شریک ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم امن چاہتے ہیں اور نفاق و تنگ نظری کی جگہ محبت و اخوت کا بے پناہ جذبہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۶ء میں اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔ جنگ کی مصیبت سے مغموم دنیا قیام امن کے لیے اس ادارہ کو وجود میں لائی۔ اس کا منشور دراصل ان لاکھوں شہیدوں کے خون سے لکھا گیا تھا جنہوں نے فاشزم کے خلاف جان دی تھی یہ منشور دنیا کے کروڑوں انسانوں کے گہرے جذبہ امن کی ترجمانی کرتا تھا۔ دنیا چاہتی تھی کہ تشدد کو ترک کر کے گفت و شنید کے ذریعہ بین الاقوامی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ دنیا کے مختلف ممالک اپنے مختلف نظام حیات اور ضابطہ زندگی کے ساتھ پرامن طریقہ سے ترقی کے مدارج طے کریں۔ دنیا کے ہر ملک کے اقتدار اعلیٰ اور حق خود اختیاری کو تسلیم کیا جائے۔ دنیا کے تحفظ و امن کو استوار کرنے اور ترقی کے لیے اقتصادی اور ثقافتی تعلقات کو مضبوط کیا جائے۔ لیکن ابھی اقوام متحدہ کے منشور کی روشنائی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ جنگ پسندوں نے منشور کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ سامراجی طاقتوں نے زبانی تو حق خود اختیاری کو تسلیم کر لیا۔ لیکن انہوں نے ایشیا اور جنوبی امریکہ کے درماندہ ممالک کی قومی آزادی کو گولیوں کی باڑھ پر کچلنا شروع کیا۔ ایٹم بم کی دھمکیاں بڑھ گئیں۔ اسلحہ بندی کو تیز کرنے کے لیے کمیونسٹ سامراج کا ہوا کھڑا کیا گیا۔ اور یہ دلیل پیش کی گئی کہ سوویت یونین سے طاقت کے زور سے ہی بات چیت ہو سکتی ہے۔ اقوام متحدہ موجود رہی اور جنگی معاہدے جیسے اٹلانٹک صلحنامہ، یورپین ڈیفنس، آنزو کانفرنس اور باہمی امداد کے معاہدے تیار ہونے لگے ان معاہدوں کے خلاف خود سامراجیوں میں پھوٹ بھی پڑی۔ سوویت یونین، چین اور عوامی جمہوریتوں کی سرحدوں کے چاروں طرف فوجی اڈوں کا جال بچھایا گیا۔ دنیا کی کمزور اور جمہوریت پسند حکومتوں کو جنگی منصوبہ میں کھینچنے کے لیے سرد جنگ کا آغاز ہوا۔ ہر طرف اسلحہ بندی شروع ہو

گئی۔ قوموں کی فلاح و بہبود کے تمام منصوبوں کے لیے وقف شدہ روپے گولے اور بارود کی نذر ہو گئے۔ جب ان چالوں سے بھی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو جنگ کوریا کا آغاز ہوا۔ جون ۱۹۵۰ء میں امریکہ نے کوریا پر اپنی تمام جنگی ہولناکیوں کے ساتھ حملہ کر دیا اور جنگ کے شعلے سرحد چین تک پہنچنے لگے۔ کوریا کو ویرانی میں تبدیل کر کے جب حملہ آوروں نے چین کی سالمیت کو بھی ختم کرنے پر کمر باندھی تو پھر چین کے بہادر والینٹرز میدان میں اتر آئے۔ اس کے بعد چین کو بھی حملہ آور قرار دیا گیا۔ یورپ میں جرمنی اور مشرق میں جاپان کی اسلحہ بندی کی گئی اور غیر مساویانہ صلح نامے کئے گئے۔ حالانکہ اس اسلحہ بندی اور غیر منصفانہ صلح ناموں کے خلاف اقوام متحدہ کے کئی ممبر ممالک نے اپنی بیزاری اور تشویش کا اظہار کیا۔ ملایا، ویٹ نام اور مشرق وسطیٰ کی جدوجہد آزادی خون آلود ہو گئی۔ ان درندگیوں کے علاوہ چین اور شمالی کوریا میں جراثیمی جنگ شروع ہوئی۔ کوجے کے جزیرہ میں تمام بین الاقوامی اصولوں کو پس پشت ڈال کر قیدیوں کا قتل عام جاری ہوا۔ امریکہ نے دونوں باتوں کو جھٹلایا لیکن خود اس کے اخبارات نے یہ ثابت کر دیا کہ امریکہ میں جراثیمی جنگ کا تجربہ ہو رہا ہے اس میں امریکی حکومت جنگ ختم کرنا نہیں چاہتی کیونکہ انہیں بقول یو ایس نیوز اور ورلڈ رپورٹ یہ خطرہ ہے کہ اس سے ان کے منافع کم ہو جائیں گے۔

چین کے اقتصادی مقاطعہ سے ایشیائی اور بحرالکاہل کے ممالک کی اقتصادیات پر بہت برا اثر پڑا ہے۔ بحیثیت پاکستانی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ گزشتہ سال میرے ملک کو چین سے تجارت کرنے میں بڑا فائدہ ہوا۔ اقتصادی تعلقات میں جمود کی وجہ سے ثقافتی تعلقات میں بھی افسردگی پیدا ہوتی ہے۔ چین ایک شاندار ماضی کا حامل ہے اور اس کا مستقبل تو اتنا روشن ہے کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ایشیا کے ممالک کو چاہیئے کہ وہ چین سے سبق حاصل کریں اور ایک دوسرے سے ثقافتی تعلقات استوار کریں۔

ایشیاء اور بحرالکاہل کے علاقوں میں اب تک دوری اور غیریت صرف اس وجہ سے تھی کہ سامراجی ایشیاء پر قابض تھے اور وہ ایک دوسرے کے اندر نفاق کا بیج بوتے تھے تاکہ ایشیا متحد نہ ہو اور عوام مسائل کے سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لیکن اب عوام کے اندر شعور و بیداری پیدا ہو رہی ہے وہ اپنے دوست و دشمن اور نفع و نقصان کو سمجھنے لگے ہیں پہلے حکومتیں معاہدوں کو توڑ دیتی تھیں۔ لیگ آف نیشن اور اقوام متحدہ کی خلاف ورزی انہوں نے بڑی دیدہ دلیری سے کی۔ کیونکہ انہیں اپنی طاقت کا زعم تھا۔ لیکن یہ دور جمہوریت کا ہے دنیا کے فیصلے اب رائے عامہ سے ہوں گے۔ امن کی تحریک دراصل رائے عامہ کی تحریک ہے۔ وہ ان کے دلی جذبات کی ترجمان ہے۔ آج دنیا کے عوام امن پر متحد ہو رہے ہیں۔ اب ایٹم بم کے زور پر فیصلوں کا زمانہ ختم ہو گیا وہ کون سی طاقت تھی جس نے ٹرومین اور میک ارتھر کے ہاتھوں میں رعشہ ڈال دیا اور وہ ایٹم بم نہ استعمال کر سکے۔ یہ پورے کرہ ارض کے انسانوں کی آواز کی گونج تھی۔ جس کے سامنے دنیا کے مجرم آج کانپ رہے ہیں امن کی ابھرتی ہوئی تحریک سے ڈر کر جنگ باز بھی امن کی باتیں کر رہے ہیں اور اس طرح پھر عوام کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہے ہیں تاکہ حقائق، بہتان کے گرد و غبار میں چھپ جائیں کمیونسٹ سامراج، نام نہاد تعمیری نوآبادی نظام، امریکی سرحد، مغربی تہذیب، مسیحی ورثہ، آزاد دنیا یہ وہ نعرے ہیں جن کے نام پر جنگ باز اتحاد اور عوامی مرکزیت کو توڑنا چاہتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ ہم ان باتوں کو سمجھیں اور تمام نظریاتی پروپیگنڈے کا جواب دیں اور زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانہ پر دنیا کے عوام میں مفاہمت، محبت اور یگانگت پیدا کریں اور جو اسے کمزور کرے اسے امن کا دشمن قرار دیں۔

اس سلسلہ میں، اپنے ملک سے متعلق ایک اہم مسئلہ کا خاص طور پر تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کا قریب ترین پڑوسی ملک ہندوستان ہے۔ تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی اعتبار سے دونوں ملکوں کے درمیان ناقابل شکست رشتے

موجود ہیں۔ لیکن مسئلہ کشمیر کی وجہ سے ہمارے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سب اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ کیونکہ امن ناقابل تقسیم ہے۔ اگر کشمیر میں امن کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو خود ایشیا اور دنیا کا امن خطرہ میں پڑتا ہے۔ پھر یہ مسئلہ ایشیاء کے چالیس کروڑ انسانوں کو یک دل ہو کر قیام امن کی جدوجہد میں حصہ لینے میں ایک بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ کی وجہ سے دونوں ملکوں کی تعمیری ترقی کے منصوبے رکے پڑے ہیں اور دونوں ملک معاشی بحران میں مبتلا ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے نیک اور امن پسند لوگ مل کر اس مسئلہ کا حل نکال لیں گے اور سامراجی ریشہ دوانیوں کا خاطر خواہ جواب دیں گے۔

اب میں اجمالاً کچھ اپنے ملک کی تحریک امن کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا ملک ایک پسماندہ ملک ہے اسے اپنی اقتصادی تعمیر اور ثقافتی ترقی اور عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے امن کی بہت ضرورت ہے اسی لیے ہمارے عوام امن سے محبت کرتے ہیں۔ اور ہمارے یہاں امن کی تحریک موجود ہے۔ اگرچہ یہ تحریک بعض دوسرے ممالک کی نسبت بہت بڑی نہیں تاہم اسے زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے اور عوام میں اس کی جڑوں کو مضبوط کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

گزشتہ دنوں ہم نے کل پاکستان امن کنونشن منعقد کیا۔ جس سے ہماری تحریک کو آگے بڑھنے میں بڑی مدد ملی۔ پانچ بڑی طاقتوں کے درمیان معاہدہ امن اور مشرق وسطیٰ کی آزادی کے لیے دستخطی مہم جاری ہے۔ ایشیا اور بحرالکاہل کی اس کانفرنس کی اہمیت پر اخبارات میں مضامین لکھے گئے۔ تقریر اور مباحثے ہوئے۔ جراثیمی جنگ کے خلاف دستخطی مہم چلائی گئی۔ اور کوریا کی عارضی صلح کی تکمیل پر زور دیا گیا۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس کانفرنس سے ایک نیا جوش اور جذبہ لے کر اپنے ملک میں جائیں گے اور امن کی تحریک کو آگے بڑھائیں گے۔

قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر ختم کروں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ آج ہمیں عہد کرنا چاہیے کہ ہم ایشیا کے نمائندے اپنی حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے ملکی حدود میں غیر ملکی فوجی اڈے نہ بننے دیں اور نہ کسی جنگی معاہدے میں شریک ہوں۔ بلکہ وہ کوشش کریں کہ ایشیا اور بحرالکاہل کے علاقوں کے عوام کو حق خود اختیاری ملے۔ اور وہ سامراجی غلامی سے نکل کر آزادی اور امن کی فضا میں سانس لے سکیں۔ اس مقصد کے لیے محض حکومتوں سے استدعا ہی کافی نہیں بلکہ ضرورت ہے کہ امن کے کارکن اپنے اپنے ملکوں میں امن کی تحریک کو مضبوط کریں، امن کی تحریک کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کریں اور اس طرح امن کی تحریک کو عوام میں پھیلائیں۔ صرف اسی راہ سے ایشیا کے عوام دنیا کے دوسرے عوام کے شانہ بہ شانہ جنگ بازوں کے ناپاک مقاصد کو ناکام بناسکتے ہیں اور امن، جمہوریت اور خوشحالی کی راہ پر آگے بڑھ سکتے ہیں۔

امن عالم زندہ باد

ایشیائی عوام کا اتحاد زندہ باد (۳۰۲)

حضرت امین الحسنات، پیر مانکی، شریف نے یہ ولولہ انگیز تقریر آج سے ۴۷، برس قبل فرمائی تھی۔ آپ غور سے اس تقریر کے ایک ایک جملے کو پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ آپ کی سیاسی بصیرت ۴۰، برس قبل کا نقشہ دیکھ رہی تھی۔ اس تقریر میں کیا نہیں ہے؟

بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا ذکر، چین کی بے لوث قیادت کو خراج تحسین، مظلوم کشمیریوں کی آواز کی گونج، ایشیا کو جنگی اکھاڑہ نہ بننے دینے کا عزم اور امن کی ضرورت۔ یہ تمام وہ مسائل ہیں جن سے ہم آج بھی دو چار ہیں۔ پیر

(۳۰۲) سات صفحات پر مشتمل یہ تقریر جس میں ایک صفحہ تقریر کی تیاری کے نکات پر مبنی ہے حضرت پیر صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور پیر زادہ نبی امین کے پاس موجود ہے۔

صاحب نے بہت پہلے ان خطرات سے ہمیں آگاہ کر دیا تھا۔

کاش کہ ہمارے سیاستداں ان امور پر توجہ دیتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

اور اس کا شکار پاکستان کا سب سے بڑا شہر، شہر قائد، کراچی ایک عرصہ سے تفرقات، نفرت اور عداوت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے حالانکہ یہ وہی فرزندانِ شہر ہیں جن کے آباواجداد نے قیام پاکستان کے وقت رشتہ ملی کے عظیم جذبہ سے سرشار اسلامی رشتہ مواخات کو مد نظر رکھتے ہوئے مہاجر بھائیوں کو گلے لگایا تھا۔ (۳۰۳)

کیسا تاسف ہے کہ ہمارے آباو اجداد نے ایک طرف پاکستان کو وجود تو بخش دیا لیکن اس وجود عظیمی کو برقرار رکھنے کا سلیقہ اپنے فرزندوں میں ودیعت نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جوش میں، ہوش کھو بیٹھے اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ دیا۔

یاد رہے! اگر ہم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو ہمارے رنگ و نسب میں غبار آلود، یہ بال و پر ہمیں محو پرواز ہونے کے بجائے زمین بوس کر دیں گے۔

آئیے پہلے اس کا علاج کرلیں جیساکہ مفکر پاکستان نے فرمایا.........

غبار آلود رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا (۳۰۴)

اور اس کا علاج ہمیں رحمتہ للعالمین کے اس فرمان میں ملتا ہے کہ....

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ" (۳۰۵)

ترجمہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جائے۔

(۳۰۳) میرے والد محترم حاجی محمد یونس، قیام پاکستان کے وقت بمبئی سے تشریف لائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب کیماڑی کی بندرگاہ پر ہم اترے تو یہاں کے حضرات، دیگیں چڑھا مہاجر بھائیوں کے انتظار میں ان کے کھانے پینے کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے۔ اور ایسا لگتا تھا کہ بھائی بھائی کی آمد پر چشم براہ ہے۔

(۳۰۴) کلیات اقبال۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال۔ محولہ سابقہ ص ۲۷۳

(۳۰۵) صحیح البخاری۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع، ۱۳۸۱ھ ص ۶ جلد اول۔

اور اس فرمان پر عمل کرانے کے لیے آج پھر حضرت امین الحسنات، پیر مانکی شریف جیسی شخصیت کی ضرورت ہے کہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حامل وہ ہستی ایک نگاہ ڈالے تو حالات زمانہ بدل جائیں۔

تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں
جو آنکھ اٹھائے تو بشام و سحر بدل جائیں

حضرت امین الحسنات میدان تصوف میں

حضرت امین الحسنات، پیر مانکی شریف کی شخصیت اس اعتبار سے ایک منفرد شخصیت ہے کہ آپ نے نہ صرف سیاسی خدمات اس درجے پر انجام دیں کہ اس خطے کا جغرافیہ بدل دیا، قیام امن کے لیے اس انداز سے تگ و دو فرمائی کہ ملک سے باہر بین الاقوامی سطح پر آپ کی خدمات کو سراہا گیا بلکہ جہاں آپ نے اپنی روحانی قوت سے لوگوں کے ذہنوں کو بدل کر ان کے دل، خوف خدا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز کر دیے وہاں علم تصوف کو ان انمول ہیروں سے ضیاء بخشی جن کی دمک آج بھی اس راہ پر چلنے والوں کے لیے روشنی کا سامان مہیا کرتی ہے۔

میں نے مانکی شریف میں بیٹھ کر اور صوبہ سرحد میں قریہ قریہ ہزار کلو میٹر سے زائد کا سفر طے کر کے آپکی ہم عصر جن جن شخصیتوں کے انٹرویو ریکارڈ کیے ہیں اگر ان کی روشنی میں آپ کی میدان تصوف کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ہر ہر موضوع پر ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے اور جہاں تک میدان تصوف میں آپ کا مقام ہے اسمیں تو صرف آپ کی کرامات کو یکجا کرنے کے لیے یقیناً سو سے زائد صفحات درکار ہیں۔ لیکن تحقیق کے اس میدان میں ہم کرامات سے زیادہ سیاسی اصلاحی اور دینی تصوف میں اور آپ کے علمی فرمودات کی روشنی میں آپ کے روحانی مقام کا تعین کریں گے۔

پیر صاحب، مانکی شریف حضرت امین الحسنات کے روحانی مقام کے تعین کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ آج بھی آپ کے مریدین اور معتقدین کی تعداد لاکھوں میں ہے اور آپ کی روحانیت سے مستفیض ہونے والوں کا تعلق صوبہ سرحد تک ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان اور بیرون ملک میں بھی مانکی شریف کے عقیدت مند موجود ہیں اور یہ برکت اولیائے مانکی کی شریعت سے لگن کے سبب ہے۔ اس سلسلے میں مولانا فضل سبحان صاحب فرماتے ہیں......

"میرے علمی مشاہدے اور روحانی تجربہ کی روشنی میں، شریعت کی پابندی مانکی کا طرہ امتیاز ہے جسکی مثال کراچی سے خیبر تک کسی سجادہ میں نہیں" (۳۰۶)

آپ کی ہزاروں کرامات میں سے ایک کا ذکر غلام محمد کی ذاتی واردات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے جس سے حضرت کے تصرفات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ غلام محمد بیان کرتے ہیں.... "میں نے ہری پور (ہزارہ) جیل میں، قید کے دوران اپنا نام کالا پانی کے لیے لکھوایا اور دل میں تصور کیا کہ کاش پیر صاحب سے رابطہ ہوتا تو ان سے مشورہ کر لیا ہوتا۔ رات پیر صاحب خواب میں تشریف فرما ہوئے اور تاکید فرمائی کہ کالا پانی مت جاؤ۔ میں نے صبح اپنا نام واپس لے لیا اور چند ہی دن گزرے تھے کہ مجھے رہا کر دیا گیا۔" (۳۰۷)

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں کہ آپ کے مریدین قدم قدم پر آپ کی رہنمائی پاتے تھے، اور اپنی آنکھوں سے کرامات کا مشاہدہ کرتے تھے اور آج بھی انہوں نے آپ کے فرمان کا ایک ایک لفظ حفظ کیا ہوا ہے۔

آپ کی صحبت سے مستفیض شدہ ان حضرات کو میں نے اور پیر زادہ نبی امین صاحب نے قریہ قریہ جا کر سنا اور نوٹ کیا اور اب انہیں قرطاس کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ (۳۰۸)

(۳۰۶) انٹرویو۔ مولانا فضل سبحان، مہتمم دار العلوم قادریہ، بغدادہ، مردان۔ ۲۳، مارچ ۱۹۸۹ء

(۳۰۷) انٹرویو۔ غلام محمد، موضع رشکئی، تحصیل چارسدہ، ضلع پشاور۔ ۳۱، مئی ۱۹۸۹ء

(۳۰۸) آپ کے ان فرمودات کو میں نے موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے تاکہ قارئین ان سے بہتر سے بہتر طور پر استفادہ کر سکیں۔ (مصنف)

تصوف کے بارے میں آپ کے فرمودات:-

۱- تصوف ایمان کا جزو ہے:

آپ مریدین کے حلقہ میں درس قرآن بھی دیا کرتے تھے- ایک موقع پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا.... "اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم کو "متقین" کے لیے ہدایت فرمایا اور تقویٰ ہی تصوف کی بنیاد ہے- جیسا کہ سورہ یونس میں فرمایا گیا- الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون- الذین آمنوا وکانوا یتقون-(۳۰۹)

ترجمہ- سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے- نہ کچھ غم- وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں- گویا ایمان اور تقویٰ کا بنیادی اور گہرا تعلق ہے- اور وہ تصوف، تصوف نہیں جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو-

حضرت امین الحسنات صاحب نے آیات قرانیہ کی روشنی میں تصوف کے جس مقام کو واضح کیا ہے- اس سے آپ کی رموز قرآنی پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہ آپ کے نزدیک تصوف، ایک ایسا علم ہے جس کی بنیاد قرآن ہے-

۲- تصوف انسان کی بنیادی ضرورت ہے:

تصوف کا انسانی زندگی سے کیا تعلق ہے اور ایک انسان کے لیے اس علم سے آگاہی کیوں ضروری ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا.... "انسان جسم و روح کے مجموعے کا نام ہے اور اس کی بنیادی ضرورتیں بھی انہی سے متعلق ہیں- بحیثیت انسان ہمیں اگر ایک طرف جسمانی نشوونما کے لیے مادی وسائل کی ضرورت ہے تو دوسری طرف روحانی بالیدگی کے لیے اخلاقی قدروں کی اشد ضرورت ہے- جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے ہماری جسمانی

(۳۰۹) قرآن سورہ نمبر ۱۰، آیۃ نمبر ۶۲-۶۳

احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے ساری کائنات مصروف عمل ہے وہاں ہماری روحانی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو مقرر فرمایا- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ رہنمائی انبیائے کرام کے ذریعہ تھی اور اب اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ اولیائے کرام ہیں جو انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے اس کی روحانی بالیدگی کا سامان مہیا کرتے ہیں-

حضرت نے انسانی نفسیات کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد جو تجزیہ فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے عوام الناس کی اصلاح کے لیے علم تصوف کو بنیاد بنایا اور وہ اس طرح کہ انسان مادی اور روحانی زندگی کے درمیان اعتدال قائم رکھتے ہوئے اصلاح پذیر ہو اور اسے احساس ہو کہ اس کا حیاتِ مقصد اس دنیا کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ہے اور اس کی راہنمائی اسے اولیاء اللہ ہی فراہم کر سکتے ہیں جو خود اس کا عملی نمونہ ہوتے ہیں اور اس طرح تصوف، انسان کی زندگی کا ایک جزو بن جاتا ہے-

۳- تصوف کا اثر معاشرتی زندگی پر:

اولیائے متقدمین کی طرح حضرت امین الحسنات، پیر مانکی شریف نے علم تصوف سے معاشرتی اصلاح کا عمل جاری رکھا اور مسلمانوں کو خاص کر اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کے لیے تیار کیا کہ...... "کونوا عباداللہ اخوانا المسلم اخوالمسلم لایظلمہ ولایخذلہ ولا یحقرہ"-(۳۱۰)

ترجمہ: اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے رسوا کرتا ہے-

اور یہ اس لیے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دوسرے

(۳۱۰) الصحیح المسلم- امام مسلم ابوالحسن بن الحجاج القشیری، کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۳۷۵ھ، ص ۳۱۷، جلد ثانی-

مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے۔" (۳۱۱)

اس طرح آپ کی تعلیمات کے اثر سے تمام مسلمان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر معاشرتی اصلاح کا سبب بنے اور آج بھی مسلمانانِ صوبہ سرحد میں جو جذبہ اخوت و محبت پایا جاتا ہے وہ اللہ کے ان نیک بندوں کی اصلاح کا نتیجہ ہے جس کا واضح ثبوت گزشتہ دنوں وطنِ عزیز کے لسانی اور علاقائی ہنگاموں میں بھی ملتا ہے کہ صوبہ سرحد میں ایک بھی غیر مقامی کو خراش تک نہیں پہنچی۔ حالانکہ ان جیالوں نے روزانہ جنازے وصول کیے لیکن صبر کا دامن تھامے رکھا کیونکہ ان کی نظر اس بشارت پر رہی جس کی تفسیر صبح شام وہ اولیاء اللہ کے حلقوں میں سنتے اور پھر مشاہدہ کرتے کہ .... "ولنبلونکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبتہ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ واولئک ہم المہتدون۔" (۳۱۲)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا دیجیئے ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت، اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

---

(۳۱۱) قرآن کریم میں حسب ذیل مقامات پر اس کا ذکر ہے۔
سورہ نمبر ۲، آیہ ۱۷۸
سورہ نمبر ۲، آیہ ۲۲۰
سورہ نمبر ۴۹، آیہ ۱۰
(۳۱۲) قرآن۔ سورہ نمبر ۲، آیتہ ۱۵۵ تا ۱۵۷

۳۔ اسمِ اعظم کی حقیقت:

ایک مرتبہ حضرت کے حلقہ میں اسمِ اعظم کا ذکر چھڑا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کے لیے اسمِ اعظم الگ الگ ہوتا ہے اور پھر چند مریدین کے لیے اسمِ اعظم تجویز فرمائے اور اس کے بعد اسمِ اعظم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اسمِ اعظم ہی کی تاثیر تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں وہ کام ایک دیو ہیکل جن نہ کر سکا جسے اسمِ اعظم کے حامل نے پلک جھپکتے میں کر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی آیت ذیل کی وہ تفسیر فرمائی کہ حلقے میں موجود بڑے بڑے علماء انگشت بدندان رہ گئے۔

"قال یا ایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین، قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔" (۳۱۳)

ترجمہ: (سلیمان علیہ السلام نے فرمایا)۔ اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔ ایک بڑا دیو ہیکل جن بولا کہ میں وہ تخت حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا، کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

اگرچہ ان آیات کی تفاسیر متعدد مفسرین نے کی ہے اور خوب کی ہے، لیکن حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف اس سے چند نکات اپنے مریدین و معتقدین کو سمجھانا چاہتے تھے۔

ایک یہ کہ اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے اور انسان اس پر عمل پیرا ہو کر کائنات کی مضبوط ترین قوت بن سکتا ہے۔

---

(۳۱۳) قرآن۔ سورہ نمبر ۲۷، آیتہ ۳۸ تا ۴۰

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو ہر نعمت کا منبع، ذات باری تعالیٰ کو قرار دے کر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ اسی آیت میں اس حاملِ کتاب اللہ نے اقرار کیا کہ ......"ہذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر۔" (۳۱۴)

ترجمہ: یہ میرے رب کے فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

اور یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اگر انسان اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا ہے تو اپنے بھلے کے لیے ہی اور اگر کفران نعمت کا مرتکب ہوگا تو اللہ بے پرواہ ہے...... "ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم۔" (۳۱۵)

ترجمہ: اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔

حضرت پیر صاحب اسی طرح کے نکات سے عوام کو یہ سمجھاتے کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے، زمین، باغات، مویشی اور دیگر مال و متاع سب اللہ کی نعمت ہیں اس کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھرپور طریقے سے کی جائے اور ان نعمتوں سے مخلوق کو بھی فائدہ پہنچایا جائے اور پھر اصل مقصد کو بھی واضح فرمادیا کہ اسم اعظم کا حصول کوئی بڑا کارنامہ نہیں بلکہ بڑی کامیابی یہ ہے کہ اگر کوئی اس کا حامل ہو تو اس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچایا جائے نہ کہ اپنی ذات تک محدود کر دیا جائے۔

۴۔ استغفار کی حقیقت:

انسان خطا کا پتلا ہے۔ لیکن خطا کے بعد ندامت اور شرمندگی ایسی صفت ہے کہ وہ انسان کی بخشش کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ نے استغفار کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ...... کسی بندہ کا رب العالمین

(۳۱۴) قرآن۔ سورہ نمبر ۲۷، آیت نمبر ۴۰

(۳۱۵) قرآن۔ سورہ نمبر ۲۷ آیت نمبر ۴۰

کے سامنے اپنی خطاؤں کا اقرار، اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن صرف استغفر اللہ کی مالا جپنے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ......

(الف) دل میں ندامت ہو۔

(ب) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم اور

(ج) تلافی گناہ کے لیے نیک اعمال میں اضافہ کی کوشش

حضرت نے استغفار کے لیے تین شرائط بیان کیں غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اگر ان تین خصوصیات کے ساتھ توبہ استغفار کیا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں وہ یقیناً معاف فرمادیں گے۔

۵۔ تصوف رہبانیت نہیں:

اللہ سے لو لگانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی اختیار کر لے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین کی حفاظت ہی اصل تصوف ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے تمثیلاً فرمایا کہ...... دولت سے لطف اٹھانے کے لیے تندرستی اور طاقت ضروری ہے۔ کمزور اور بیمار کے لیے دولت بے کار ہے۔ بالکل یہی حال روحانی طاقت کا ہے۔ دنیا کے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے اگر اللہ کی ذات سے صحیح تعلق قائم کیا جائے تو اندرونی قویٰ کی خوب نشو و نما ہوتی ہے برخلاف اس کے ایک ایسا شخص جس کو دنیا میں مختلف کیفیات و حالات سے سابقہ نہیں پڑتا اس کے اندرونی قویٰ کی نہ تو مشق ہوتی ہے اور نہ اس کی روحانیت میں قوت آسکتی ہے۔

پیر صاحب نے دین و دنیا کی ہم آہنگی میں توازن و اعتدال برقرار رکھنے اور دنیاوی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ تعلق الی اللہ کو تصوف قرار دیا ہے اور اس طرح آپ نے ان تمام (PROFESSIONAL) پیروں کو رد کر دیا جنہوں نے اپنے مریدوں سے دنیا بٹورنے کے لیے دین کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور حقیقت

بھی یہی ہے کہ جو لوگ تصوف کی اہمیت وافادیت کو تسلیم نہیں کرتے ان کی (APPROACH) صرف اسی طرح کے دنیادار پیر ہیں۔

۶۔ فیض صحبت اولیاء:

بلاشبہ اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن حضرت نے اس کے اثر کی جو خوبصورت مثال دی ہے وہ قابل توجہ ہے! آپ نے فرمایا...... انسانی زندگی پر ہر طرح کے بیرونی عوامل کا اثر ہوتا ہے۔ گرمی میں اسے گرمی لگتی ہے اور سردی میں سردی محسوس کرتا ہے۔ متوازن غذا اس کو صحت وطاقت دیتی ہے اور غیر متوازن غذا کے استعمال سے وہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اچھا لباس اس کی شخصیت کو نمایاں کرتا ہے اور بے ڈھنگا لباس اسے دوسروں کی نظروں میں گرا دیتا ہے تو پھر کیوں نہ ایک انسان اولیاء اللہ کی صحبت کا اثر قبول کرے گا کیوں کہ اگر شرابیوں اور قمار بازوں کی محفل اسے شرابی اور قمار باز بنا سکتی ہے تو یقیناً اہل اللہ کی صحبت سے وہ متقی اور پرہیز گار بن سکتا ہے۔

حضرت جس معاشرے کی اصلاح کر رہے تھے اس میں مذکورہ برائیاں عام تھیں اسی لیے انسانی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے ان ہی کی مثال سے عوام کو سمجھایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ایک قابل ماہر نفسیات بھی تھے۔

۷۔ مجاہدہ کی ضرورت:

تصوف میں ریاضت و مجاہدہ کا جو مقام ہے کتبِ تصوف کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت نے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت کا جو تجزیہ فرمایا وہ منفرد ہے۔ آپ فرماتے ہیں...... رحمتہ للعالمین کی روحانی قوت اس درجہ پر تھی کہ جس کو بھی آپ کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان فرماتے وہ اسی وقت مرتبہ احسان پر فائز ہو جاتا اسے مجاہدہ کی کوئی ضرورت نہ ہوتی آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام میں یہ قوت تھی لیکن اپنی استعداد کے مطابق اور پھر تابعین میں یہ قوت کم ہوتے ہوتے ان کی استعداد کی حد تک رہ گئی جس کی تلافی کے لیے ان بزرگانِ دین نے مجاہدات کا سلسلہ شروع کیا ابتدا میں یہ خاص طریقہ اذکار تک محدود تھا اور حصولِ مقصد کا ذریعہ، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی اذکار و مشاغل مقصود بالذات ہو گئے اور احسان کی جگہ توبہ واستغفار نے لے لی، صوفیہ کے ہر طبقہ نے یہی عمل فرمایا جب کہ ایک گروہ نے فقط تحصیل علم پر اکتفا کیا اور صرف علم، انسانی اصلاح کے لیے کافی نہیں بلکہ اسے علم سے زیادہ عمل متاثر کرتا ہے جو کہ اولیاء اللہ کے یہاں ہی ملتا ہے۔

حضرت امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف نے ریاضت و مجاہدہ کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی کہ قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر پیش کر دی کہ

...."اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (۳۱۶)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت پر کسے فائز کرے

یعنی ایک مسلمان ریاضت و مجاہدہ کی بناء پر صالح، متقی، ولی، قطب تو بن سکتا ہے لیکن رسول اللہ اور اس کے اصحاب کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا اور یہی وہ نظریہ ہے جو اولیاء اللہ کو اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند رکھتا ہے اور اپنے عمل سے انسانوں کو متاثر کرتے ہیں اور وہ یہی اولیاء اللہ کی پہچان ہے۔ (۳۱۷)

---

(۳۱۶) قرآن۔ سورہ ۶، آیت ۱۲۴

(۳۱۷) اس سلسلے میں تفصیل کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں سعادت کی بحث ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جس نقطے کو سمجھانے کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایک طویل بحث رقم کی ہے اسے پیر صاحب مانکی شریف نے چند جملوں میں واضح فرما دیا جو علم تصوف پر ان کے عبور کا ثبوت ہے۔

۸- ایمان بالغیب کی وضاحت:

ایک مسلمان کی یہ صفت ہے کہ وہ ایمان بالغیب سے متصف ہوتا ہے اور اسی کو قرآن کریم نے متقین کی خصوصیات میں سے ایک قرار دیا ہے..... "الذین یؤمنون بالغیب" (۳۱۸)

ترجمہ: (اللہ کی کتاب یعنی قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت ہے اور متقین) وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

لیکن حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے کتنی عمدہ مثالوں سے ایمان بالغیب کی وضاحت فرمائی توجہ و غور طلب ہے۔

آپ نے فرمایا...... ایمان بالغیب کہاں نہیں؟ جب ہم پیدا ہوئے تو ماں نے کہا یہ تمہارا باپ ہے۔ ہم نے یقین کر لیا، اسکول گئے تو استاد نے کہا یہ الف ہے اور یہ ب، ہم نے استاد کی بات تسلیم کر لی، مکان تعمیر کرتے وقت انجینئر جو کچھ کہے اسی پر عمل کرتے ہیں اور پھر کسی بھی مقدمہ میں اپنی عقل سے بڑھ کر وکیل کی اندھی تقلید کرتے ہیں، تو پھر مذہب کے بارے میں شک و شبہ کیوں؟ اولیاء اللہ کی کرامات پر یقین کیوں نہیں؟

توجہ فرمائیے کس باریک بینی سے آپ نے لوگوں کے ایمان کو جھنجوڑا اور اس کی وضاحت فرمادی کہ انسان میں فطری طور سے تقلید بلکہ ______ (BLIND FAITH) کا مادہ موجود ہے اور جب وہ ہر مواقع پر اس پر عمل پیرا ہوتا ہے تو پھر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقلیدِ مرشد پر کسی کو اعتراض کیوں؟

حضرت نے چند فقروں میں اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرشد کی پیروی ثابت کرتے ہوئے منکرین رسالت اور مخالفین اولیاء اللہ کی ریشہ دوانیوں کا مدلل جواب بھی دے دیا۔

---

(۳۱۸) قرآن۔ سورہ ۲، آیۃ ۳

۹- تصوف، تبلیغ دین کا ذریعہ:

اہل تصوف کی ذمہ داریوں اور تصوف کے دین سے تعلق کے بارے میں آپ کا حسبِ ذیل خطاب تصوف کو انفرادیت سے نکال کر اجتماعیت کی طرف لے جاتا ہے آپ نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ہندوستان بھر کے مشائخ عظام اور علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرے بزرگو! عرصہ سے کمترین کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس سے پیشوان مذہب متفق ہو کر اس فسق و فجور کے زمانے میں حق کی تبلیغ اور مذہب اسلام کی ترقی کے لیے جان توڑ کوشش کریں میرا یہ مطلب نہیں کہ صوفیان کرام یا علماء صاحبان نے یہ فعل ترک کر دیا ہے بلکہ میرے خیال میں ہر ایک صاحب نے انفرادی طور پر بہت کوشش کی ہوگی لیکن انفرادی اور اجتماعی طاقت میں بہت فرق ہے اور خصوصاً نیک اشخاص کی اجتماعی طاقت جو نیک مقصد کے لیے ہو، انشاء اللہ اس کے مقابلے کی تاب بڑی سے بڑی طاقت بھی نہ لا سکے گی آج کل مشائخ عظام اور علمائے کرام کی اجتماعی تبلیغ اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ اگر غفلت سے کام لیا گیا تو میرے خیال میں مذہب اسلام کو بیش از بیش نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

گر بقدر یک نفس غافل شدی
دور صد فرسنگ از منزل شدی(۳۱۹)

ترجمہ: اگر تو نے پل بھر کے لیے بھی غفلت سے کام لیا تو سمجھ لے کہ تو اپنی منزل سے کوسوں دور چلا گیا۔ (۳۲۰)

---

(۳۱۹) حضرت نے اقبال کے اس شعر و کا جو بر محل استعمال کیا ہے اس سے آپ کی فارسی دانی اور شعر و شاعری سے شوق کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔

(۳۲۰) حضرت کے مخاطب اہل علم تھے اس لیے آپ نے تقریر میں شعر کا ترجمہ نہیں فرمایا، یہاں عام قارئین کی سہولت کے لیے ترجمہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔ (مصنف)

اس موقع پر پیشوانِ ملت کو ایسی قربانی کرنی چاہیے اور اس قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے لیے تیار ہونا چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اصحابِ کرام نے برداشت کی تھیں۔ مذہب اسلام کے مددگار صرف اہل علم اور متقی لوگ ہیں اور ہمیشہ کے لیے ان لوگوں نے مذہبِ اسلام کے لیے قربانیاں کی ہیں اور اب بھی یہی توقع ہے کہ ان کی قربانیوں اور جان توڑ کوششوں سے مذہبِ اسلام کی ترقی کی امید ہو سکتی ہے۔ (۳۲۱)

حضرت امین الحسنات صاحب کی یہ تقریر مقام تصوف اور اہل تصوف کی ان ذمہ داریوں کی عکاسی کرتی ہے جو، ان پر تبلیغ دین کے سلسلہ میں عائد ہوتی ہیں اور جو جنوب مشرقی ایشیا میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں صوفیائے کرام سر انجام دے چکے ہیں۔ نیز اس خطاب سے اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ تصوف کے اثرات، صرف انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ اجتماعی زندگی پر بھی یہ بھرپور اثرات مرتب کرتا ہے۔

درج بالا موضوعات سے اس بات کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف ایک عالم، صوفی اور ایسے سیاستدان تھے جو فرد سے لے کر معاشرے تک اور گھر سے لے کر ریاست تک ایک ایسے نظام کے جاری و ساری کرنے کے داعی تھے جسے نہ صرف انسانوں کی اخلاقی اور معاشی زندگی میں بھرپور نفاذ حاصل ہو بلکہ سیاست بھی اسی کا ایک حصہ ہو، کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا گیا تو پھر وہ سیاست، سیاست نہیں رہتی بلکہ چنگیزیت ہو جاتی ہے......

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی (۳۲۲)

(۳۲۱) تقریر۔ حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف، محولہ سابقہ
(۳۲۲) کلیات اقبال۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال۔ محولہ سابقہ

باب ششم

پیر مانکی شریف اور قومی سیاست دان

بلاشبہ حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف پاکستان کی تاریخ کا اہم باب ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کی خدمات کو تحریک، قیام اور استحکام پاکستان سے الگ کر دیا جائے تو ہماری تاریخ ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح سے لے کر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان تک (۳۲۳)، تمام قومی سیاست دانوں نے آپ سے رابطہ رکھتے ہوئے آپ کی روحانی، علمی اور سیاسی بصیرت سے استفادہ کیا۔ (۳۲۴)

(۱) قائد اعظم محمد علی جناح:

سیاسی طور سے قائد اعظم محمد علی جناح نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ بہت کم شخصیتوں کے حصہ میں آیا۔ ایک قوم پرست رہنما کی حیثیت سے آپ نے اگرچہ اپنے سفر کا آغاز کانگریس کے پلیٹ فارم سے کیا تھا لیکن اس سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے آپ مسلمانانِ ہند کے سب سے بڑے، باا‌ثر اور غیر متنازعہ رہنما بن گئے اور اس بات کو تسلیم کروالیا کہ مسلمان اور ہندو دو مختلف مذہبی

(۳۲۳) حضرت پیر صاحب کی وفات ۱۹۶۰ء میں ہوئی جس وقت ملک کے سربراہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان تھے اس طرح آپ سے ان دونوں عظیم ہستیوں نے بھرپور رہنمائی حاصل کی اور اس طرح قیام پاکستان کے بعد بھی ایک عشرہ سے زائد عرصہ تک آپ قومی سیاست کا حصہ رہے۔
(۳۲۴) قیام پاکستان سے قبل ہی ۱۸، نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے دہلی سے آپ کی خدمت میں خط تحریر کیا اور پھر ۲۴، نومبر ۱۹۴۵ء کو بذات خود آپ کے آستانہ پر حاضری دی۔ اس طرح فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ۷، ۱۹۴۷ء میں کمانڈر لاہور کی حیثیت سے آپ کے ساتھ مہاجرین کی دیکھ بھال میں شانہ بشانہ مشغول تھے اور پھر ۱۹۵۴ء میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان وزیر دفاع بننے کے بعد سے نہ صرف مسلسل آپ سے رابطہ میں تھے بلکہ پیر صاحب کی وفات کے بعد ۱۹، جنوری ۱۹۶۲ء میں آپ نے بحیثیت صدر پاکستان پیر صاحب کے مزار پر حاضری دی، پھولوں کی چادر چڑھائی اور آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر پیر صاحب دیول شریف بھی موجود تھے۔

فلسفوں، معاشرتی رسوم و رواج اور ادب سے متعلق ہیں اور حقیقت میں وہ دو ایسی تہذیبوں کے پیروں ہیں جن کی بنیاد الگ الگ ہے اور انھی نکات کو بنیاد بنا کر آپ نے تقسیم ہند کا مطالبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کے قیام کی جدوجہد کی اور اس میں مسلمانوں کے ہر طبقہ فکر سے رابطہ قائم کیا۔ آپ جانتے تھے کہ مسلمانوں میں روحانی شخصیات سب سے زیادہ فعال ہیں اور ان کے کردار سے مسلمان زیادہ متاثر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے قیام پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام سے قریبی رابطہ قائم کرتے ہوئے ان سے اس تحریک میں شرکت کی درخواست کی۔

۱۹۴۵ء میں جب آپ نے صوبہ سرحد کے دورے کا پروگرام مرتب کیا تو وہاں کی اہم علمی اور روحانی شخصیت حضرت امین الحسنات پیر مانکی شریف کو ایک خط تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ ....

" I am reaching Peshawar on the 20th to attend the Frontier Conference and I am looking forward to meet you personally and have the pleasure and the honour of a talk with you "

(325)

---

(۳۲۵) خط - محمد علی جناح دہلی، سینٹرل آفس آل انڈیا مسلم لیگ، نومبر ۱۸، ۱۹۴۵ء (وہ تمام خطوط جو مختلف اکابرین نے حضرت پیر صاحب کو تحریر کیے۔ آپ کے صاحب زادے جناب نبی امین صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ اور یقیناً ان کے علاوہ بھی پیر صاحب کے بارے میں معلوماتی دستاویزات ہوں گی جیسا کہ خواجہ رضی حیدر صاحب نے اپنی کتاب "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" کے پیش لفظ میں واضح کیا ہے کہ ...... "قیام پاکستان کے اعلان کے بعد دہلی سے روانگی کے وقت قائد اعظم نے وہ بوریاں آل انڈیا مسلم لیگ کے آفس سیکریٹری جناب سید شمس الحسن کے سپرد کیں جن میں قائد اعظم کے ذاتی خطوط اور دستاویزات موجود تھیں ...... سید شمس الحسن نے ان خطوط اور دستاویزات کو جن کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے نہایت احتیاط اور سلیقے سے تقریباً ۹۸، جلدوں میں مرتب کیا ہے۔)

اور پھر قائد اعظم نے اپنے اس دورہ میں آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے ہوئے قیام پاکستان کے سلسلہ میں آپ کا تعاون حاصل کیا۔

جناب پیر صاحب نے ایک دردمند اور مخلص لیڈر کی حیثیت سے قیام پاکستان کی تحریک میں نہ صرف بھرپور حصہ لیا بلکہ قائد اعظم کو صحیح صورتحال سے آگاہ بھی فرمایا جس کا ثبوت آپ کا حسب ذیل خط ہے جو آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح کو تحریر کیا۔

مانکی شریف

۱۶، جنوری ۱۹۳۹ء

محترم قائد اعظم صاحب

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

حصول پاکستان یعنی مسلمانان ہند کو سیاسی موت سے بچانے کی خاطر میں اس موقع پر اشد ضروری سمجھتا ہوں کہ چند سطور کے ذریعہ آپ کی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف جو صوبہ سرحد کی موجودہ انتخابی جنگ ہے منعطف کراؤں۔ آپ سے پوشیدہ نہیں کہ اس صوبے میں اور فقط اسی صوبے میں مسلمانوں کے اندر پندرہ سال سے کانگریس ایک منظم جماعت ہے کانگریس کی کمیٹیاں اور سرخپوش تنظیم قریب قریب صوبہ بھر میں پھیلی ہیں جس کی وجہ سے لاعلم عوام کی اکثریت کی ذہنیت کو اپنے طرف کر کے قابو میں رکھا گیا ہے۔ اس منظم جماعت کے ساتھ اب مسلم لیگ سرحد کا ایسے مختصر اور نازک وقت میں مقابلہ ہے جس کی نہ تو کمیٹیاں ہیں نہ ہمدرد کارکنان ہیں بلکہ کسی قسم کی تنظیم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اب تک صوبہ سرحد کا صدر مسلم لیگ بھی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت کو جانتے ہوئے پاکستان کی اہمیت نے ہمیں اس انتخابی جنگ میں شمولیت کرنے پر مجبور کیا۔ ہمیں یہ توقع تھی کہ کم از کم اس انتخابی مہم میں آل انڈیا مسلم لیگ اس صوبے کی پوری مدد اور رہنمائی کرے گی اور یہاں کے

مسلم لیگی کارکن اور ذمہ دار افراد بھی نہایت تندہی سے منظم طریقے پر تمام
صوبے میں کام شروع کریں گے۔ لیکن اب تک ان دونوں باتوں میں سے کچھ
بھی نہ ہوا۔ اور موجودہ حالت یقیناً مسلم لیگ کے حق میں نہایت نا تسلی بخش
اور خطرناک ہے اگر جناب کو مسلم لیگ سرحد کی طرف سے یہ صحیح حالت نہ بتائی
گئی ہو یا دیدہ و دانستہ آپ سے چھپائی گئی ہو تو میرے خیال میں یہ ایک ناقابل
عفو جرم ہے۔ جس کا خمیازہ ہم سب کو بھگتنا پڑے گا اور وہ نہایت شرمندگی کے
ساتھ ہوگا۔ ہماری جمعیۃ اصفیاء کی طرف سے علمائے کرام اور مشائخ عظام نہایت
سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ جس کے متعلق آپ دریافت کر سکتے ہیں۔ لیکن
اکیلے اس پر ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ سارا صوبہ تو ہمارا مرید نہیں
جہاں ہمارا مرید ہے وہ بالکل تسلی بخش ہے لیکن باقی صوبے کے حالات خراب
ہیں جس کے لیے اس دس پندرہ روز میں ایسا زبردست پروپیگنڈہ کرنا چاہیے تاکہ
عوام کے دماغ سے کانگریس کے طویل پروپیگنڈہ کے اثرات نکال کر مسلم لیگ
کی حمایت پر مجبور کرایا جائے۔ ایسا تنگ وقت کہ الیکشن قریب ہے اور سارا مسلم
ہندوستان کا بوجھ آپ ہی کے کندھوں پر ہے۔ مجھے بے حد غیر موزوں معلوم ہوتا
تھا۔ لیکن کیا کروں قاضی عیسیٰ صاحب جو آپ نے اس صوبے کا ذمہ دار مقرر کیا
تھا۔ اس نے زبردست ہوائی طوفانی دورہ کر کے ان حضرات کی کمیٹی آف ایکشن
مقرر کر کے جو خود امیدوار کھڑے۔ ہوئے ہیں۔ واپس تشریف لے گئے افراد
کمیٹی آف ایکشن پہلے تو غیر موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ اپنے کام میں مصروف ہی
رہتے ہیں۔ دفتر میں کوئی ذمہ دار شخص نہیں ہوتا ہے اگر کسی کانڈیڈیٹ کو
ضرورت پڑ جائے تو وہ بے چارہ دو تین دن انتظار کر کے مایوس واپس چلا جاتا ہے
اور اگر کوئی تجویز بتا دیا جائے تو مہینہ کے بعد زیر بحث ہو سکتی ہیں۔ مختصر یہ کہ
سب انتظام گول مول ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ بذات خود
اس صوبے کی طرف خاص توجہ فرمائیں اور میری تجویز جو شامل ہذا ہے۔ نیز

جناب خان صاحب فتح محمد خان زبانی بھی عرض میری طرف سے کریں گے اس
پر خاص غور کرنا چاہیے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ خدا کرے کہ ہم
حصول پاکستان میں کامیاب ہو سکیں۔

والسلام

آپ کا صادق دوست

محمد امین الحسنات سجادہ نشین مانکی

ممبر جمعیت اصفیاء صوبہ سرحد

نوٹ: جناب کی واپس تشریف لے جانے کے بعد میں نے کئی دفعہ مسلم لیگ
سرحد کو زوردار الفاظ میں کہا ہے کہ پروپیگنڈہ میں غفلت سے کام لیا جا رہا ہے۔
لیکن اس پر کوئی نوٹس نہیں لیا ہے۔ اس کے بعد ۲، جنوری ۱۹۴۶ء کو پندرہ
بیس کانڈیڈیٹ کے سامنے ایک تجویز جس میں ممبران کمیٹی آف ایکشن کو بتایا
گیا تھا کہ موجودہ ۱۰، جنوری ۱۹۴۶ء کے بعد آپ ہر ضلع میں ایک ایک لاری بمعہ
لاؤڈ اسپیکر جس میں ۱۵، نیشنل گارڈز اور پانچ مقررین علماء کرام اور دو نعت خواں
ہوں ۱۰، جنوری سے لے کر ۱۴، فروری تک ہر ضلع میں کام کرے لیکن کمیٹی
آف ایکشن نے اس پر کوئی خاص غور یعنی عملی شکل نہیں دیا ہے۔ شاید رقم کی
کمی ہو۔ اس لیے مجبوراً آپ کو لکھ رہا ہوں۔ سب سے پہلے بہت ضروری ہے کہ
تین چار ارکان پر مشتمل ایک وفد خاص اس صوبے میں کام یعنی تمام کام کی
نگرانی کرنے کے لیے آپ اپنی طرف سے بھیج دیں لیکن ارکان وفد آپ کے
خاص معتمد ہونے چاہئیں۔ دوئم ایک نہایت معقول رقم جو آپ مناسب سمجھیں
اس وفد کو آل انڈیا مسلم لیگ فنڈ سے یہاں کے کام کو چلانے کے لیے عنایت
فرمائیں۔ لیکن اس رقم کو خرچ کرنے میں یہ شرط ہو کہ حساب کتاب بھی وہ اپنے
پاس رکھیں اور ضروری کاموں پر خرچ بھی وفد خود اپنے ہاتھ سے کریں۔ البتہ
صلاح مشورہ ہم سے لیں۔ دوئم اس صوبہ میں بعض افراد ہیں جو پرانے مسلم لیگ

کے کارکنان ہیں لیکن بعض وجہلت (وجوہات) پر وہ مسلم لیگ سرحد سے ناراض ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بہت ہی بہتر ہوگا اگر آپ ان کو بھی لکھ دیویں اور وفد کو بھی کہہ دیں تاکہ وہ اپنے ساتھ شامل کر کے ایک کمیٹی مشترکہ ضلع میں کام کرنے کے لیے بنائیں جسکی شاخ ہر ضلع میں ہو اور اس کے مشورے سے باقی دس پندرہ دن کام کیا جائے اور موجودہ کمیٹی آف ایکشن بالکل بے کار اشخاص کی ہے ان کی رائے نہیں لینا چاہیے۔ باقی آپ خود بہت دانا ہیں۔ ان اشخاص کے نام یہ ہیں۔

ارباب عبدالغفور خان خلیل صدر افغان جرگہ صوبہ سرحد
خان بہادر سعداللہ خان عمرزائی
سردار اورنگ زیب خان سابق منسٹر

والسلام (۳۲۶)

آپ کا صادق دوست

محمد امین الحسنات

حضرت پیر صاحب نے یہ خط لکھ کر قائداعظم کی صحیح معنوں میں رہنمائی فرمائی۔ اور پھر خود جس طرح قیام پاکستان کی تحریک میں پر خلوص کوششیں کیں ان کا اندازہ قائداعظم کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ جو آپ نے پیر صاحب کو ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو تحریر کرتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

نئی دہلی

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء

مائی ڈیئر پیر صاحب

مجھے اخبارات میں یہ پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نہایت دلجمعی کے ساتھ

(۳۲۶) بحوالہ قائداعظم خطوط کے آئینے میں۔ خواجہ رضی حیدر، کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۸۵ء ص ۱۷۰ تا ۱۷۲

مسلم لیگ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ممتاز اور قابل افراد آگے آئیں اور بے لوث خدمات انجام دیں۔ جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ پیشتر ہی محسوس کر چکے ہیں کیونکہ ہمیں اپنا مقصد "پاکستان" حاصل کرنے کے لیے ایک شدید جدوجہد کا سامنا ہے۔

اب ہر مسلمان کا فریضہ ہے چاہے وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو کہ وہ ہمارے عوام کو منظم کرے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد کر دے۔

امید ہے کہ آپ بخیرت ہوں گے۔ نہایت احترامات کے ساتھ۔

آپ کا مخلص (۳۲۷)

ایم اے جناح

پیر صاحب مانکی شریف صوبہ سرحد کے حالات پر برابر نظر رکھے ہوئے تھے اور جب بھی ضرورت محسوس کرتے قائداعظم کو حالات سے باخبر رکھنے کے لیے نہ صرف صورتحال تحریر کرتے بلکہ اپنے دور اندیش مشوروں سے بھی نوازتے۔ اسی سلسلے میں ایک موقع پر تحریر فرماتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں ....

مانکی شریف

یکم نومبر ۱۹۴۶ء

بخدمت جناب محترم قائداعظم بسلامت باشد

السلام علیکم۔ عرصے سے خط بھیجنے کا خیال تھا لیکن جناب کا قیمتی وقت خط پر ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی عزت افزائی کے لیے سرحد اور قبائلی علاقے کے لوگ تیار کرنے کے وقت مجھے بہت خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کے خلاف۔ کوئی واقعات نہ ہو کہ قائداعظم صاحب ناراض نہ ہو جائے جب سنا کہ قائداعظم صاحب ناراض نہیں تو

(۳۲۷) قائداعظم خطوط کے آئینے میں محولہ سابقہ، ص ۱۷۳

اطمینان ہوگیا۔ میں نے تو اس لیے یہ کوشش کیا تھا کہ جناب نے اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پھر پنڈت نہرو اور پٹیل سرحد کو خوشی کے ساتھ پہلے کی طرح نہیں آئیں گے۔ چونکہ وہ اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے آرہا تھا اور ہم لوگ یہ چاہتا تھا کہ آپ کا پیشن گوئی خدا کے فضل سے درست ثابت ہوجائے خدا کا فضل اور آپ کے اقبال سے مسلم لیگ سرحد اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگیا۔ میرا خواہش ہے کہ آپ کو جب سرحد کے حالات سازگار ہو جائے میں پھر عریضہ بھیجوں گا۔ اور جناب کو سرحد کے دورے کی دعوت دیا جائے گا۔ لیکن جناب کے دورے سے دو مہینہ قبل میں تمام سرحد اور قبائلی علاقے کا دورہ ضرور کروں گا۔ تاکہ دنیا کو ثابت ہوجائے کہ مسلمانان سرحد اور آزاد قبائل نے اپنا سیاسی محبوب رہنما کا وہ عزت کیا جو شایان شان تھا۔ اس لیے جب اور جس وقت میں آپ کو فراغت ہوسکے تو مجھے قریباً دو مہینہ قبل مطلع کرنا ضروری ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ بعض سرحدی حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ فی الحال جناب کو وزیرستان اور سرحد میں دورہ کرنے کی دعوت دے دیویں۔ خدا کا فضل ہے جناب سب سے بڑھ کر دانا ہے اور فی الحال جناب کو فرصت بھی مشکل ہے۔ میرے خیال میں بہتر بلکہ ضروری ہے کہ اگر ان کی دعوت خواہ چند ایک قبائل لوگ بھی دے دیویں منظور نہ فرمایا جائے یہ میرا خیال تھا جو پیش کیا۔ باقی آپ بہتر سمجھتا ہے۔ امید ہے کہ جناب خیریت سے اور خوش ہوں گے۔ مجھے خدمات لائقہ اور احوال خیریت سے مطلع فرمایا کریں گے۔

والسلام

آپ کا تابعدار

فقیر محمد امین الحسنات

مانکی شریف (۳۲۸)

(۳۲۸) قائداعظم خطوط کے آئینے میں۔ محولہ سابقہ، ص ۱۶۳-۱۶۴

حضرت امین الحسنات صاحب پیر مانکی شریف کے اس خط کو غور سے پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ ہستیاں تھیں جنہوں نے صحیح معنوں میں قیام پاکستان کی تحریک میں بنیادی کردار ادا کیا اور وہ بھی انتہائی خلوص سے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب قائداعظم کو یہ خط موصول ہوا تو انہوں نے فوراً پیر صاحب کو لکھا کہ.........

نئی دہلی

۷, نومبر ۱۹۴۶ء

ڈیئر پیر صاحب

مجھے آپ کا مکتوب مورخہ یکم نومبر ملا۔ بہت بہت شکریہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ مسلم لیگ کے لیے نہایت جانفشانی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔

میں نے اپنے دورہ سرحد کے ضمن میں آپ کی ہدایات نوٹ کرلی ہیں اور میں مزید اطلاعات کے لیے منتظر رہوں گا۔ نہایت احترامات کے ساتھ۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح (۳۲۹)

قائداعظم اس عظیم روحانی اور علمی شخصیت کے سیاسی کردار سے اس قدر متاثر تھے کہ جب آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے قائداعظم ریلیف فنڈ کمیٹی قائم کی تو آپ کو اس کا نائب صدر بنایا گیا (۳۳۰) اور پیر صاحب کی شخصیت ہی کی وجہ سے عوام نے دل کھول کر اس فنڈ کے لیے رقم دی۔ اور یہ پیر صاحب کی بے باک شخصیت ہی تھی کہ جنہوں نے کراچی مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ بات اٹھائی کہ پارٹی اور حکومت کے عہدے ایک ہی فرد کے پاس نہیں

(۳۲۹) قائداعظم خطوط کے آئینے میں۔ محولہ بالا، ص ۱۶۵

(۳۳۰) ہر صوبے کی ریلیف کمیٹی کا صدر چونکہ گورنر ہوتا تھا اسلیے آپ کو نائب صدر بنایا گیا۔ یہ صرف (PROTOCOL) کے تحت تھا ورنہ یقیناً صدر آپ کو بنایا جاتا۔

ہونے چاہیں۔ معاملہ الیکشن تک پہنچا اور آپ کی رائے کو صائب قرار دیا گیا۔ نتیجہ کے طور پر قائداعظم نے مسلم لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دیا اور دیگر سرکاری اہل کار بھی مسلم لیگ کے عہدوں سے الگ کر دیے گئے۔ (۳۳۱) اس موقع پر مسلم لیگ کی صدارت پر سب سے بڑا حق آپ کا بنتا تھا لیکن آپ ساتھیوں کی خواہش کے باوجود اس کے لیے تیار نہ ہوئے اور فرمایا ..... "میں نے یہ عہدے کے لیے نہیں بلکہ اصولوں کی خاطر کیا ہے۔" (۳۳۲)

۲۔ پیر صاحب اور قائد ملت لیاقت علی خان

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ....

"یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن، ان بعض الظن اثم۔" (۳۳۳)

ترجمہ۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

لیکن ہم پھر بھی احتیاط نہیں کرتے اور نہ صرف عام لوگوں کے بارے میں بلکہ اللہ والوں کے بارے میں بھی غلط گمان کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت امین الحسنات صاحب، پیر مانکی شریف نے ارباب حکومت پر اعتراضات کیے تو یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ چوں کہ آپ کو حکومت میں شامل نہیں کیا گیا، اس لیے آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں لیکن، لیاقت علی خان نے بحیثیت وزیراعظم آپ کو جن الفاظ میں اس وقت خراج تحسین پیش کیا اس نے مخالفین کا پول کھول دیا۔

وزیراعظم پاکستان کے خط کے الفاظ یوں ہیں ....

---

(۳۳۱) آج پھر پیر صاحب کی رائے پر عمل ہو رہا ہے اور حکومتی اور پارٹی عہدے یکجا نہیں رکھے جا رہے۔

(۳۳۲) اور یہ حقیقت ہے کہ متعدد پیشکش کے باوجود آپ نے وزارت تک کے عہدے کو قبول نہیں کیا جس کا ثبوت لیاقت علی خان کا وہ خط ہے جو انہوں نے پیر صاحب کو تحریر کیا۔ (خط لیاقت علی خان، وزیراعظم پاکستان۔ ۹ فروری ۱۹۴۸ء)

(۳۳۳) قرآن۔ سورہ ۴۹، آیہ ۱۲

PRIME MINISTER

PAKISTAN

کراچی

۹ فروری ۱۹۴۸ء

مخدومی ومکرمی پیر صاحب

السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ فرنٹیئر کے صوبہ میں اس چیز کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ میرے فرنٹیئر کے قیام کے دوران میں آپ نے وزیر بننے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ پروپیگنڈا بالکل بے بنیاد ہے اور ان لوگوں کی طرف سے کیا جا رہا ہے جو پاکستان کے دوست نہیں سمجھے جا سکتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ جب وزارت بنائی جا رہی تھی تو آپ سے درخواست کی گئی تھی کہ آپ اس میں شریک ہوں اور وزارت کے عہدے کو قبول کریں۔ آپ نے اس وقت اپنی معذوری کا اظہار کیا تھا۔ اس مرتبہ جب میں آپ سے فرنٹیئر میں ملا تو میں نے پھر اسی امر کا آپ سے ذکر کیا تھا مگر آپ نے حسبِ سابق اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ ان حالات میں کسی شخص کا اس قسم کا غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کرنا سخت قابلِ افسوس ہے۔ آپ کو اس کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے ہر طرح کا پروپگنڈا کرنے میں کبھی گریز نہیں کرتے۔

آپ قوم کی اور اسلام کی خدمت بغیر کسی لالچ کے کر رہے ہیں اور ہر شخص آپ کی دیانت داری اور حقیقی خدمت سے واقف ہے آپ جیسے مخلص کام کرنے والے قوم کے لیے باعث فخر ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ (۳۳۴)

مخلص

لیاقت علی خان

قائد ملت اور اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان کا مذکورہ خط اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت پیر صاحب نے جس خلوص سے پاکستان کی خدمت کی اس کی مثال ہماری تاریخ میں شاید ہی مل سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ کون تھے جو پاکستان کے ان محسنوں کے خلاف پروپیگنڈے میں مشغول تھے۔ اس کا جواب پولیس کی وہ خفیہ رپورٹیں ہیں جو آج بھی محفوظ ہیں۔ (۳۳۵)

سی آئی ڈی کی ایک رپورٹ میں پیر صاحب مانکی شریف کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ ....

"He complained that the promised Islamic Law were not enforced and condemned the provisional regime of Hn'able Khan Abdul Qayyum Khan for its oppressive rule .... To improve the economic conditions of the people of Hazara, a factory should be opend at Abattabad. As the people of Hazara were poor and already burried under texes, the

(۳۳۴) خط۔ لیاقت علی خان، کراچی، ۷ فروری ۱۹۴۸ء .... (ضمیمہ نمبر ۹) یہی نہیں بلکہ لیاقت علی خان جب انڈیا کے انٹرنشل ممبر آف کونسل تھے اور پیر صاحب دہلی تشریف لے گئے اور جب آپ کی آمد کا علم ہوا تو لیاقت علی خان نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ .... "مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ آپ کے گزشتہ دوران قیام دہلی میں آپ سے نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ جو خدمت آپ اس وقت مسلمانان ہند اور اسلام کی انجام دے رہے ہیں اس کا اثر ہر مسلمان کے قلب پر ہے۔ خداوند آپ کی کوششوں کو کامیاب کرے اور اسلام کا علم بلند رہے ....

(خط۔ لیاقت علی خان، نئی دہلی، گل رعنا۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۶ء)

(۳۳۵) اس سلسلے میں میں نے کئی فائلیں جو کہ (CID) نے تیار کی تھیں اپنے دورہ برطانیہ ستمبر ۱۹۹۰ء کے دوران انڈیا آفس لائبریری میں مطالعہ کیں اس دوران شمالی علاقوں کے بارے میں بھی اہم راز منکشف ہوئے جو مناسب وقت پر قارئین کے لیے طبع کیے جائیں گے۔

house tex should be rescinded. The P.C.R. and other black Law, should be repealed and Arbab Abdul Ghafoor, Master Khan Gul and other persons covicted under these Laws should be release or tried in open court". (336)

یہ رپورٹ جہاں یہ بات واضح کرتی ہے کہ پیر صاحب کو صوبہ سرحد کی حکومت سے یہ شکایت تھی کہ اس نے وعدے کے باوجود اسلامی قوانین نافذ نہیں کیے اور خان عبدالقیوم کی اس بات پر مذمت کی کہ ان کی حکومت غیر قانونی حربے استعمال کر رہی ہے وہاں صوبہ سرحد کے ایک غیر ترقی یافتہ علاقے ہزارہ کے لوگوں کے مسائل کی نشاندہی بھی کی اور پھر چند سیاست دانوں کی بلا جواز اور کالے قوانین کے تحت گرفتاری پر آواز بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو رہا کیا جائے یا کھلی عدالت میں معاملہ لے جایا جائے۔ (۳۳۷)

یہی نہیں بلکہ اس رپورٹ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہر بات سے باخبر تھے اور شاہی خرچیوں پر نالاں جیسا کہ اسی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

"And that Rs. 63,000/- had been provided for the construction of bunglows for the Hon'able Ministers and Rs. 70,000/- for the increase in the C.I.D. staff to combad commission in the budget for the current year. He contrasted that 33% of the budget exp-

(336) I.P.G. DAD (Diary No. 56, Dated: 24. 4. 1954) P. 2,3.

(۳۳۷) پیر صاحب بڑے بے باک اور عوام دوست لیڈر تھے۔ اپنی ذمہ داری بھی سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا احساس دلاتے تھے۔ آپ نے بحیثیت ممبر صوبائی اسمبلی اور قائد حزب اختلاف اکثر موقعوں پر ایسے سوالات اٹھائے جن میں عوام کی جواب دہی کا عنصر موجود تھا۔

۱۴ نومبر ۱۹۵۳ء کے ایک اجلاس میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ .... "اسمبلی کی تشکیل کی غرض و غایت یہ ہے کہ یہاں پر عوام کی تفصیلات بیان کی جائیں اس اسمبلی کے سب ممبران صاحبان دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ اس کے بدلے میں انہیں قوم کی خدمت کرنی چاہیے اور قوم کو بتانا چاہیے کہ وہ ان کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں ....

(N.W.F.P.) **Lagisiative Assembly Debate,** 14, November, 1953. Official Report. P. 10

enditure on police in the N.W.F.P. against 12 % in the Punjab." (338)

درج بالا رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب انتظامیہ کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ کس طرح بلا ضرورت انتظامیہ پر روپیہ صرف ہو رہا ہے اور پنجاب جیسے بڑے صوبے کے مقابلے میں سرحد حکومت پولیس پر کس قدر زیادہ رقم خرچ کر رہی ہے اور وہ اس لیے نہیں کہ (LAW AND ORDER) کا مسئلہ ہے بلکہ اس لیے کہ حکومت پر تنقید کرنے والوں کو پریشان کیا جائے۔

ایک طرف انتظامیہ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے پانی کی طرح پیسہ بہا رہی تھی تو دوسری طرف مخلص مسلم لیگی کارکنوں کی یہ حالت تھی کہ وہ بے چارے میٹنگ میں شمولیت کے لیے کرایہ آمدورفت تک کا انتظام نہ کر سکتے تھے اس سلسلے میں رحیم اللہ صاحب کے ایک خط کا ذکر بے محل نہ ہوگا تاکہ قارئین اندازہ کر سکیں کہ پیر صاحب نے کن حالات میں استحکام پاکستان کے لیے تگ و دو کی اور آپ نہ صرف قدمے سخنے بلکہ درمے بھی آگے آگے تھے۔

بخدمت جناب مکرم و محترم جناب پیر صاحب مانکی شریف دام الظلم

جناب عالی

گزارش یہ ہی کہ مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی اجلاس کے بابت اطلاع ہو چکی ہے ممکن ہے کہ فدوی اجلاس کی شمولیت میں حاضر نہ ہو۔ میں اس لیے چند تجاویز بابت میٹنگ آپ کے مطالعے کے لیے روانہ کرتا ہوں غور کرنے کے بعد آن جناب مجھے بذریعہ ڈاک مطلع فرماویں........

ایک مطالبہ اپنے بابت

(نمبر ۱) یہ کہ میں ایک غریب چھوٹے بال بچہ دار آدمی ہوں کوئی جائداد........

(338) I.P.G. DAD, Op cit. P. 4

ملازمت بھی نہیں جیسا کہ آپ صاحب کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ مسلم لیگ .... مسلم لیگ کا سرگرم رکن رہ چکا ہوں جانی اور مالی نقصان .... تھک چکا آخر کار مسلم لیگ سے مایوس ہو کر عوامی لیگ میں آیا اس میں بھی دوڑ دھوپ سے آپ صاحب واقف ہیں کہ میں نے کبھی کمزوری نہیں کی ہے پہلے میں ایک اسکول میں دینیات ٹیچری پر کام کرتا رہا وہ بھی بوجہ مخالفانہ رویہ کے چھینا اب صرف ایک خدا کا آسرا ہے اور کچھ نہیں بوجہ لاچاری کے ہر ایک میٹنگ میں حاضر بھی نہیں ہو سکتا ہوں اس لیے آن جناب میری عدم توجہی پر معمول نہ فرماویں بلکہ ہو سکے تو میری آمدورفت کا انتظام فرمایا جائے تو بہتر ہوگا تاکہ میں اپنی زندگی .... فائدہ پہنچا سکوں ورنہ اپنے علاقے میں تحریک کے ہر حکم کا بسروچشم فرمانبردار ہوں اور رہوں گا انشاءاللہ تعالیٰ بے فکر رہیں فقط والسلام۔

آپ کا خیر اندیش مولوی رحیم اللہ بقلم خود سکنہ شنشی نصرتی تحصیل کرک ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد۔ (۳۳۹)

یہ پیر صاحب مانکی شریف کا مخلصانہ رویہ ہی تھا کہ حکومت میں نہ ہونے کے باوجود بھی سیاسی کارکن آپ ہی کی طرف رجوع کرتے جو بات یقیناً حکومت کو پسند نہ تھی، خصوصاً خان عبدالقیوم خان کو، کیوں کہ وہ ہر صورت میں صوبہ سرحد کی اہم اور واحد شخصیت اپنے علاوہ کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔

اور خان عبدالقیوم خان کا یہ رویہ ایسا تھا کہ جسے دوسرے قومی لیڈر بھی پسند نہ کرتے تھے۔ جس کا اظہار حضرت پیر صاحب مانکی شریف کے نام حسین شہید سہروردی کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ (۳۴۰)

(۳۳۹) خط۔ مولوی رحیم اللہ بنام پیر صاحب مانکی شریف مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۴ء (اس خط کی نقل سی آئی ڈی نے حاصل کر کے انتظامیہ کو فراہم کی جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پیر صاحب اور دیگر مخلص کارکنان پر مختلف ایجنسیوں کے ذریعہ کس قدر کڑی نگرانی تھی اور یہی وہ حربے تھے جو مسلم لیگ کے زوال کا سبب بنے اور درد مند کارکنان مایوس ہو کر الگ ہو گئے) ضمیمہ ۷۔

(۳۴۰) خط۔ شہید سہروردی، کراچی، ۵۶ کلفٹن ۷، ۲۲ اگست ۱۹۵۱ء

۳۔ پیر صاحب اور حسین شہید سہروردی:

حضرت پیر صاحب مانکی شریف سے دیگر قومی رہنماؤں کی طرح حسین شہید سہروردی بھی ملکی معاملات میں استفادہ کرتے رہے۔ خصوصاً عوامی لیگ کی تنظیم اور کامیابی میں تو حضرت پیر صاحب کا نمایاں کردار تھا اور آپ نے صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے اسے بہت جلد کامیابی سے ہمکنار کر دیا پیر صاحب کو سہروردی صاحب کس قدر اہمیت دیتے تھے، درج ذیل خط سے واضح ہوتا ہے۔

۵۶ کلفٹن کراچی

۲۷ اگست ۱۹۵۱ء

محترمی جناب پیر صاحب مانکی شریف۔ السلام علیکم یا وعلیکم السلام

جناب کا خط ملا آپ کی خواہش کے مطابق میں جلسے کو ملتوی کرتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جناب تشریف لائیں گے تو چار یا پانچ روز یہاں پر گزاریں گے۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کام بڑے شدت کے ساتھ چل رہا ہے۔ کبھی کبھی اپنے خطوط سے آگاہ کیجیے کہ کچھ کامیابی کی صورت ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میاں عبدالقیوم اچھے چل رہے ہیں لیکن پاکستان کی خاطر اور اگر کہا جائے تو اس کی ہی خاطر ایک حزب مخالف کی ضرورت ہے اور نہیں تو ملک بالکل تباہ ہو جائے گا۔

آپ کا خیر اندیش و دعا گو

شہید

از سہروردی شریف (۳۴۱)

۳۰ ستمبر کو اگر میٹنگ رکھی جائے تو کیا رائے ہوتی ہے۔

حسین شہید سہروردی کے اس خط سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ صوبہ سرحد

(۳۴۱) خط۔ حسین شہید سہروردی محولہ سابقہ

کے معاملات میں تمام قومی رہنما صرف اور صرف آپ کو حرف آخر تصور کرتے تھے۔

ان اہم شخصیات کے علاوہ دیگر متعدد قومی اور علاقائی علمی، روحانی، سیاسی اور سماجی شخصیات کے خطوط کی ایک بھاری بھرکم فائل حضرت امین الحسنات صاحب کے صاحبزادے جناب نبی امین صاحب کے پاس موجود ہے جو اپنے اس عظیم والد کی امانت کے حقیقی امین ہیں۔ (۳۴۲)

تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان کے لیے آپ نے دن رات جو تگ و دو کی اس کا ثبوت ان اہم خطوط کے علاوہ آپ کے وہ اخباری بیانات بھی ہیں جو قوم کی رہنمائی کے لیے آپ نے وقتاً فوقتاً دیے۔ (۳۴۳)

۴۔ سینیٹر غلام فاروق صاحب:

مرد کوہستانی، خٹک قوم کے عظیم سپوت اور پاکستان کی صنعت کو اپنے خون سے سینچنے والی شخصیت سینیٹر غلام فاروق صاحب نے اولیائے مانکی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ .... "میرے والد مرحوم میر اسلم خان اولیائے مانکی شریف کے معتقدین خاص میں سے تھے مجھے کل کی طرح یاد ہے کہ والد صاحب بیماری کی حالت میں بنگال سے آئے اور سال بھر گاؤں ہی

(۳۴۲) پیرزادہ نبی امین صاحب صرف اسی حد تک والد بزرگوار حضرت امین الحسنات، پیر صاحب مانکی شریف کے امین نہیں کہ ان کے سیاسی لٹریچر کی حفاظت کیے ہوئے ہیں بلکہ اپنی دین داری کے ساتھ ساتھ والد کے مکمل سیاسی ورثہ کے امین بھی ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ ضلع پشاور کے صدر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ چیئرمین رہ چکے ہیں اور ۱۹۹۰ء کے الیکشن کی ذمہ داری کے سلسلہ میں عبوری حکومت میں صوبہ سرحد کے وزیر مذہبی امور اور عشر وزکوٰۃ کی ذمہ داریاں بطریق احسن نبھا چکے ہیں اور پھر میں اس کا عینی شاہد ہوں کہ آج بھی آپ کا زیادہ تر وقت عوام کے مسائل کے حل اور ان کی فلاح و بہبود میں گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میری ملاقات بھی آپ سے اکثر رات ۱۲ بجے کے بعد ہی ہوتی تھی جب آپ لوگوں کے معاملات طے کرنے کے بعد گھر واپس لوٹتے تھے۔

(۳۴۳) میں نے ان بیانات میں سے صرف چند ایک کو ایک نظر دیکھا۔ قارئین کے لیے وہ تاریخیں تحریر کی جا رہی ہیں تاکہ اگر وہ چاہیں تو تفصیلاً ان بیانات کا مطالعہ کر سکیں۔ (ضمیمہ نمبر ۸-۹)

میں رہے۔ بیماری طول پکڑتی گئی یہاں تک کہ آپ قریب المرگ ہوگئے۔ اسی دوران پیر صاحب مانکی شریف کے ہاں حاضری دینے کے لیے ان کے ایک مرید مانکی شریف جاتے ہوئے ہمارے ہاں ٹھہرے والد صاحب نے پیر صاحب کو سلام عرض کرنے کے ساتھ ساتھ دعا کی درخواست کی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ دوسرے ہی دن والد صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی وہ مرید تین دن بعد واپس لوٹے تو دوبارہ ہمارے یہاں آئے کہ آیا میرے والد صاحب زندہ ہیں یا کوچ کر چکے ہیں۔ جب اس نے والد صاحب کو صحت مند پایا تو کہا کہ جب میں حضرت پیر صاحب کے یہاں پہنچا تو انہوں نے طبیعت پوچھی اور پھر دعا مانگی ادھر حضرت نے دعا مانگی ادھر والد کی طبیعت بہتر ہونی شروع ہوگئی اور ہمیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت پیر عبدالرؤف صاحب ہمارے یہاں انڈیا تشریف لاتے تھے۔

پیر امین الحسنات تو فاتح ریفرنڈم تھے۔ جب آپ پوری طرح سیاست میں آئے تو میں نے اس خیال سے کہ ان کی مالی حالت مستحکم ہونی چاہیے انہیں ذیل پاک سیمنٹ کی بیگ لوڈنگ دے دی اور راول ڈیم کے سلسلے میں شیئر ہولڈرز کا انتظام کر دیا۔

اولیائے مانکی سے ہمارے خاندانی تعلقات دن بدن مستحکم ہوتے رہے حضرت پیر صاحب بڑی ہی مخلص اور مہمان نواز ہستی تھی اور مذہب کے انتہائی پابند۔

مرحوم صدر پاکستان سکندر مرزا نے خود مجھے بتایا کہ جب میں (AC) اور پھر (DC) تھا میں نے مرحوم پیر صاحب کے ساتھ شکار بھی کیا اور لنگر کا تبرک بھی تناول کیا۔ جہاں تک میرا ذاتی مشاہدہ ہے تو اس کا ذکر اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ میرے صاحبزادے احمد نے کہا کہ مجھے کہیں سے حقہ لادیں، ڈرائنگ روم میں سجانا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے ہمارے ڈرائنگ روم کے لیے نہ صرف حقہ فراہم کیا بلکہ طرح طرح کے مٹی کے خوبصورت برتنوں کا انبار لگا دیا اور جب

بھی تشریف لاتے سوات کا بہترین شہد بوتل میں نہیں بلکہ ٹین بھر کر لاتے۔

میرے صاحبزادے زاہد یورپ سے فوکس ویگن ساتھ لائے جو پیر صاحب کو بہت پسند آئی اور آپ نے خریدنے کی خواہش کی جس پر میری بیگم نے بلا قیمت آپ کی نذر کر دی، کیا معلوم تھا کہ یہی موٹر آپ کو ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھین لے جائے گی (مرحوم پیر صاحب کا وصال اسی کار کے حادثہ کے نتیجہ میں ہوا)۔

آج آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، حضرت شمس الامین صاحب، آستانہ عالیہ مانکی شریف کے سجادہ نشین ہیں جن کی پیدائش میری بیگم ڈاکٹر ممتاز فاروق خٹک کے ہاتھ میں ہوئی موجودہ سجادہ نشین صورت و سیرت دونوں اعتبار سے اپنے والد مرحوم پیر صاحب کی تصویر ہیں۔

پیر زادہ نبی امین سیاست کی طرف کافی مائل ہیں اسی لیے میں نے چراٹ سیمنٹ فیکٹری کی لوڈنگ کا کام انہیں تفویض کیا ہوا ہے تاکہ ان کی مالی حیثیت مستحکم رہے۔

میری خواہش ہے کہ یہ حضرات اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں، لنگر جاری رکھیں کہ اس کی بڑی برکتیں ہیں اور اکابرین کے علمی سرمایہ کو محفوظ رکھنے کی غرض سے لائبریری کو مرتب کریں۔ مریدوں سے رابطہ رکھیں اور عوام الناس کو تصوف اور روحانی اثرات سے آگاہ کریں۔ (۳۴۴)

---

(۳۴۴) انٹرویو۔ مینیجر غلام فاروق صاحب۔ اسلام آباد ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء

اس تفصیلی انٹرویو کے موقع پر خان صاحب کی بیگم ڈاکٹر ممتاز فاروق خٹک بھی تشریف فرما تھیں آپ کے والد محترم احسن گل خٹک نے تعلیم نسواں کے لیے جو خدمات انجام دیں، ان سے اور آپ کی دیگر ملی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کے لیے انشاء اللہ جلد ہی پراجیکٹ شروع کیا جائے گا اور ۱۹۹۱ء میں یہ کوشش بھی اللہ کے فضل و کرم سے بار آور ہوگی۔

محمد ابراہیم خان خلیل: M.I.K. KHALIL

خلیل صاحب آج کل وزارت منصوبہ بندی اور ترقیات کے سیکریٹری ہیں ایک ماہر آفیسر کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی نیک اور خدا ترس انسان ہیں۔ اولیائے کرام سے حد درجہ عقیدت رکھتے ہیں اور عملی طور پر اسکا مظاہرہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ (۳۴۵)

آپ تحریک پاکستان کے نوجوان ہراول دستے میں شامل تھے۔ آپ نے حضرت امین الحسنات صاحب مرحوم پیر مانکی شریف کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا "میں ایڈورڈ کالج کا طالبعلم تھا سیکریٹری سرحد مسلم لیگ جناب یوسف خٹک نے مجھے مسلم اسٹوڈینٹ یونین کے سرگرم رکن کی حیثیت سے پیر صاحب کے ساتھ کام کرنے کو کہا ہم نے دن رات تمام تحریکوں کو فعال رکھا۔ مشائخ کانفرنس کے موقع پر بینرز، مہمانوں کی دیکھ بھال اور دیگر اہم امور ہمارے ذمہ تھے۔ تحریک عدم اعتماد کے سلسلے میں پیر صاحب کے ساتھ ساتھ میں بھی گرفتار ہوا، لیکن طلبہ کے دباؤ کی وجہ سے حکومت نے ایک دن بعد ہی رہا کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد جب میں پی سی ایس اور پھر سی ایس پی کے امتحان میں کامیاب ہو کر انتظامیہ میں آیا تو پیر صاحب نے بنفس نفیس مبارک باد دی بعد ازاں جب میں بنگال اور پھر برطانیہ چلا گیا تو پیر صاحب سے مسلسل رابطہ نہ رہ سکا پیر صاحب کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ظاہر شاہ صاحب شاہ افغانستان نے افغانستان اور سرحد کے معاملہ میں کانگریس نمائندگی کے لئے خان عبدالغفار خان کو اور مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے صرف آپ کو دعوت کلام دی۔ کیونکہ ایک سوچ یہ بھی تھی کہ اگر

(۳۴۵) حضرت یحییٰ صاحب المعروف حضرت جی بابا اٹک کی آخری آرامگاہ کی دیکھ بھال اور اس چشمہ فیض سے عوام الناس کو سیراب کرنے کی غرض سے آپ نے انکی علمی اور اصلاحی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے ایک رسالہ بھی طبع کرایا ہے۔ آپ کو اللہ کے اس ولی سے کس قدر عقیدت ہے اس کی آگاہی کے لئے کتاب ---- "اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد" مطالعہ کی جاسکتی ہے۔

پاکستان وجود میں نہیں آیا تو فرنٹیئر اور بلوچستان افغانستان میں شامل کر دیے جائیں اور یہ پیر صاحب ہی کی ذات تھی کہ جسکی وجہ سے ریفرینڈم میں کامیابی ہوئی اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک آپ مسلم لیگ میں رہے آپ ہی کے اثر سے کابل کی پالیسی پاکستان کے ساتھ اعتدال پسندانہ رہی اور آپ نے ان دونوں اسلامی ممالک کے درمیان کبھی بھی غلط فہمی پیدا نہ ہونے دی۔ میں جب ۱۹۶۰ء کے اواخر میں بنگال سے آیا تو حضرت کی آخری آرام گاہ پر حاضری دی، آستانہ عالیہ مانکی شریف پر کیا اور تبرک کے طور پر آج بھی اس آستانے کا روایتی تحفہ میرے پاس موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرحوم پیر صاحب زاہد مجاہد، وضع دار اور بڑے مہمان نواز انسان تھے اور اب ایسی ہستیاں پیدا ہونی ناممکن ہیں۔ (۳۴۶)

بلاشبہ مرحوم پیر صاحب کی سیرت سے جناب خلیل صاحب نے مکمل اثر قبول کیا ہے اور پیر صاحب کی طرح آپ بھی ایک دین دار، دیانت دار، فرض شناس اور درویش صفت اعلیٰ انتظامی آفیسر ہیں اور نجی زندگی میں بڑے مہمان نواز ہیں اور اگر ہماری انتظامی مشینری میں ایسی چند ہستیاں اور پیدا ہو جائیں تو ہمارا معاشرہ اصلاح کی طرف گامزن ہو جائے گا اور اس طرح ہم مرحوم پیر مانکی شریف کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کر سکیں گے۔

حضرت پیر صاحب اور آج کے محققین

حضرت پیر صاحب کی خدمات جلیلہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جہاں آپکی وفات پر مشائخ عظام، علماء کرام، سیاسی اور سماجی شخصیات نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا وہاں آج کا مؤرخ اور محقق بھی آپ کا ذکر کئے بغیر اپنی تاریخ اور تحقیق کو نامکمل سمجھتا ہے اور اسلام اور پاکستان کے حوالے سے لکھی جانے

(۳۴۶) انٹرویو۔ محمد ابراہیم خان خلیل۔ اسلام آباد، ۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء

والی ہر تحریر میں آپکا ذکر خیر ملتا ہے۔ حال ہی میں ایم فل ڈگری کے لئے لکھے گئے ایک مقالہ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ:

"Aminul Hasnat succeeded his father at the age of 12 years: large number of murieds (followers) in trible Belt; organized the sujjada Nashins and formed Jamiat al-Asfia in 1945; promised to support the all India Muslim League provided that 'Shariat' would be enforced in Pakistan; invited the Quaid to Manki Sharif; The Quaid visited Manki Sharif in 1945; took an active part in organizing the anti Nehru demonstrations during Nehru's Frontier visit in October 1946; played an important role in the civil Disobedience Movement against the frontier congress Ministry; remarkable part in the reerendum; organized the tribal raids on Kashmir." (347)

اسی طرح صوبہ سرحد کے ایک مؤرخ و محقق عزیز جاوید مسلم لیگ تحریک و استحکام پاکستان اور جہاد کشمیر کے حوالے سے آپکی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"نومبر ۱۹۴۵ء میں آپ مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور قیام پاکستان تک مسلسل دن رات حصول پاکستان کے لیے عملی جدوجہد کرتے رہے۔ آپ دن رات مسلم لیگ کی تنظیم اور حصول پاکستان کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ آپ نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے مسلم لیگ کے منشور اور پاکستان کے مقاصد پر مشتمل مضامین اور تقریریں پشتو میں ترجمہ کرا کر اپنے خرچ پر شائع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں عوام میں تقسیم کرائیں جسکی وجہ سے پشتو جاننے والے لوگ مسلم لیگ اور پاکستان کے مفہوم سے آگاہ ہوئے۔

(347) <u>Muslim League in N.W.F.P.</u>
(Photo state copy).
Syed Waqar Ali Shah, Karachi, Quaid-i-Azam Academy, 1990 (Biographical Notes, P. 46 (2)

تحریک پاکستان میں تحریک سول نافرمانی کے دوران آپ کے اشارے پر آپ کے ہزاروں مریدوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ حکومت سرحد نے آپ کو بھی گرفتار کر کے ہری پور جیل میں بند کر دیا تھا وہاں آپ کے مریدوں نے جیل کے کمرے کے اوپر سے یونین جیک کو اتار کر مسلم لیگ کا پرچم لہرایا۔ جیل سے آپ نے سرحدی عوام کو بار بار یہ پیغام بھیجا کہ وہ حصول پاکستان کی جدوجہد میں ہر قسم کی قربانی دینے سے کسی حالت میں بھی دریغ نہ کریں۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو جب تمام قیدی رہا کئے گئے تو آپ کو بھی رہا کیا گیا۔ رہائی کے بعد ریفرنڈم کمیٹی کے ایک ممبر کی حیثیت سے سرحد میں جگہ جگہ جا کر لوگوں کو کہا کہ وہ کانگریس اور انگریزوں کی اس مشترکہ سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں ڈال کر قومی حمیت کا ثبوت دیں۔ ریفرنڈم کے دوران آپ نے جگہ جگہ جا کر ریفرنڈم کی نگرانی کی۔

پاکستان کے قیام کے بعد آپ کو وزارت کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے انکار کیا اور کہا کہ درویشوں کو وزارت سے کوئی سروکار نہیں البتہ انہوں نے پاکستان کے عوام کی بہبودی اور ملکی تعمیر کے لئے سیاست میں حصہ لینے کا عزم جاری رکھا۔ مہاجرین کی آبادکاری کے لئے سرحد میں قائد اعظم ریلیف کمیٹی جب قائم ہوئی تو اس کمیٹی میں گورنر سرحد صدر، ارباب احمد علی جان خزانچی اور آپ کو نائب صدر بنایا گیا۔ پیر صاحب جہاں بھی گئے آپ کی اپیل پر عوام نے ہزاروں روپے قائد اعظم ریلیف فنڈ میں دیے۔ پیر امین الحسنات ان سیاست دانوں میں نہ تھے جنکی سیاست کا دارومدار محض روائتی مفاد پر ہوتا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ عوامی اور ملکی بہبودی کے لیے سوچا اور اس راستے میں انہوں نے ہمیشہ کامیابی بھی حاصل کی پیر صاحب نہ صرف روحانی رہنما تھے بلکہ وہ بہادر مجاہد بھی تھے۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی جب بھارت نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کیا اور کشمیر کے مجاہدین نے جنگ آزادی کا آغاز کیا تو پیر صاحب، حاجی محمد امین امیر

جماعت ناجیہ اور قبائلی مجاہدین کو ساتھ لے کر کشمیر کے محاذ پر پہنچے اور کشمیر کی جنگ آزادی میں بہادری کے جوہر دکھائے۔

پاکستان کے قیام کے بعد جب پاکستان مسلم لیگ کا اجلاس کراچی میں ہوا تو پیر صاحب نے اس اجلاس میں ایک ترمیم پیش کی کہ سرکاری عہدیدار مسلم لیگ کا عہدیدار نہیں ہونا چاہیے۔ اس ترمیم پر کافی گرما گرم بحث ہوئی آخر کار قائد اعظم نے عوامی مفاد کے پیش نظر پیر صاحب کی اس ترمیم سے اتفاق کیا چنانچہ قائد اعظم جو گورنر جنرل کے عہدے پر تھے انہوں نے مسلم لیگ کی صدارت سے استعفےٰ دیا اور انکی جگہ چوہدری خلیق الزماں آل پاکستان مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ (۴۴۸)

حضرت پیر امین الحسنات صاحب نے صوبہ سرحد میں کانگریس کے زور کو کس طرح توڑا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے قیام پاکستان سے قبل ہی کس انداز سے تگ و دو فرمائی اسکا اندازہ درج ذیل تحریر سے کیا جاسکتا ہے۔

"حضرت امین الحسنات نے مشائخ عظام کے ساتھ باہمی فیصلے کے بعد انجمن اصفیاء کی بنیاد رکھی۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں پشاور میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کرائی اس کانفرنس کا اہتمام آپ نے ہی کیا۔ اس کانفرنس میں برصغیر کے بڑے بڑے روحانی رہنما شریک ہوئے۔ کانفرنس میں ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل اور حال کے متعلق تجزیہ کیا گیا اور متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ اس وقت تمام مسلمانوں کو قائد اعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے متحد ہوجانا چاہیے تاکہ مسلمان اپنے لئے الگ وطن، پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کرسکیں۔

سرحد کے مسلمانوں کی اکثریت ان دنوں کانگریس کے دام فریب میں جکڑی ہوئی تھی لہذا پیر صاحب نے اور برصغیر کے دیگر روحانی رہنماؤں نے

(۴۴۸) قائد اعظم اور سرحد۔ عزیز جاوید۔ پشاور ادارہ تحقیق و تصنیف ۱۹۷۷ء ص ۳۵۷-۳۵۸

سرحدی مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ حضرت قائد اعظم کی رہنمائی میں مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے متحد ہوجائیں۔ اس عظیم الشان روحانی کانفرنس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرحد کے لوگوں نے مسلم لیگ میں کثیر تعداد میں داخل ہونا شروع کردیا اور وہی مسلم لیگ جسے ہندو پروپیگنڈے کے ذریعے موٹر لیگ اور ٹوڈی لیگ کہا جاتا تھا دیکھتے ہی دیکھتے سرحد میں اتنی مقبول ہوگئی کہ سرحد کے مسلمان جو عرصے سے کانگریس کے دام فریب میں جکڑے ہوئے تھے وہ سب کے سب مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے متحد ہوگئے جمعیت الاصفیاء کی کانفرنس کے بعد سرحدی ریاست میں انقلاب آگیا تھا۔ اس انقلاب کے بعد جب قائد اعظم نومبر میں سرحد کے دورے پر آئے تو سرحدی مسلمانوں نے قائد اعظم کا جس طرح استقبال کیا وہ برصغیر کی تاریخ کا ایک اہم اور یادگاری استقبال کہلاتا ہے۔ جمیعت الاصفیاء نے ایک عہد نامہ مرتب کیا تھا۔ اس عہد نامے پر حضرت قائد اعظم اور مانکی کے ٹھیکیدار میر اسلم خان خٹک اور دوسرے کئی مسلم لیگی ممبروں نے دستخط کئے۔ اس عہد نامے میں یہ اقرار کیا گیا تھا کہ صوبائی اسمبلیوں میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوکر اسمبلی میں جانے کے بعد یہ کوشش کی جائے گی کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کی جائے اور ساتھ ساتھ غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کی مخالفت کی جائے گی۔ (۴۴۹)

درج بالا تحریر سے چند نکات واضح ہوتے ہیں جو حضرت پیر صاحب مانکی شریف کی ہمہ گیر شخصیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

۱۔ قائد اعظم کی رہنمائی کے سلسلے میں پورے برصغیر کی روحانی

(۴۴۹) قائد اعظم اور سرحد۔ محولہ سابقہ ص ۳۵۵-۳۵۶ (پیر صاحب نے مسلمانوں کو متحد رکھنے کے لیے نہ صرف جمعیت اصفیاء قائم کی بلکہ اس طرح کی دیگر تنظیموں کو متحد کرنے کی سعی بھی کی تاکہ مسلمانوں کی قوت یکجا کی جاسکے۔ اس سلسلے میں آپ نے ۶ جون ۱۹۴۸ء بروز اتوار مطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ لاہور میں ایک اجلاس طلب کیا جس کے ایجنڈے میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ دوسرے نمبر پر جمعیت اصفیاء اور جمعیت المشائخ کو ایک کرنے کی تجویز کا آئٹم تھا۔ (ضمیمہ نمبر ۱۰)

شخصیتوں کو متفق و متحد کرنا۔

۲۔ مسلم لیگ کے الگ تشخص کا تعین کرنا۔

۳۔ قائداعظم اور صوبہ سرحد کے عوام کے درمیان قریبی رابطہ قائم کرنے کے لیے قائداعظم کے صوبہ سرحد کے دورے کا اہتمام اور

۴۔ اس بات کا عہد کہ اسلامی قوانین کے نفاذ اور غیر اسلامی قانون کے خاتمہ کے لیے تمام ممبران اسمبلی پابند ہوں گے۔

یہی وہ بنیادی نکات تھے جن پر کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرحدی سیاست میں ایسا انقلاب آیا کہ اسلامی شعار کے حوالے سے آج تک اسکے اثرات موجود ہیں اور یہاں کے عوام سب سے بڑھکر اسلامی روایات کے امین ہیں جنکا سہرا حضرت پیر صاحب مانکی شریف کے سر ہے۔

قائداعظم اکیڈمی کے ڈپٹی ڈائریکٹر اور ملک کے مشہور محقق خواجہ رضی حیدر نے قائداعظم کے سیاسی مراسلت کے حوالوں کا جائزہ لیتے ہوئے پیر صاحب مانکی کی علمی، روحانی اور سیاسی خدمات کو اس انداز سے اجاگر کیا ہے کہ ---"پیر صاحب مانکی شریف نے نومبر ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور قیام پاکستان تک مسلسل دن رات حصول پاکستان کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ یہ درست ہے کہ خان عبدالقیوم خان کے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد کانگریسی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی تھی لیکن واقعہ یہ ہے کہ سرحدی عوام کی اکثریت نے پیر مانکی شریف کی پیروی کرتے ہوئے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کی۔ تحریک سول نافرمانی کے دوران آپ کے ہزاروں مریدوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ اس دوران آپ کی بھی گرفتاری عمل میں آئی لیکن ۳ جون ۱۹۴۷ء کو رہائی کے فوراً بعد آپ ایک مرتبہ پھر تحریک پاکستان کو مقبول بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہوگئے۔ صوبہ سرحد کی ریفرنڈم

کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ (۳۵۰)

مؤرخین اور محققین نے حضرت پیر صاحب کو یہ خراج عقیدت اس لئے پیش کیے کہ آپ نے اگر کسی سے مخالفت بھی کی تو دلیرانہ انداز سے، حقائق کی بنیاد پر اور پھر مخالف کو چیلنج بھی دیا۔ آپکا درج ذیل بیان اسکا بین ثبوت ہے ----"مسٹر عبدالقیوم خان وزیر اعظم سرحد نے ۱۵ مارچ کو ایک بیان میں مجھ پر حکومت کی مخالفت اور جاگیرداروں کی حمایت کا الزام لگا کر حسب عادت مجھے بدنام کرنے کی کوشش فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ عبدالقیوم خان کی وزارت میں چند در چند مقاصد سے موجودہ وزارت سرحد کی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی نے انگریزوں کے زمانہ سے بھی زیادہ مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے سلسلے میں بھائی کو بھائی کے خلاف بنادیا ہے"۔ (۳۵۱)

اپنے اس طویل بیان میں آگے چل کر آپ نے حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ حکومت صرف اعلانات اور بیانات پر اکتفا کرتی ہے اور جھوٹی سیاست کی اسیر بن کر انسانیت کا خون کر رہی ہے اور خود جاگیرداروں کا ساتھ دیتے ہوئے مزدور اور دہقان کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ بقول شاعر۔

میں نے مزدوروں کو دیکھا خود پہ شرماتے ہوئے
زندگی کی ہر روش پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے
میں نے دیکھا دختر مزدور کا دل پاش پاش
میں نے دیکھی مرمریں سینوں پہ فاقوں کی خراش
ہے میرے ہونٹوں پہ اس دہقان کا ذکر ناسپاس
جس کے دن بے کیف ہیں اور جسکی راتیں ہیں اداس (۳۵۲)

اسی لیے آپ نے خان عبدالقیوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ---

---

(۳۵۰) قائداعظم خطوط کے آئینے میں۔ خواجہ رضی حیدر۔ کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ء ص ۱۶۸

(۳۵۱) نوجوان سرحد۔ (ہفت روزہ) تاج محمد خان طاہر خیلی، ہری پور ہزارہ، ۱۹ اپریل ۱۹۴۹ء ص ۲۔

(۳۵۲) لیاقت صہبائی، بحوالہ نوجوان سرحد۔ محولہ سابقہ

"سرحدی گزٹ کے مطابق سرحد سے دو لاکھ تئیس ہزار غیر مسلم گئے ہیں۔ ان غیر مسلموں کے مکان، دوکان، اراضی وسامان وغیرہ پر کس نے قبضہ کیا۔ اس کمیٹی کو کیوں توڑا گیا جو رشوت ستانی اور غلط الاٹ منٹوں کے تحقیقات کے لیے مقرر کی گئی تھی؟ اور اس کمیٹی کی رپورٹ کو کیوں خفیہ رکھا گیا؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کمیٹی کی رپورٹ کو شائع کرنے سے وزیر اعلیٰ کے حواریوں پر خورد برد کا ثبوت ظاہر ہوجاتا۔ جب تمام دنیا میں جوڈیشنل کا محکمہ آزاد ہے آپ نے کیوں وزراء، ہوم سیکریٹری اور چیف سیکریٹری کو اختیارات دیے ہیں کہ وہ ہر ایک مسل عدالت سے منگا کر اسکو غیر معین عرصہ تک اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی فوجداری کے مسل وزیر اعظم (وزیر اعلیٰ) کے اپنے میز پر کسی خاص موقع کے لیے نہیں پڑے ہیں؟ کیا دنیا میں ایسے انصاف کی کوئی مثال وزیر اعلیٰ سرحد پیش کرسکتے ہیں؟ کیا عوام کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسٹر عبدالقیوم خان سے ان سب باتوں کے بارے میں پوچھیں۔

میں وزیر اعلیٰ سرحد عبدالقیوم خان کو مندرجہ بالا اعتراضات کی تردید کا موقع دیتا ہوں اور مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان اسکے لیے ایک ٹریبونل مقرر کرے جو میرے الزامات کے صحیح ہونے پر عبدالقیوم خان کو اور غلط ثابت ہونے پر مجھے سزا دے۔ باقی رہا میرا اپنا نظریہ جاگیرداری، ذمینداری، کارخانہ داری، اجارہ داری اور ٹھیکہ داری کے متعلق تو چونکہ اسلام نے دنیا کے دیگر جملہ مذاہب سے زیادہ بہتر اقتصادی نظام پروگرام غریبوں کے فائدہ کے لیے پیش کیا ہے اور حکومت پاکستان نے اسلامی آئین کا اعلان کردیا ہے۔ یہ سب فیصلے اس طریقہ پر ہو جو اسلام نے بتایا ہے اور اگر قرار داد مقاصد اجراء کے لیے نہیں بلکہ اعلان تک محدود تھا تو پھر میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ ان سب چیزوں کو بیک وقت ختم کرکے سب کو قومی ملکیت قرار دیا جائے۔ میں اس سلسلے میں عبدالقیوم خان کے ساتھ ہر قسم کی تعاون اور حمایت کے لیے تیار ہوں۔ انشاءاللہ یہ تمام کام صرف

ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں ہوسکتا ہے۔(۳۵۳)

جناب پیر صاحب مانکی شریف کے اس بیان کو توجہ سے مطالعہ کرنے کے بعد پوری صورتحال سامنے آجاتی ہے اور وہ یہ کہ۔

۱۔ آپکی مخالفت ذاتی اختلافات کی بنا پر نہیں تھی۔

۲۔ آپ نے صرف الزامات عائد نہیں کیے بلکہ شواہد کے طور پر حقائق بھی پیش کیے۔

۳۔ عدلیہ کی آزادی کے لیے آواز بلند کی۔

۴۔ مخالف کو چیلنج کیا کہ وہ اگر کرسکے تو ان الزامات کی تردید کرے۔

۵۔ حکومت پاکستان کو غیر جانبدارانہ کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھی احتساب کے لیے پیش کیا۔

۶۔ بالکل واضح الفاظ میں اسکا اعلان کیا کہ اگر اسلام کو صرف نعرہ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اور اسکا عملی نفاذ نہیں کیا جارہا تو پھر تمام ذرائع کو قومی ملکیت میں دے دیا جائے اور اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ اگر حکومت سرحد اخلاص کے ساتھ اصلاح معاشرہ کے اس عمل کے لیے تیار ہوجائے تو پیر صاحب خان عبدالقیوم خان سے بھرپور تعاون کریں گے اور اس سے زیادہ اسلام دوستی اور حب الوطنی کا مظاہرہ ممکن نہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت پیر صاحب مانکی شریف ان نام نہاد اسلام پسندوں میں سے نہیں تھے کہ جنکا حال شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے دیکھا ہے علمداران مذہب کا خروش
ظاہراً ملت پرست اور اصل میں ملت فروش(۳۵۴)

اور جب اسلام پسندوں کا یہ حال ہوجائے تو ظاہر ہے عوام کے متعلق اسکے علاوہ اور

---

(۳۵۳) نوجوان سرحد۔ محولہ سابقہ

(۳۵۴) لیاقت صہبائی، محولہ سابقہ۔

کیا کہا جاسکتا ہے کہ

ہائے یہ مفلوک اور بد حال بیچارے غریب
چھن گیا جنکا خدا اور مرگیا جن کا نصیب (۳۵۵)

لیکن پیر صاحب مانکی شریف جیسے اعلیٰ کردار اور با عمل مسلمان، مومن، درویش اور سیاست دان نے سیاست میں جو کردار ادا کیا اسکا ثمرہ آج چالیس برس بعد قوم کو مل رہا ہے اور ۱۹۹۰ء کے انتخاب نے ایک مرتبہ پھر اس قوم کے مشائخ علماء دانشوروں اور سیاست دانوں کو یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ حضرت پیر صاحب کے نقش قدم پر چل کر ذاتی مفاد پر قوم و ملت کو ترجیح دیں تاکہ ماضی میں ہم نے جو غلطیاں کرتے ہوے اللہ کی اس نعمت (پاکستان) کا شکر ادا نہیں کیا اسکا کفارہ ادا کرسکیں اور اگر اب بھی ہم اپنے عمل سے شکر خداوندی کا ثبوت دے دیں تو یقیناً اللہ کی نصرت ہمیں حاصل ہوگی اور ہم ہر میدان میں سرخرو ہوں گے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذتاذن ربکم لئن شکر تم لازید نکم

ترجمہ: "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا" (۳۵۶)

وصال حبیب

حضرت امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف نے دو عشروں سے بھی کم مدت میں اپنی روحانی، علمی، سماجی اور سیاسی خدمات کی بناء پر جو بین الاقوامی اور ملکی مقام حاصل کیا وہ بہت کم لوگ صدیوں میں بھی نہ حاصل کر پائے۔

پاکستان کے سیاسی افق کا یہ روشن ستارا ۱۹۶۰ء کے شروع ہوتے ہی چند دنوں کے

---

(۳۵۵) لیاقت صبائی۔ محولہ سابقہ

(۳۵۶) قرآن۔ سورہ ۱۴، آیت ۷

اندر غروب ہوگیا (۳۵۷) اور اس روشنی کے غائب ہوتے ہی پاکستان کی سیاست انتہاء گہرائیوں کا شکار ہوگئی اور آج وہ روشنی ہمیں دوبارہ اسی صورت میں مل سکتی ہے جبکہ ہم اس عظیم ہستی کے بتائے ہوئے اصولوں پر اپنے معاشرے کو استوار کریں اور یہی انکے حضور بہترین خراج عقیدت ہوگا اور اسی طرح ہم ان کے دیے ہوئے درس علم و محبت سے ساز فطرت کی نوائی میں اپنا کردار ادا کرسکیں گے کیونکہ مفکر پاکستان نے بھی ہمیں یہی سبق دیا ہے کہ

تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھکر ساز فطرت میں نوا کوئی (۳۵۸)

پیر صاحب کی اولاد

حضرت امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف کی اچانک وفات سے پاکستان بڑے نازک وقت میں ایک مخلص قومی رہنما سے محروم ہوگیا لیکن آپ نے اپنی اولاد میں اپنی طرح خوف خدا فہم و فراست اور قوم و ملت کا درد ودیعت کردیا تھا۔ اور آج آپ کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں آپکے صاحب زادگان (۳۵۹) انہی خطوط پر اصلاح عوام الناس اور انکی فلاح و بہبود کے لیے تگ و دو میں مصروف ہیں۔

آپکی علمی و روحانی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آستانہ عالیہ مانکی شریف کے سجادہ نشین حضرت شمس الامین صاحب جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے اباواجداد کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے اسے پروان چڑھا رہے ہیں ان کا ذکر باب اول میں کیا جاچکا ہے جبکہ حضرت کی اصلاح معاشرہ

---

(۳۵۷) حضرت کی وفات ایک ٹریفک کے حادثہ کے نتیجہ میں ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء کو ہوئی، حادثہ ۵ جنوری کو ہوا، اس عرصہ کے دوران آپ زیر علاج تھے لیکن ڈاکٹرز بھرپور کوشش کے باوجود ملک و ملت کے اس قیمتی اثاثے کی حفاظت نہ کرسکے اور آپ اپنے حبیب سے جا ملے۔

(۳۵۸) کلیات اقبال۔ محولہ سابقہ

(۳۵۹) آپ کے دیگر صاحبزادوں میں نور الامین، سید امین اور روح الامین صاحبان شامل ہیں۔

تحریک (۳۶۰) آپکے صاحب زادے پیر زادہ نبی امین صاحب بطریق احسن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ سیاسی طور پر بھی ہمیشہ فعال رہے۔

آپ ۱۹۶۹ء میں تئیس برس کی عمر میں یونین کونسل مانکی شریف کے ممبر منتخب ہوئے اور علاقے کے عوام کے تمام مسائل حل کرنے میں شب و روز مصروف رہے۔ آپ کی انہی پر خلوص کوششوں کی وجہ سے ۱۹۸۳ء میں عوام نے نہ صرف آپ کو دوبارہ یونین کونسل مانکی شریف کا ممبر منتخب کیا بلکہ عوامی نمائندوں نے بھی آپ کی سیاسی وسماجی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو یونین کونسل کا چیئرمین منتخب کرلیا اور پھر اپنی انہیں صلاحیتوں کی بناء پر آپ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۸ء کے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا۔ مسلم لیگ نے آپ کی سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اگست ۱۹۸۸ء میں آپ کو مسلم لیگ ضلع پشاور کا صدر منتخب کیا۔ آپ کی دو دہائیوں (۱۹۶۹ء - ۱۹۹۰ء) سے زائد عرصہ کی سماجی اور سیاسی خدمات اس کی متقاضی تھیں کہ آپ سے اہم ملکی معاملات میں استفادہ کیا جائے لہٰذا ۱۹۹۰ء کے انتخابات کے سلسلے میں قائم ہونے والی نگران حکومت میں آپ کو صوبہ سرحد کے مذہبی امور، حج، اوقاف اور زکوٰۃ و عشر کی وزارت کی ذمہ داریاں سونپی گئیں اور آپ بحثیت وزیر اس اہم ذمہ داری سے بطریق احسن عہدہ برآ ہوئے۔ ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں آپ نے قومی اسمبلی کے حلقہ نمبر ۳ اور صوبائی اسمبلی کے

(۳۶۰) اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صرف فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایک بھائی نے والد کے علمی و روحانی ورثے کی پاسبانی کی ذمہ داری اور دوسرے نے عوامی فلاح و بہبود کی ذمہ داری سنبھالی ہوئی ہے ورنہ حضرت نبی امین صاحب علم تصوف پر اتنی گہری دسترست رکھتے ہیں کہ میری قیامت مانکی شریف کے دوران ہم رات گئے تک موضوعات تصوف پر بحث کرتے، حافظ گل محمد صاحب اس میں برابر کے شریک رہتے اور نبی امین صاحب متعدد اہم نکات اٹھاتے اور پھر ان پر دلائل سے بحث کرتے یہاں تک کہ آخر شب حافظ جی صاحب کی خواہش نیند اس بحث کو سمانے پر مجبور کر دیتی۔

حلقہ نمبر ۱۰ سے انتخابات میں حصہ لیا اور یہ اعزاز بھی آپ کے حصہ میں آیا کہ اپنے اکابرین کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے زیر نظر کتاب "تصوف اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان" طبع کرا کے نہ صرف پیران مانکی شریف کی علمی اصلاحی اور سیاسی خدمات سے عوام کو آگاہ کیا بلکہ اکابرین کے اس اہم ورثے کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ بھی کردیا۔

اعتراف

حضرت امین الحسنات، پیر صاحب مانکی شریف کی ایک سوانح عمری کے مصنف حاجی میر احمد خان (صوفی صاحب) (۳۶۱) اپنی کتاب غازی پیر کے صفحہ نمبر ۱۲۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ "لاہور کے ایک عظیم الشان تقریب میں سید محمد امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف کی انسانی حقوق کے لیے گراں قدر خدمات پر گولڈ میڈل ایس ایم ظفر نے انجمن تحفظ حقوق انسانی کی جانب سے پیش کیا۔ اس تقریب میں پیر زادہ شمس الامین سجادہ نشین مانکی شریف، پیر زادہ نبی امین چیئرمین یونین کونسل مانکی شریف اور پیر زادہ سید الامین ممبر ڈسٹرکٹ کونسل پشاور بھی موجود تھے۔ (۳۶۲)

اسی طرح قرارداد پاکستان کی گولڈن جوبلی تقریبات کے سلسلہ میں سرحد کی صوبائی حکومت نے آپ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ۱۹۸۷ء میں آپ کے لیے گولڈ میڈل کا اعلان کیا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ سرحد حکومت نے مرکزی حکومت کو صوبہ سرحد کی جن شخصیات کو مرکز کی طرف سے بھی گولڈ میڈل دینے کی سفارش کی ہے ان میں حضرت پیر صاحب کا نام گرامی

(۳۶۱) صوفی صاحب بڑے نرے کے بزرگ ہیں اور اولیائے مانکی شریف سے گزشتہ پچاس برس سے زیادہ عرصہ سے وابستہ ہیں۔ میرے قیام مانکی شریف کے دوران ان سے کافی قربت رہی اور بعض اوقات رات گئے آپ اپنے بیتے دنوں کی یاد سناتے رہتے۔

(۳۶۲) غازی پیر۔ حاجی میر احمد خان صوفی۔ ہیں، صوفی میڈیکل ہال، ۱۹۸۷ء ص ۱۲۱

شامل نہیں۔ (۳۶۳) حالانکہ پیر صاحب مانکی شریف کے بغیر پاکستان کے حوالے سے صوبہ سرحد کی تاریخ ہی مکمل نہیں ہوتی۔ یہ ہستیاں ان چیزوں کی محتاج تو نہیں لیکن ہمیں شکران نعمت کے طور پر ایسی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے کہ اپنے اکابرین اور خاص کر پیر صاحب جیسے محسنین کو بھول جائیں۔

سلام تیری تربت کو:

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری (۱۰۴۲ تا ۱۱۱۸) کے عظیم پشتو صوفی شاعر رحمان بابا نے کیا خوب فرمایا کہ

ہر بہار لرہ خزاں پہ جہان شتہ د

خزاں نہ لری بہار د درویشانو (۳۶۴)

ترجمہ: دنیا کی ہر بہار کے لیے خزاں ہے لیکن درویشوں کی بہار پر کبھی خزاں نہیں آئی۔

---

(۳۶۳) صوبہ سرحد اور تحریک پاکستان (مجلہ تقسیم ایوارڈ ۱۹۸۷ء) عزیز جاوید پشاور، چاپ خانے ستمبر ۱۹۸۷ء ص ۹۹ .... صوبہ سرحد کی حکومت نے جن شخصیتوں کے لیے مرکزی حکومت کو سفارش کی ہے وہ حسب ذیل ہیں جن میں فاتح ریفرنڈم پیر صاحب مانکی شریف کا اسم گرامی شامل نہیں

۱۔ حاجی فضل واحد المعروف حاجی صاحب ترنگزئی

۲۔ میاں عبدالعزیز بار ایٹ لاء

۳۔ سردار عبدالرب نشتر

۴۔ سردار اورنگزیب خان

۵۔ سر صاحب زادہ عبدالقیوم خان

۶۔ خان بہادر سعد اللہ خان

۷۔ سردار محمد گل خان

۸۔ خان جلال الدین خان

۹۔ خان عبدالقیوم خان

۱۰۔ سردار بہادر خان

۱۱۔ مفتی فدا محمد خان بار ایٹ لاء

۱۲۔ بیگم کمال الدین

۱۳۔ بیگم زری سرفراز

(۳۶۴) رحمان بابا کلیات۔ دوست محمد خان کامل (مرتب) پشاور، دیباچہ نما لے، ۱۹۸۳ء ص ۱۸۲

حضرت امین الحسنات، پیر صاحب مانکی شریف کی اسی سدا بہار شخصیت کو جہاں ان کے وصال پر اس دور کی اہم مذہبی، سماجی اور سیاسی شخصیات نے خراج عقیدت پیش کیا وہاں سربراہان مملکت خداداد پاکستان نے بھی وقتاً فوقتاً آپ کی تربت پر گلہائے عقیدت نچھاور کیے۔ اگر آپ کی زندگی میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں قائد اعظم نے آپ کی سیاسی بصیرت سے استفادہ کیا، قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ کو انتشار سے بچانے کے لیے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے آپ کی خدمات حاصل کیں، پاکستان کو خراب سیاسی حالات سے نکالنے کے لیے صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا نے آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو آپ کے وصال کے بعد فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے سربراہ مملکت کی حیثیت سے ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء اور پھر ۱۹۶۵ء میں بنفس نفیس آستانہ عالیہ مانکی شریف حاضر ہو کر آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اسی طرح جناب محمد خان جونیجو نے بحیثیت وزیر اعظم پاکستان ۳۱ جنوری ۱۹۸۸ کو حضرت سید محمد امین الحسنات مرحوم پیر صاحب مانکی شریف کے اٹھائیسویں عرس میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے صف اول کے مجاہد، فاتح ریفرنڈم اور اپنے دور کی عظیم روحانی، علمی، سماجی اور سیاسی قومی و بین الاقوامی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر وزیر اعظم نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا" پاکستان اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے معرض وجود میں آیا تھا میری حکومت اسلام کی بالادستی قائم کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ حکومت عوام کے تعاون سے انکی تمام امنگوں کو پورا کرے گی اور اسلامی معاشرہ قائم کر کے رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہم جس بھی کامیابی کا دعوی کرتے ہیں وہ کامیابی ہمیں عوام کی حمایت اور تعاون ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ہم اپنے تمام امور میں عوام کی شرکت کو یقینی بنائیں گے۔ وزیر اعظم نے کہا اپنے تمام معاملات میں عوام کو ساتھ لے کر چلیں گے اور ہم انتخابات یا کسی بھی دوسرے

شعبے میں ناجائز ذریعے کی اجازت نہیں دیں گے" وزیر اعظم نے عوام سے کہا کہ پاکستان کو مضبوط کرنے کے لیے مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کرنے کی غرض سے پورا پورا تعاون کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان مسلم لیگ مضبوط ہوتی تو ملک کبھی نہ ٹوٹتا۔ وزیر اعظم نے پاکستان کے لیے پیر صاحب مانکی شریف کی عظیم خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام کی عظمت کے لیے زندہ رہے اور پھر انہوں نے پاکستان کی جنگ بھی اسلام کی خاطر ہی لڑی۔ وہ اس دھرتی کے عظیم فرزند تھے اور قوم کے لیے انہوں نے بہت کچھ کیا۔ انہوں نے ریفرنڈم کے لیے کام کیا اور اپنی روحانی اور سیاسی قیادت کی بدولت ریفرنڈم جیت لیا۔ وزیر اعظم نے آستانہ مانکی شریف کی تعمیر و تجدید کے لیے پانچ لاکھ روپے کی گرانٹ کا بھی اعلان کیا۔ پیر صاحب مانکی شریف حضرت شمس الامین نے میزبانی کی علامت کے طور پر وزیر اعظم کو ایک "جبۃ" پیش کیا۔ (۳۶۵)

وزیر اعظم، حکومت پاکستان کے وزیر وفاقی مذہبی امور حاجی سیف اللہ خان اور مشیر مذہبی امور پیر اشرف کے مانکی شریف پہنچنے پر، صوبائی گورنر فدا محمد خان، وزیر اعلیٰ ارباب محمد جہانگیر خان سجادہ نشین حضرت شمس الامین، پیر زادہ نبی امین صاحب اور دیگر معزز شخصیات نے ہیلی پیڈ پر آپ کا استقبال کیا۔

اس موقع پر سجادہ نشین مانکی شریف حضرت پیر شمس الامین صاحب نے خطبہ استقبالیہ میں اپنے والد پیر صاحب مانکی شریف مرحوم کی کامیابیوں کا تفصیلی ذکر

(۳۶۵) نوائے وقت (روزنامہ) راولپنڈی یکم فروری ۱۹۸۸ء

اس موقع پر پاکستان بھر کے جن اہم اخبارات نے مرحوم پیر صاحب کی زندگی اور ان کے کارناموں پر ضمیمے شائع کیے ان میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں

۱۔ روزنامہ جہاد پشاور ۳۱ جنوری ۱۹۸۸ء

۲۔ جدون ڈیلی، مشرق، فرنٹیر پوسٹ اور خیبر میل ڈیلی، پشاور، یکم فروری ۱۹۸۸ء

۳۔ جنگ، نوائے وقت اور دی نیشن، لاہور، یکم فروری ۱۹۸۸ء

۴۔ جنگ، حیدر، دی مسلم اور پاکستان ٹائمز، راولپنڈی۔ اسلام آباد یکم فروری ۱۹۸۸ء

کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ پاکستان مسلم لیگ کے ان عظیم لوگوں میں سے تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں قائد اعظم کے ساتھ کام کیا۔ سجادہ نشین صاحب نے پاکستان مسلم لیگ کی غیر متزلزل حمایت کا اعلان کیا اور اسلام اور ملک کی عظمت کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔

بعد ازاں وزیر اعظم نے مہمانوں کے ہمراہ دوپہر کا کھانا مانکی شریف میں تناول کیا اور اس عظیم ہستی کے حضور عقیدت پیش کرتے ہوئے واپس اسلام آباد روانہ ہوئے۔

آج حضرت شمس الامین صاحب اپنے آباء واجداد کے مشن کو جس تندہی سے جاری رکھے ہوئے ہیں اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دور میں آپ ہی اپنے اکابرین کی اس وراثت کے صحیح وارث ہیں اور یہ بھی ان حضرات ہی کے فیوض کا نتیجہ ہے کہ آج آپ کی صورت میں فیض عام کا یہ چشمہ جاری ہے۔

ہزاروں رحمتیں ان پاکیزہ ارواح پر کہ جنہوں نے یہ اعزاز اس گوہر شناس کے سپرد کیا۔

ہزاروں درود و ہزاروں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اختتامیہ

اختتام رب العالمین کے شکر کے ساتھ کہ اس نے ہمیں بہترین انسان کی صورت میں پیدا فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (۳۶۶)

ترجمہ "بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت میں بنایا"

بے حساب درود و سلام رحمۃ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت قرار دیا

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۳۶۷)

ترجمہ "جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

انگنت رحمتیں اولیائے کرام پر کہ جو اس گروہ میں سے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سلسلہ بیعت و خلافت کو جاری رکھتے ہوئے عوام الناس سے اسلامی احکام پر عمل کروانے کے لیے انہیں بیعت کرتے ہیں اور اس طرح نیکی کو پھیلاتے اور برائی کو روکتے ہوئے بہترین جہاد میں مصروف ہیں۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون (۳۶۸)

ترجمہ: "اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے،

---

(۳۶۶) قرآن سورہ نمبر ۹۵ آیۃ ۴

(۳۶۷) قرآن سورۃ نمبر ۴ آیۃ ۸۰

(۳۶۸) قرآن سورہ نمبر ۳ آیۃ ۱۰۴ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے)

بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

میں نے اسی گروہ سے تعلق رکھنے والی پاکیزہ ہستیوں، اولیائے مانکی شریف کی علمی، اصلاحی اور سیاسی خدمات کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرنے کی غرض سے آج سے پونے دو برس قبل جو سلسلہ شروع کیا تھا الحمدللہ آج اختتام کو پہنچا۔(۳۶۹) اولیائے مانکی شریف نے اصلاح معاشرہ کی جو تحریک آج سے تقریباً دو سو برس قبل شروع کی تھی وہ عوام کو دینی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی اصلاحات سے ہمکنار کرتے ہوئے آج کے معاشرے کو ایک مکمل اسلامی نظام میں سمونے کے لیے جاری وساری ہے۔ اس سلسلے کے پہلے بزرگ حضرت عبدالوہاب سے لے کر آج کے مصلح قوم حضرت شمس الامین صاحب، پیر مانکی شریف نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی مقصد کے حصول میں صرف کیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ آج یہ تحریک اجتماعی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور حضرت شمس الامین صاحب کے ساتھ ساتھ ان کے برادر پیرزادہ نبی الامین صاحب اپنے اکابرین کی اس تحریک کو رواں رکھے ہوئے ہیں اور یہ دونوں برادران عوام الناس کی دین و دنیا کی فلاح پر بھرپور توجہ دیتے ہوئے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ (۳۷۰)

ترجمہ "اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما" کی عملی تفسیر ہیں اور یہی وہ دعا ہے جو ہم پنج وقتہ نماز

(۳۶۹) میں نے مانکی شریف کا پہلا دورہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء کو کیا آمد و رفت کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر ۲۳ دسمبر ۱۹۹۰ء کے دورہ کے موقع پر کتاب کو آخری شکل دے دی گئی۔ اس موقع پر جب ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء کو میں مانکی شریف سے اسلام آباد کے لیے روانہ ہوا تو پیرزادہ نبی الامین صاحب اور لیاقت بابا میرے ہمسفر تھے اور ہم نے تقریباً نوے منٹ تک کا اسلام آباد میں سینیٹر غلام فاروقی صاحب سے کتاب کی [illegible] کے بارے میں انٹرویو کیا تاکہ انکی قیمتی رائے سے استفادہ کیا جا سکے۔ اس موقع پر خان صاحب کی بیگم ڈاکٹر مسز ممتاز فاروقی خٹک بھی تشریف فرما تھیں جنہوں نے اس گفتگو میں مفید معلومات کا اضافہ فرمایا

(۳۷۰) قرآن سورہ نمبر ۲، آیت ۲۰۱

میں رب کریم کے حضور عرض کرتے ہیں۔ اکابرین مانکی شریف نے اصلاح معاشرہ کے اس عمل کی بنیاد علم تصوف پر رکھ کر اپنے مشن کو کامیاب بنایا اور پھر اپنے اکابرین کی طرح ان متاخرین نے بھی تصوف کو بنیاد بنا کر نہ صرف اس خطے کے عوام کو اسلام کی محبت سے سرشار کر دیا بلکہ انہیں ایک الگ وطن دلانے کی جدوجہد میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ آج بھی اگر ہم اپنے معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں تو ان اولیاءاللہ ہی کی طرح ہمیں بھی تمام تقسیمیں ختم کر کے سب کو انسانیت کے رشتے سے دیکھنا ہوگا۔ اللہ کے ان ولیوں سے میری محبت و عقیدت کا بنیادی سبب بھی یہی ہے کہ ان حضرات نے انسان کو آدمیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آدمیت کی خدمت ہی بہت بڑی عبادت ہے اور بلاشبہ یہ عبادت انسان کو اللہ کے قریب تر کر دیتی ہے۔ بات صرف نگاہ دیدہ کی ہے

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگاہ سے ہے پوشیدہ آدم کا مقام (۳۷۱)

آیئے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں کہ وہ ہمیں بھی ان پاکیزہ ہستیوں کی طرح اصلاح معاشرہ میں اپنا اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) تاکہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو اپنی اس فکر کے حوالے سے یہ کہنے کے قابل ہو سکیں کہ

بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان (۳۷۲)

(۳۷۱) کلیات اقبال، ضرب کلیم ڈاکٹر محمد اقبال حوالہ سابقہ

(۳۷۲) کلیات اقبال حوالہ سابقہ

جموں وکشمیر کا میدانِ جہاد
٭ وہ مقامات جہاں پیر صاحب مانکی شریف بغرضِ جہاد تشریف لے گئے۔
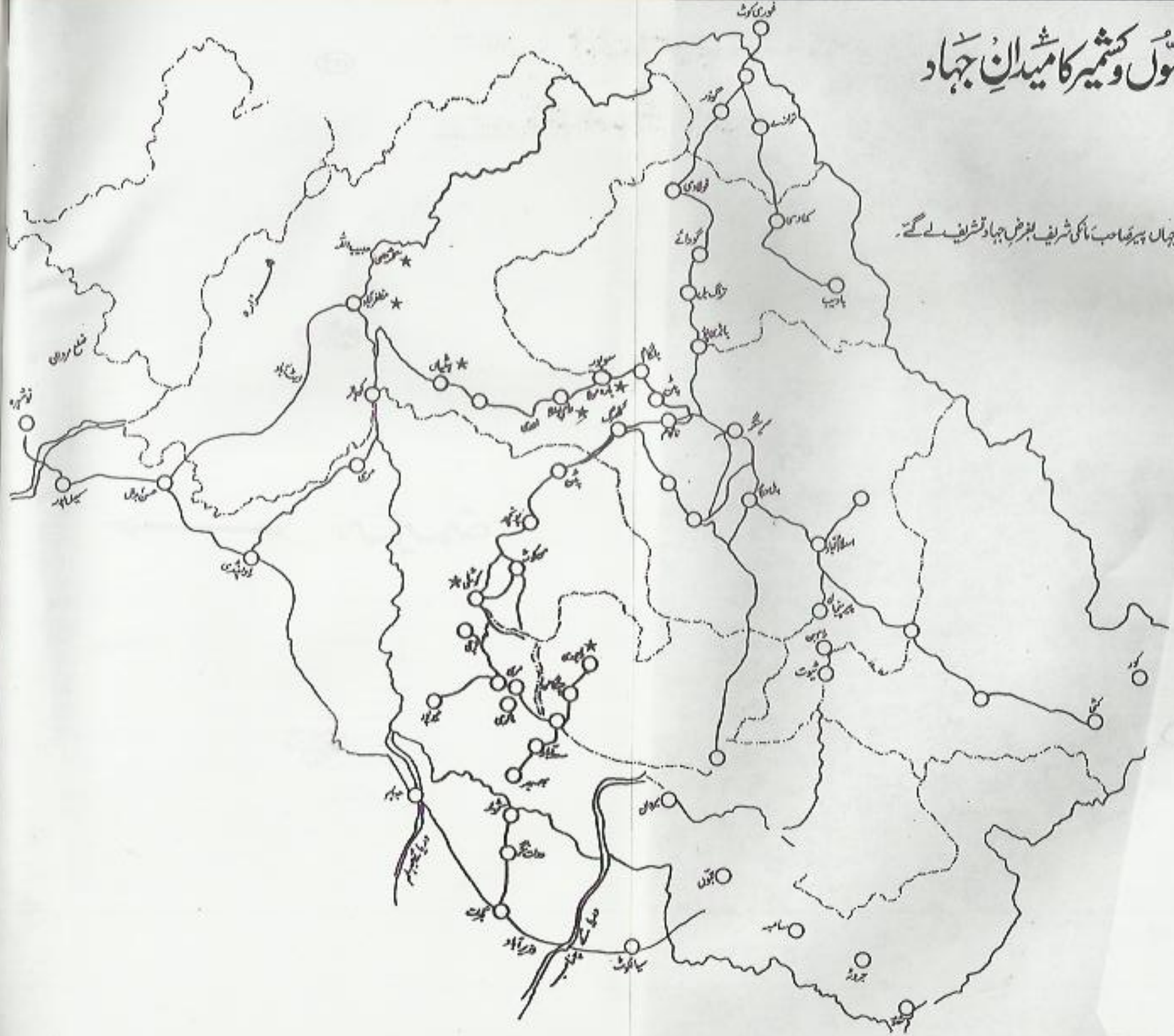
ضمیمہ

پاکستان پائندہ باد

جناح عوامی مسلم لیگ صوبہ سرحد

کی انتخابی مہم شروع ہوگئی

جناح عوامی مسلم لیگ صوبہ سرحد کا آئندہ جلسہ بمقام سرڈھیری

بتاریخ ١٦ اپریل بروز پیر بوقت ٣ بجے سہ پہر منعقد ہوگا

جس میں **جناب حضرت پیر صاحب مانکی شریف** آنے والے انتخابات

کی اہمیت ان کے متعلق قوم کے فرائض آئندہ کیلئے لائحہ عمل، ایک صحیح اور عوامی جمہوری حکومت کے قیام کی ضرورت اور حالات حاضرہ پر تبصرہ فرمائیں گے۔ چونکہ اس نازک وقت میں قوم کی تقدیر کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس لئے ہر خاص و عام سے استدعا ہے کہ وہ جلسہ میں شرکت فرما کر اپنے مستقبل کے بارے میں صحیح طریق کار اختیار کریں

جناب پیر صاحب کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی قوم سے خطاب کریں گے۔

(١) مولوی فضل ربی صاحب

(٢) فضل حق شیدا

الداعی

فضل حق شیدا

(جائنٹ سکریٹری جناح عوامی مسلم لیگ صوبہ سرحد) ١٩٥١
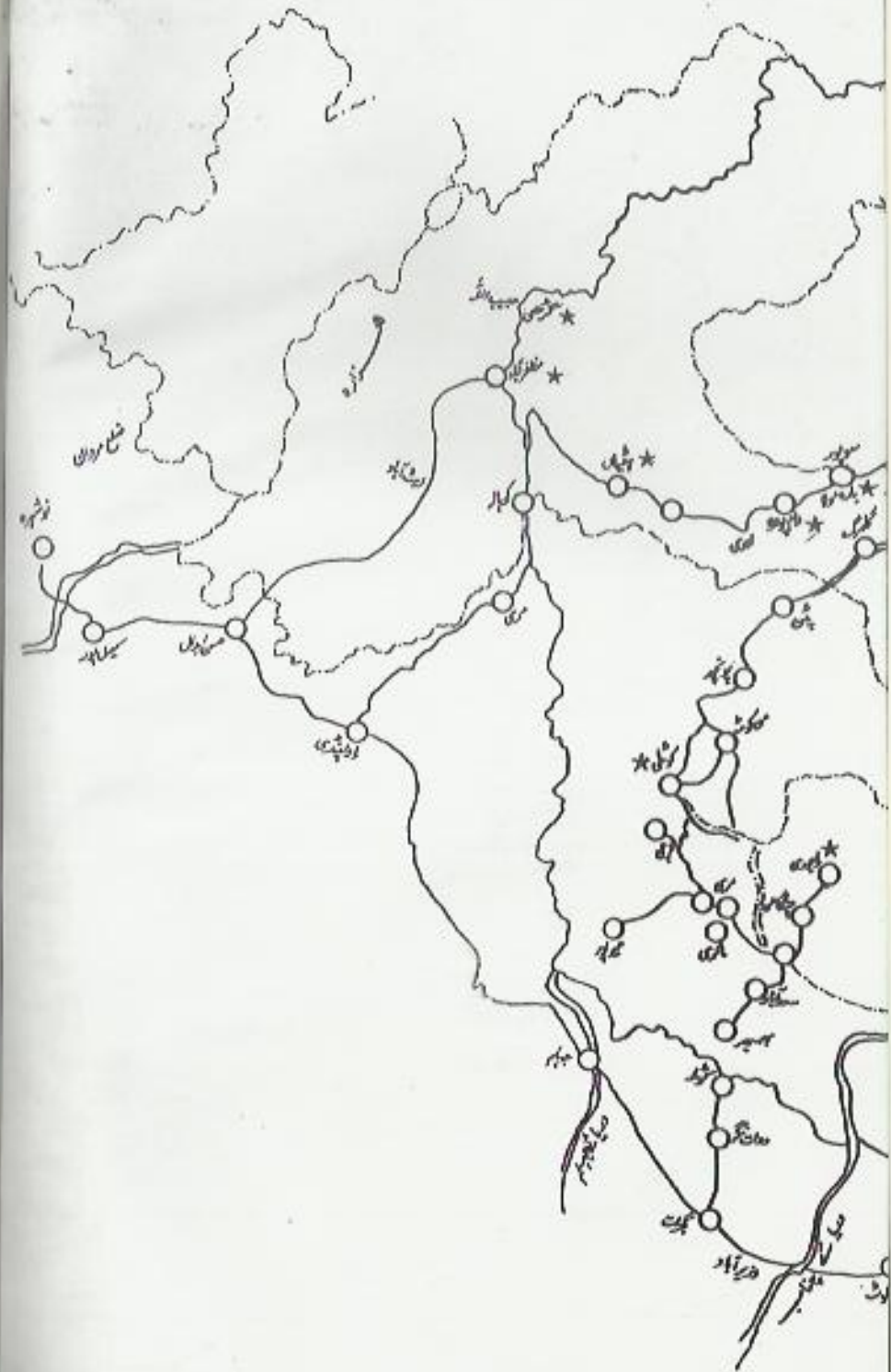
ضمیمہ ۵

مسلم لیگ ضلع مردان کے اختلافات کا خاتمہ

ضلع مردان میں مسلم لیگ جماعت کچھ عرصہ سے اختلافات کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ہر ایک گروہ نے اپنے لئے جدا جدا عہدیدار تجویز کر کے جداگانہ دفاتر قائم کر رکھے تھے۔ اس نا اتفاقی کا اثر ضلع مسلم لیگ کی تنظیم اور عوام کے جذبات پر بُرا پڑا۔ اور جلد ہی ہر دو فریق نے یہ محسوس کیا کہ موجودہ اختلافات کا خاتمہ جلد از جلد ضروری ہے۔ خوش قسمتی سے پیر صاحب مانکی شریف نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فریقین کے درمیان مصالحتی گفت و شنید شروع کی۔ کئی دنوں کے بحث مباحثہ کے بعد مورخہ ۵ جون ۱۹۴۹ء کو فریقین آپس میں رضامند ہو گئے۔ اور بجائے دو متوازی لیگوں کے ایک جماعت میں ایک ٹیم کی حیثیت سے رہنے کا فیصلہ کیا۔ اس گفت و شنید میں حضرت عبدالشکور بابا صاحب ام خیل اور ارباب صاحب عبدالغفور خان تہکال نے بھی کافی حصہ لیا جس کے لئے ضلع مسلم لیگ ان کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ سمجھوتے کا فارمولا حسب ذیل بالاتفاق منظور ہوا۔

صدر ضلع: قاضی گل محمد صاحب نبی۔ جنرل سیکرٹری: خان آزاد خان صاحب کوٹھا۔

(۱) حلقہ رزڑ جاق۔ صدر: حاجی صاحب احسان الحق، جنرل سیکرٹری: قاضی نظر محمد صاحب۔

(۲) حلقہ آتمان زئی۔ صدر: حبیب خان صاحب، جنرل سیکرٹری: محمد سرور خان صاحب۔

(۳) حلقہ امازئی۔ صدر: خان بہادر خان، جنرل سیکرٹری: میر رحمان صاحب۔

(۴) حلقہ کمال زئی۔ صدر: قاضی محمد عمر صاحب، جنرل سیکرٹری: دوست رحمان صاحب۔

(۵) حلقہ بائیزئی۔ صدر: خان محمد اکبر خان صاحب، جنرل سیکرٹری: سید احمد صاحب۔

ہم تمام ضلع کے مسلم لیگی صاحبان سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے منتخب عہدیداران کی ہر ممکن امداد کر کے اختلافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں امداد دیں تاکہ اس نازک حالات میں ہم حکومت پاکستان کو خصوصاً اور ساری دنیائے اسلام کو عموماً مدد پہنچا سکیں اور اپنی قوم اور ملت کی خدمت کر سکیں۔

المشتہرین

قاضی گل محمد صدر ضلع مسلم لیگ مردان × آزاد خان جنرل سیکرٹری ضلع مسلم لیگ مردان

(سرحد الیکٹرک پریس پشاور)

ضمیمہ ۶

PAKISTAN PEACE COMMITTEE

(HEAD QUARTERS KARACHI)

President : Pir Sahib of Manki Sharif
General Sec. : Prof. [illegible]
Vice Presds. : Mahmood Ali Qasoori
Khan Ghulam Mohammad Khan of Lundkhwar
Pir Elahi Bux
Secretaries : [illegible]
Treasurer : Mohammad Umar

Address :

Date ________

ضمیمہ ۸

TOP SECRET. 3/7 ABB. / 14.10.54 — U.S.&P.Supdt. N.W.F.P.—1937 CID—8000 Copies—8-12-31—(120)

Date of the original letter ....12—X—54.........

From .... [illegible] ....

Posted at .... [illegible] ....

To .... [illegible] ....

Language .... [illegible] ....

Passed or detained .... [illegible] ....

12/4/6 – V

CONTENTS OF THE LETTER.

[illegible]

ضمیمہ ۹

	تاریخ	اخبارات
۱ -	۱۹ دسمبر ۱۹۳۶ء	Dawn, Delhi
۲ -	۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء	Ibid.
۳ -	۶ اپریل ۱۹۴۷ء	Ibid.
۴ -	۳ جولائی ۱۹۴۷ء	Ibid.
۵ -	۵ مئی ۱۹۱۷ء	Ibid, Delhi
۶ -	۲۲ ستمبر ۱۹۵۱ء	امروز - لاہور
۷ -	۲۹ ستمبر ۱۹۵۱ء	امروز - کراچی
۸ -	۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ء	جنگ - کراچی
۹ -	۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء	امروز - کراچی، نوائے وقت - پاکستان
۱۰ -	۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء	آفاق، امروز، زمیندار، اور نوائے پاکستان - لاہور
۱۱ -	۲۲ جولائی ۱۹۵۲ء	انقلاب - لاہور
۱۲ -	۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء	امروز - لاہور

۱۳ -	۲ اکتوبر ۱۹۵۲ء	Bulletin, The Peace Conference of the Asian and Pasific Regions.
۱۴ -	۲۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء	Pakistan Times, Lhr.
۱۵ -	۲۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء	امروز ـ لاہور
۱۶ -	۲۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء	Dawn , Karachi.
۱۷ -	۸ نومبر ۱۹۵۲ء	امروز ـ لاہور
۱۸ -	۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء	Pakistan Times Civil Military Gazzette
۱۹ -	۱۵ نومبر ۱۹۵۲ء	امروز ، زمیندار ، اور نوائے وقت ـ لاہور
۲۰ -	۲۸ فروری ۱۹۵۳ء	نوائے وقت ـ لاہور
۲۱ -	۱۵ اپریل ۱۹۵۳	نوجوان سرحد ـ ڈیرہ اسماعیل خان/ مضمون بہاور
۲۲ -	۳۰ اکتوبر ۱۹۵۳ء	نوائے وقت ـ لاہور
۲۳ -	۵ نومبر ۱۹۵۳ء	شہباز ـ پشاور
۲۴ -	۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء	وحدت ـ لاہور

اس کے ساتھ ساتھ شہباز پشاور کی اشاعت ۱۴، ۱۹ اور ۲۱ دسمبر ۱۹۵۲ء اور ۹، ۸ اور ۱۵ فروری ، ۲، ۲۸ اور ۳۰ مارچ اور ۲ و ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء میں فضل حق صاحب شیدا نے اپنے دورہ چین کے بارے واقعات ذکر کئے ہیں ـ یاد رہے کہ دورہ چین کے موقع پر فضل حق صاحب شیدا آپ کے ہمسفر تھے ـ

*****

ضمیمہ ۱۰

ان العھد کان مسئولا

از دفتر جمعیت اصفیاء پاکستان

۲۶ مئی ۱۹۴۸ء

اخی المحترم جناب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ـ جمعیت اصفیاء کے قیام کو تقریباً اڑھائی سال ہو چکے ہیں جس کے آپ بھی خاص ممبر ہیں ـ جن مقاصد کو مدنظر رکھ کر جمعیت اصفیاء کا قیام عمل میں لایا گیا تھا ـ اب اس کے پورا کرنے کا وقت آگیا ہے احباب کے مشورہ پر جمعیت کا خاص اجلاس مورخہ ۶ جون ۱۹۴۸ء بروز اتوار مطابق ۲۷ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ صبح دس بجے برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں قرار پایا ہے جس میں امور ذیل پر غور کیا جائے گا ـ

(۱) انتخاب عہدیداران

(۲) جمعیت اصفیاء اور جمعیت المشائخ کو ایک کرنے کی تجویز

(۳) جمعیت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل

(۴) موجودہ واقعات کے پیش نظر لائحہ عمل تیار کرنا

(۵) متفرقات

اس لئے ملتمس ہوں کہ تاریخ و وقت مقررہ پر تشریف لا کر جمعیت کے اجلاس میں شرکت فرمائیں ممنون ہوں گا ـ براہ کرم ارادہ شرکت سے بذریعہ خط یا تار پتہ ذیل پر اطلاع دیں ـ

مطب حکیم محمد شریف دفتر رسالہ الطبیب
برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ
لاہور

الداعی
محمد ابو الحسنات عفی عنہ
فقیر مانکی شریف

شجرۂ طریقت پیرانِ مانکی شریف

شجرۂ پیرانِ طریقت جامع کتاب ہدایۃ الابرار سلمہ اللہ الغفار بطرق مناجات

مُناجاتِ فقیر پُرتقصیر پیر حسن بن گُل سید بن تُراب غفر اللہ لہم

کہ بندہ ارشاد ہست از غوث الزمان ناصر اہل الایمان کہ مشہور است بصاحب مانکی رحمۃ اللہ علیہ ومخصنۃ عبد الوھاب بن ضیاء الدین بن بدر الدین بن ابراہیم بن کرم بیگ بن فتح محمد بن محمد یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم متوسل صاحبانِ طریقۂ قادریہ کہ مشرب فقیر ست ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ بحرِ ذخار شیخ الابرار حامی الشرع المتین خلیفۂ سید المرسلین حضرت شیخ غوث الزمان صاحب مانکی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میدارد ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ معدن فیوض یزدانی مخزنِ علوم سبحانی رئیس المجاہدین سلطان العارفین حضرت شیخ عبد الغفور صاحب سیدُو رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ محمد شعیب صاحب توردیری رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ حافظ محمد صاحب عُمرزُو رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ محمد صدّیق صاحب بشُونڑی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ جُنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ احمد مُلتانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ شاہ عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ شاہِ مُنوّر رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شاہِ دَوْلَہ ب گجرات رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخدومی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ ابو الحسن الہنکاری رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ شیخ ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

الہٰی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت ۔

[۱۸] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ عبد اللہ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کرباتو میداشت۔

[۱۹] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت۔

[۲۰] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ داؤدِ طائی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت۔

[۲۱] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت

[۲۲] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہ باتو میداشت۔

[۲۳] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ حضرت شیخ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہ باتو میداشت۔

[۲۴] الٰہی بحرمتِ راز و نیازِ سید المرسلین وخاتم النبیین

محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

---

* پیر حسن، ہدایۃ الابرار الی طریقۃ الاخیار۔ (رفاہ عام پریس لاہور)
اس شجرہ میں ۱۸ اور ۱۷ کے درمیان کافی خلا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سلسلہ ادھورا ہے۔ (مصنف)

شجرۂ نسب پیرانِ مانکی شریف

عبد الوہاب صاحبؒ (پیر صاحب مانکی شریف)

۱ عبد الوہاب (ثانی)
۲ عبد الرزاق (اولاد تفصیل پر صفحہ ۹۲)
۳ عبد الرحمٰن (اولاد تفصیل پر صفحہ ۹۱)
۴ عبد القیوم (لاولد)
۵ عبد الواسع (لاولد)
۶ حبیب اللہ (عرف خان بادشاہ) (لاولد)

عبد الوہاب (ثانی) ← (عبد الرؤف (ثالث))

عبد الرؤف (ثالث):
۱ محمد امین الحسنات
۲ احمد گل
۳ فدا محمد (لاولد)
۴ نور محمد
۵ علی احمد

علی احمد:
۱ محمد علی
۲ شوکت علی
۳ لیاقت علی
۴ نصرت علی

نور محمد:
۱ نور البصر
۲ نور الحبیب
۳ نور الرشید
۴ نور الابرار
۵ نور الاسرار

احمد گل:
۱ محمود احمد (عرف گل شہزادہ)
۲ الطاف احمد
۳ اشفاق احمد
۴ نثار احمد

محمد امین الحسنات:
۱ روح الامین
۲ نور الامین
۳ سید الامین
۴ نبی الامین
۵ شمس الامین (پیر صاحب مانکی شریف) (موجودہ سجادہ نشین)

---

* لیسین خیل خٹک، مولوی امیر زادہ و پروفیسر محمد افضل رضا صاحب۔ مخطوطہ ۱۹۹۰ء
اس سلسلے میں سراج الاسلام سراج صاحب، پرنسپل اکوڑہ خٹک پبلک سکول سے صاحبزادہ نبی الامین صاحب کے ہمراہ ملاقات ہوئی اور اسی موقع پر یہ شجرہ نوٹ کیا گیا۔

کتابیات

١۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ۔ عبدالرشید، ڈاکٹر، کراچی، طاہر سنز ١٩٨٥ء

٢۔ احوال العارفین۔ حافظ غلام فرید۔ لاہور، عزیز سنز ١٩٧٩ء

٣۔ اخبار الاخیار فی احوال الابرار۔ عبدالحق، محدث، دہلوی مطبع مجتبائی، ١٣٠٩ھ

٤۔ اسرار الاسرار۔ سید محمد حسینی گیسو دراز۔ حیدرآباد (دکن) اعظم سٹیم پریس، بلاسن طباعت

٥۔ الانسان الکامل۔ جیلانی عبدالکریم ابراہیم مصر، البابی الحلبی، ١٣٣٤ھ

٦۔ انفاس العارفین۔ شاہ ولی اللہ۔ دہلی، مطبع مجتبائی، ١٣٣٥ھ

٧۔ اولیائے دہلی، فریدی، محمد عالم، دہلی، جید برقی پریس، ١٣٨٥ھ

٨۔ بانگ درا، اقبال محمد، علامہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ١٩٦٣ء

٩۔ برکات الاولیاء۔ مولوی سید امام الدین۔ دہلی، افضل المطابع ١٣٢٢ھ

١٠۔ تاریخ دعوت و عزیمت، علی ندوی، ابوالحسن، اعظم گڑھ، دہلی، مطبع مجتبائی، ١٣٧٧ھ

١١۔ تاریخ ریاست سوات، آصف خان محمد، پشاور، فیروز سنز، بلاسن طباعت،

١٢۔ تربیۃ العشاق۔ شاہ سید محمد ذوقی۔ کراچی، ذوقیہ ١٣٧٧ھ

١٣۔ تذکرۃ الاولیاء۔ فرید الدین عطار، لاہور مطبع ناظری، ١٣٨٢ھ

١٤۔ تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان، اختر مرزا احمد، دہلی، کتب خانہ رشیدیہ ١٩٣٦ء

١٥۔ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ محمد حکیم قادری۔ لاہور، مکتبہ نبویہ، ١٩٧٥ء

١٦۔ تصوف اسلام۔ دریا آبادی، عبدالماجد، اعظم گڑھ مطبع معارف، ١٩٣٦ء

١٧۔ التصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق، زکی مبارک، مصر، دار الکتاب العربی ١٣٤٣ھ

١٨۔ تکملہ سیر الاولیاء۔ خواجہ گل محمد۔ دہلی، مطبع رضوی، ١٣١٢ھ

١٩۔ تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین۔ عبدالحق (ثانی صاحب) لاہور، آریہ سٹیم پریس، ١٣٣٠ھ

٢٠۔ تواریخ آئینہ تصوف۔ شاہ محمد حسنؒ۔ رامپور، حسنی پریس، ١٣١١ھ

٢١۔ حالات مشائخ نقشبندیہ۔ محمد حسن نقشبندی۔ مراد آباد، احسن المطابع

٢٢۔ حلیۃ الاولیاء۔ حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ۔ بیروت۔ دار الکتب العلمیہ، ١٩٨٨ء

٢٣۔ مسند احمد بن حنبل، امام، مصر، مطبع قشیریہ، ١٣١٣ھ

٢٤۔ خاتم سلیمانی۔ مولوی اللہ بخش۔ لاہور، سٹیم پریس، ١٣٢٥ھ

٢٥۔ خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور۔ لکھنؤ مطبع ثمر ہند، ١٨٧٢ء

٢٦۔ خیر المجالس۔ مولانا حمید قلندر۔ علی گڑھ، شعبہ تاریخ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، ١٣٥٦ھ

٢٧۔ دیوان عبدالرحمان، رحمان بابا، عبدالرحمن مہمند، پشاور، رحمان گل پبلشرز ١٣٨٥ھ

٢٨۔ راحت المحبین، خسرو امیر (مرتب) از خواجہ نظام الدین، دہلی مطبع مجتبائی، ١٣١٠ھ

٢٩۔ راحت القلوب۔ نظام الدین اولیاء (مخطوطہ)

٣٠۔ راحۃ القلوب، نظام الدین اولیاء (مرتب) از خواجہ فرید الدین گنج شکر مطبع مجتبائی، ١٣٣٥ھ

٣١۔ رحمان بابا شاعر انسانیت۔ میر عبدالصمد خان۔ پشاور۔ مکتبہ شاہین ١٩٦٣ء

٣٢- رسالہ دو ذکر نقشبندیہ مجددیہ، غلام علی شاہ دھلوی، حیدرآباد دکن اعانتِ محبوبالمس، ١٣٣٥ھ
٣٣- رسالہ غوثیہ (قلمی) جیلانی عبدالقادر، شیخ، پشاور، اسلامیہ کالج، لائبریری،
٣٤- الرسالۃ القشیریہ۔ قشیری عبدالکریم۔ مصر، دارالتالیف، ١٣٧٣ھ
٣٥- رسالہ معرفۃ السلوک، محمود شیخ نولکشور، مطبع منشی، ١٨٩٨ء
٣٦- روحانی ترنول، الغاثی، عبدالحلیم، ملاکنڈ دارالاشاعت، ١٣٧٥ھ
٣٧- روشنی کے مینار۔ بلگرامی، ضیا تسنیم، کراچی، کتابیات پبلیکیشنز ١٩٨١ء
٣٨- زادِ اوخارزمانہ۔ عبدالخالق خلیق۔ پشاور، ادارہ اشاعت سرحد ١٩٦٣ء
٣٩- حالات مشائخ نقشبندیہ۔ محمد حسن نقشبندی۔ مرادآباد، احسن المطابع، بلاسن طباعت
٤٠- سکینۃ الاولیاء، دارالشکوہ، آگرہ، اخبار پریس، ١٣٣٩ھ
٤١- سنن ابی داؤد۔ ابوداؤد سلیمان بن ثابت۔ مصر، مصطفیٰ البابی، ١٩٥٢ء
٤٢- سوادالسبیل۔ شاہ کلیم اللہ دھلوی۔ (مخطوط)
٤٣- سیر الاولیاء، امیر خورد، محمد مبارک علی سید، دھلی، مطبع محب ہند، ١٣٠٢ھ
٤٤- صحیفہ علویہ۔ علامہ عبداللہ بن صالح۔ بمبئی۔ مجمع البحرین پریس ١٣٠٩ھ
٤٥- صوفیائے خٹک۔ عبدالرشید، ڈاکٹر، پشاور، غلام فاروق، ٣٣ شاہی روڈ ١٩٨٥ء
٤٦ ضرب کلیم، اقبال، محمد، علامہ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ١٩٥٩ء
٤٧- طبقات الصوفیہ، اسلمی، عبدالرحمان، مصر، دارالکتب العربیۃ ١٩٥٣ء
٤٨- طبقات الصوفیہ، انصاری، خواجہ عبداللہ ہروی، کابل، انجمن تاریخ وزارت و معارف ١٣٤١ھ
٤٩- الطبقات الکبریٰ، شعرانی، عبدالوہاب مصر مطبعۃ مصطفیٰ البابی، ١٣٧٣ھ
٥٠- عقائد المومنین۔ عبدالحق (ثانی صاحب) لاہور، مطبوعہ کریمی، بلاسن طباعت
٥١- علماء و مشائخ سرحد۔ پیام شاہجہانپوری۔ پشاور۔ عظیم پبلشنگ ہاؤس، ١٣٨٢ھ
٥٢- عوارف المعارف۔ سہروردی، شہاب الدین شیخ۔ مصر، مکتبہ الوھبیہ، ١٣٩٢ھ
٥٣- غازی بیر۔ حاجی میر احمد خان صوفی۔ پشاور، جدون پرنٹنگ پریس ١٩٨٧ء
٥٤- غنیۃ الطالبین جیلانی، عبدالقادر، شیخ مصر، مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی،
٥٥- الفتوحات المکیہ، ابن عربی، محی الدین، دارالکتب العربیہ، ١٣٢٩ھ
٥٦ فتوح الغیب، جیلانی، عبدالقادر، شیخ، لاہور مطبع محمدی، ١٣٩٨ھ
٥٧- فخرالحسن۔ شاہ فخرالدین دھلوی۔ (مخطوط)
٥٨- فخرالطالبین۔ سید نورالدین حسوتی فخری۔ (مخطوط)
٥٩- فرید و فرد فرید۔ اسلم قریشی، ڈاکٹر کراچی، احسن مطبوعات، ١٩٩٠ء
٦٠- فصوص الحکم ابن عربی، محی الدین، مصر، داراحیاء الکتب العربیہ، ١٣٦٥ھ
٦١- فوائد سعدیہ۔ محمد مرتضیٰ علی خان۔ نولکشور، مطبع منشی، ١٣٠٢ھ
٦٢- کتاب الزھد والرقاق، دھلی، مجلس احیاء المعارف، ١٣٣٩ھ
٦٣- کتاب اللمع فی التصوف۔ طوسی، ابونصر سراج، لیدن، مطبع بریل ١٩١٣ء
٦٤- کشف المحجوب، ولنتین ژوکوفسکی (مرتب) از ہجویری، علی بن عثمان، سید الہروی الغزنوی المعروف بہ داتا گنج بخش
لینن گراڈ، دارالعلوم اتحاد جماہیر شوروی، سوسیالستی، ١٣٤٢ھ

٦٥- کلیات باقی باللہ ابوالحسن زید، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز ١٣٥٠ھ
٦٦- قائداعظم اور سرحد۔ عزیز جاوید۔ پشاور ادارہ تحقیق و تصنیف، ١٩٧٧ء
٦٧- قائداعظم خطوط کے آئینے میں۔ خواجہ رضی حیدر۔ کراچی، نفیس اکیڈمی، ١٩٨٥ء
٦٨- قرآن اور تصوف۔ ڈاکٹر میر ولی الدین۔ دھلی ندوۃ المصنفین، ١٣٧٥ھ
٦٩- قوت القلوب۔ ابوطالب محمد مکی۔ قاہرہ مصطفیٰ البابی ١٩٦١ء
٧٠- لطائف لطیفی۔ بھٹائی عبداللطیف شاہ۔ حیدرآباد، انجمن مرکز شاہ عبداللطیف، ١٣٨٧ھ
٧١ مارشل لاء سے مارشل لاء تک نور احمد، لاہور دین محمدی، پریس ١٩٦٦ء
٧٢- مانقیمان۔ سید علاؤالدین اودھی۔ لکھنؤ مطبع مصطفائی، ١٢٥٦ھ
٧٣- محک الفقراء کلاں۔ سلطان باھو۔ لاھور، نولکشور گیس پرنٹنگ، بلاسن طباعت
٧٤- مرآۃ الاسرار۔ عبدالرحمان چشتی۔ (مخطوط)
٧٥- مسلم لیگ کا دورِ حکومت۔ ڈاکٹر صفدر محمود۔ لاھور، سنگ میل پبلیکیشنز ١٩٨٦ء
٧٦- مصباح المنیر۔ عبدالحکیم، مخطوط، ملوکہ صاحبزادہ نبی الامین صاحب مانکی شریف، ١٣٣٧ھ
٧٧- مطلوب الطالبین۔ محمد بولاق۔ (مخطوط)
٧٨- معارج الولایت۔ غلام معین الدین (مخطوط)
٧٩- مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، امرتسر، مطبع مجددی، ١٣٢٩ھ
٨٠- مقالات برنی۔ سید حسن برنی۔ کراچی، انجمن ترقی اردو ١٩٤٣ء
٨١- مناقب المحبوبین۔ حاجی نجم الدین، رام پور، مطبع محمد حسن ١٢٨٩ھ
٨٢- نفحات الانس۔ حاجی عبدالرحمن، لکھنؤ، نولکشور، ١٣٢٣ھ
٨٣- وصیت نامہ۔ حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب، پیر مانکی شریف،
٨٤- ہدایۃ الابرار فی طریقۃ الاخیار۔ پیر حسن، لاھور، رفاہ عام پریس، ١٣١٩ھ
٨٥- ہدایۃ السالکین۔ مولانا محمد حسن چترزئی، مخطوط ملوکہ صاحبزادہ نبی الامین صاحب مانکی شریف
٨٦- ہندوستان پر اسلامی حکومت، قمی، شوکت علی مفتی، دھلی دین و دنیا پبلشنگ کمپنی، ١٩٥٠ء
٨٧- ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔ ابوالحسنات ندوی۔ امرتسر، وکیل بکڈپو، ١٣٤١ھ
٨٨- ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، عبدالرحمان صباح الدین، اعظم گڑھ دارالمصنفین
١٩٦٤ء
٨٩- ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک، عبدالرحمان صباح الدین، اعظم گڑھ مطبع معارف ١٩٥٨ء
٩٠- یادِ ایام۔ محمد عمر خان۔ دھلی، ولی پرنٹنگ ١٩٣٠ء

91. The challange of the North-west Frontier, Andres, C.F., London, George Allen & Unwin Ltd, 1937, A.D.

92. (The) Doctrine of Sufism, Arberry, A.J., Lahore, Sh. M.Ashraf, 1959 A.D.

93. Hindu and Muslim Mysticism, Zaehner, R.C., London, Octagan Press, 1970 A.D.

94. Introduction to Sufi Doctrine, Burckharadt, Titus, Lahore, Sh. M. Ashraf, 1959 A.D.

95. North West Frontier, Swin son Arthar, London, Hutchins & Co. ,1967 A.D.

96. Studies in Tasawaf Khawaja Khan, Madrass, Negusth Press, 1923 A.D.

97. The Sufi Order in Islam, J. Spencer Trimingham, Great Britain, Oxford University Press. 1971

98. Sufism, Arberry, A.J., London, Allen Unwin, 1950. A.D.

99. (The) Way of Sufi, Idrees, Syyed, London, Octagon Press, 1968 A.D.

اشاریہ
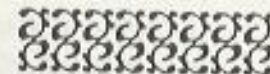
حافظ سید ضیاء الدین
فاضل درسِ نظامی، ایم اے، گولڈ میڈلسٹ
(منظور شدہ گورنمنٹ پروف ریڈر)

پتہ
مکان نمبر ۳۱۳/۲، سیکٹر ۱۳ سی
[illegible] کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے استاذ مکرم جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کی تصنیف کردہ کتاب "تصوف اولیائے مالکی شریف اور تحریک پاکستان" میں دی گئیں قرآنی آیات اور حوالہ جات کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ تمام اغلاط سے پاک ہے۔

ضیاء الدین
۸-۹-۹۱

شعبۂ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی کے سابق استاد

اور

بین الاقوامی سکالر

ڈاکٹر عبد الرشید

کی حسب ذیل تصانیف کی اہلِ علم و قلم نے اندرون و بیرونِ ملک جو پذیرائی فرمائی ہے ہم اس کے لیے ان حضرات اور قارئین کے تہہ دل سے مشکور رہیں۔

۱۔ رسالہ فہم القرآن :- پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۷ء

۲۔ مختارات الادب (عربی سے ترجمہ) پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۶ء تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۹ء چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۱ء

۳۔ الہادی (ہندکو زبان میں سیرت کی پہلی کتاب) قومی ایوارڈ یافتہ ۱۹۸۳ء

۴۔ صوفیائے خٹک (۱۹۸۶ء)

۵۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ پہلا ایڈیشن ۱۹۸۶ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۱ء

۶۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تے اصلاحِ معاشرہ (قومی سیرت ایوارڈ یافتہ) ۱۹۸۷ء

۷۔ تذکرۂ شیخ محمد یحییٰ (حضرت جی بابا) ۱۹۸۸ء

۸۔ اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد (۱۹۸۸ء)

۹۔ اُچا ناں سوہنا تریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دا (قومی سیرت ایوارڈ یافتہ ۱۹۹۰ء)

اولیاء اکیڈمی پاکستان

ISBN 969 8150 00 5